معلم التقریر

المعروف بہ

مواعظِ رضویہ

مصنف

مولانا نور محمد صاحب مدظلہ

سوم

معلم التقریر

المعروف بہ

مواعظ رضویہ

حصہ سوم

مصنف

مولانا نور محمد صاحب مدظلہ

KHWAJA BOOK DEPOT

419/2, Matia Mahal, Jama Masjid
Delhi-6 Mob: 9313086318, 9136455121
Email: khwajabd@gmail.com

نام کتاب	:	مواعظِ رضویہ (حصہ سوم - چہارم)
نام مصنف	:	مولانا نور محمد قادری رضوی
تصحیح	:	محمد جہانگیر حسن
کمپوزنگ	:	صفدر علی
پہلی بار	:	اکتوبر ۲۰۰۵ء
اشاعت جدید	:	نومبر ۲۰۱۴ء
تعداد	:	۱۱۰۰
قیمت	:	300/=

ملنے کے پتے

- ☆ عرشی کتاب گھر، پتھر کٹی، حیدرآباد، (اے. پی.)
- ☆ نورالدین کتب خانہ، کھجرانہ، اندور (ایم. پی)
- ☆ صوفی کتب خانہ، نزد موتی مسجد رائچور، کرناٹک
- ☆ عبدالرحمن کتب فروش، پچپڑوا بازار، بلرام پور (یو. پی)
- ☆ مکتبہ باغ فردوس، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی)

Name of Book	: **Mawaaiz-e-Rizvia (Part III-IV)**
Auther	: Maulana Noor Muhammed Qadri Rizvi
First Edition	: October 2005
Second Edition	: November 2014
Publisher	: **Khwaja Book Depot,** 419/2, Matia Mahal, Jama Masjid Delhi-6, Mob: 9313086318, 9136455121 E-mail: khwajabd@gmail.com
Price	: **300/=**

فہرست مضامین

مواعظ رضویہ | خواجہ بکڈپو | حصہ سوم

پیش لفظ

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں...

تجارت نہ صرف دنیاوی اعتبار سے اہم ہے بلکہ دین میں بھی تجارت پر خاطر خواہ زور دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجارت میں ایمانداری ودیانت داری برتنے کی سخت تاکید وتلقین کی گئی ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ برآمدات پر مناسب منافع لیا جائے اور جو کچھ فروخت کیا جائے اس کی کوالٹی بہتر سے بہتر ہو، مثلاً: دودھ کی تجارت ہوتو اس میں پانی نہ ملایا جائے اور اناج کی تجارت ہوتو وزن بڑھانے کے لیے اس میں خراب اناج کی ملاوٹ نہ کی جائے۔ اسی طرح اگر کتابوں کی تجارت کی جائے تو وہ درست متن (Text) کے ساتھ شائع کی جائیں، خصوصاً دینی کتابوں کی تجارت میں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے، تاکہ قرآن و احادیث کا متن صحیح صحیح عوام الناس تک پہنچ سکے۔ اس سے جہاں دنیاوی فائدے یعنی منافع حاصل ہوں گے وہیں دینی فائدے یعنی انعام الٰہی کے بھی حقدار ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے مکتبے سے جو بھی کتابیں شائع ہوں گی، پہلے ان کتابوں کی خوب اچھی طرح تصحیح کر لی جائے اور پھر اُن کو پریس کے حوالے کیا جائے گا۔ اسی اشاعتی سلسلے کی ایک اہم کڑی ''مواعظ رضویہ مکمل'' بھی ہے۔ اب تک اس کتاب ''مواعظ رضویہ'' کے جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ان میں قرآن واحادیث کی عبارتوں کے ساتھ پروف کی بھی بہت ساری خامیاں ہیں۔ مزید برآں زبان وبیان کے الجھاؤ کے باعث اس کی عوامی افادیت بھی تقریباً ختم ہوکر رہ گئی تھی، نیز قابل مطالعہ مواد پر مشتمل ہونے کے باوجود عام قارئین اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا پاتے تھے۔

لیکن ہم جو جدید ایڈیشن شائع کر رہے ہیں، یہ کیا خواص اور کیا عوام، ہر ایک کے لیے یکساں مفید ثابت ہوگا، کیوں کہ اس جدید ایڈیشن میں بطور خاص قرآن کریم کی آیات اور احادیث کریمہ کو اصل متن (Text) سے ملانے کے ساتھ عربی عبارتوں پر درست اعراب لگانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، تا کہ خواص کے ساتھ عام قارئین بھی اس کتاب سے اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق فائدہ حاصل کر سکیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود کہ ہم نے اس کتاب سے خامیوں کو حتی الامکان دور کرنے کی کوشش ہے پھر بھی ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ ''مواعظ رضویہ'' تمام خامیوں سے پاک ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں، کیوں کہ ہم بھی ایک انسان ہی ہیں اور انسان کے خمیر میں بھول چوک کے عناصر شامل ہیں، اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ اگر ہماری اصلاحات کے بعد بھی ''مواعظ رضویہ'' میں کسی بھی طرح کی کوئی خامی اور غلطی دیکھیں تو برائے کرم مکتبہ کو آگاہ کریں، تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔ شکریہ

ادارہ

پہلا وعظ

اولین مخلوق اور باعثِ ایجادِ عالم

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ان کلمات اعجاز میں حمد خدا اور ثنائے الٰہی بیان کی گئی ہے۔ نیز یہی آیت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت کو بھی متضمن ہے، یعنی جیسا کہ اول وآخر اور ظاہر و باطن، اسما وصفاتِ الٰہی ہیں، اسی طرح اول وآخر اور ظاہر و باطن، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما وصفات بھی ہیں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسما وصفاتِ الٰہی سے متخلق اور متصف ہیں۔

(مدارج النبوۃ، جلد: اول، صفحہ: 2)

اول وآخر اور ظاہر و باطن، اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں ظاہر و باہر ہیں، مگر یہ اوصاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح ہیں کہ آپ اول تو اس لیے ہیں کہ سب سے اول آپ کا نور پیدا ہوا، جب کہ نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ لوح تھی نہ قلم، نہ آدم تھے نہ جن، نیز روز میثاق سب سے پہلے آپ ہی نے بَلٰی کہا تھا اور اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے آپ نے ایمان لایا تھا:

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی: وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

قیامت کے روز پہلے آپ ہی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی اولاً درِ شفاعت کھولیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ آخر آپ اس لیے ہیں کہ آپ کی بعثت سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آخر میں ہوئی، آپ کا دین آخری دین ہے اور آپ کی کتاب آخری کتاب ہے کہ اسلام اور قرآن کے بعد کوئی دین اور کتاب نہیں ہوگی۔ ظاہر اس لیے ہیں کہ تمام آفاق عالم میں آپ کے انوار موجود ہیں، جن سے عالم روشن ہے اور باطن و پوشیدہ اس لیے ہیں کہ آپ کی حقیقت نگاہِ عالم سے پوشیدہ ہے اور حقیقت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے

سوا کسی نے نہ جانا۔ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اس لیے ہیں کہ آپ باذن اللہ ہر شئے کے عالم ہیں۔ (مدارج، جلد: اول، صفحہ:3)

حضرات! اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول پاک کا نور سب سے اول پیدا فرمایا جب کہ نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ شمس تھا نہ قمر، نہ ملائکہ تھے نہ جن وانسان، غرض کہ اس وقت اللہ رب العزت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ۔ سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ، حصہ: دوم، صفحہ:1، شہاب ثاقب، از مولوی حسین احمد دیوبندی)

ایک اور حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ الْقَلَمَ۔ مگر اس حدیث میں اولیتِ اضافی ہے کہ عرش اور پانی کے بعد قلم کو پیدا فرمایا اور حضور انور کے نور والی حدیث میں اولیت حقیقی ہے، اس لیے تعارض منتفی ہوکر دونوں حدیثوں میں تطابق ہوگیا۔

(مدارج النبوۃ، حصہ: دوم، صفحہ:1)

بعض علما نے ان حدیثوں کا جواب یہ دیا ہے کہ نور، عقل اور علم، سب نور مصطفی سے عبارت ہیں، چوں کہ حضور ظاہر بنفسہٖ ہیں اور مظہر بغیرہ ہیں، اس اعتبار سے آپ کو نور کہا گیا۔ چوں کہ آپ کو جملہ اشیا کا تعقل حاصل ہے، اس لحاظ سے آپ کو عقل کہا گیا اور تمام علوم جو لوح محفوظ میں ہیں، آپ کے واسطے سے مندرج ہیں، اس لیے آپ کو قلم کہا گیا۔

(معارج النبوۃ، رکن: اول، صفحہ:196)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ: وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (ترمذی، مشکوۃ، ص:513)

ترجمہ: یارسول اللہ! حضور کے لیے نبوت کب سے ثابت ہے؟ فرمایا: جس وقت آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

یعنی ابھی تک آپ کی روح کا تعلق آپ کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔

ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تخلیق آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے قبل ہے اور آپ، حضرت آدم سے پہلے نبی بن چکے تھے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ وَبَشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیْ الَّتِیْ رَاَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ مِنْھَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ (شرح السنۃ ومشکوۃ، صفحہ:513)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا جاچکا تھا جب کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ میں ابھی اپنے امر کا اول بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی بشارت ہوں اور اپنی اَمّاں جان کا وہ خواب آنکھ سے دیکھتا ہوں جس کو انھوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔ بالیقین اس وقت ایک نور نکلا جس سے میری اَمّاں جان کے سامنے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

فائدہ: حضرات! اس حدیث پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں: اول یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے پہلے مخلوق ہوئے۔ دوسری یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور نورِ حسی ہیں کہ ولادت کے وقت اتنی روشنی ہوئی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شام کے محلات کو ملاحظہ فرمالیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (مدارج، حصہ: دوم، صفحہ:3)

میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔

(انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ:3)

ترجمہ: میں اپنے رب کے یہاں آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل نور تھا، یعنی میرا نور آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے بہت قبل ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ! اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی

خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَمْ يَكُنْ فِىْ ذَالِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلاَ قَلَمٌ لاَ جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلاَ مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلاَ جِنِّىٌّ وَلَا اِنْسِىٌّ فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يَّخْلُقَ قَسَّمَ ذَالِكَ النُّوْرَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِىْ اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِىْ الْكُرْسِىَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَاقِى الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الثَّانِىْ الْاَرَضِيْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ۔ (مدارج النبوۃ، جلد:۱،ص:۳۰۹)

ترجمہ: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے بتائیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا: اے جابر! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح وقلم، جنت ودوزخ، فرشتے، آسمان وزمین، سورج وچاند، جن وانسان کچھ بھی نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے حاملین عرش فرشتے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کیے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے بہشت ودوزخ بنائے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ (یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں یہ باتیں بیان ہوئیں)

اس حدیث کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب، جلد: اول، صفحہ:46 میں، امام قسطلانی نے مواہب للدنیہ میں، علامہ یوسف بن اسماعیل نے انوار محمدیہ میں، شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوۃ، صفحہ:309، جلد: اول میں، علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی نے سیرت حلبی، صفحہ:37 میں، علامہ امام مہدی بن احمد نے مطالع المسرات صفحہ:210 میں اور خاتم الفقہاء والمحدثین شیخ شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی نے فتاویٰ حدیثیہ صفحہ:51 میں درج فرمایا۔ خود دیوبندیوں کے علماء جیسے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب، صفحہ:6 میں اور

مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے مقامات کے حاشیہ، صفحہ:1 میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَأَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ كَمْ عَمَرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ؟ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لَسْتُ اَعْلَمُ غَيْرَ أَنَّ فِى الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمٌ يَطْلَعُ فِىْ كُلِّ سَبْعِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَأَيْتُهٗ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ اَلْفَ مَرَّةٍ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ وَعِزَّةِ رَبِّىْ جَلَّ جَلَالُهٗ أَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:36)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: جبرئیل! بتاؤ تمہاری عمر کتنے سال کی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ البتہ! حجاب رابع میں ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوا کرتا تھا اس کو میں نے 72 ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: جبرئیل! مجھے اپنے رب کی عزت وجلال کی قسم، وہ ستارہ میں ہی تھا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے کئی ہزار سال پہلے پیدا ہو چکے تھے۔

تمام مخلوقات کی پیدائش کے لیے

حضرات! یہ ساری کائنات، آسمان وزمین، شمس وقمر، جنت ودوزخ، انس وجن، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وجود میں آئی ہے، اگر آپ کی ذات بابرکات تشریف نہ لاتی تو عالم میں کوئی ایک شئے بھی پیدا نہ ہوتی۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بداں کہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم است۔

(مدارج النبوۃ، حصہ: دوم، صفحہ:1)

ترجمہ: جان لو کہ پوری کائنات، تخلیق عالم وآدم کا ذریعہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

الحاصل شمس وقمر کی روشنی، گلاب وچنبیلی کی خوشبوئیں، باغ کے پھول اور سارے عالم کی یہ چہل پہل اور رونقیں صرف اور صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وجود میں آئی ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا:

توئی شاہ و ایں جملہ خیلِ تواند
تو مقصود و اینہا طفیلِ تواند

نیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ہے ان ہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (سورۂ حجر، آیت:85)

ترجمہ: ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے پیدا کیا۔ (مدارج، جلد: اول، صفحہ:309)

معلوم ہوا کہ آپ تمام کائنات کے لیے واسطہ ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ اس مضمون پر بہت سی حدیثیں اور اقوال صحابہ ناطق ہیں، مثلاً:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ: اِنْ كُنْتُ اِتَّخَذْتُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَاَهْلَهَا لِاُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا۔ (انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، صفحہ:14، مدارج، حصہ: دوم، صفحہ:4)

ترجمہ: حضرت جبرئیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا رب فرماتا ہے: میں نے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنا خلیل بنایا (مگر) آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ کسی مخلوق کو آپ سے زیادہ بزرگ پیدا نہیں کیا۔ بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس واسطے پیدا فرمایا کہ جو عزت ومنزلت آپ کی میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مِمَّ خُلِقْتَ؟ قَالَ: لَمَّا اَوْحٰى اِلَيَّ رَبِّيْ مَا اَوْحٰى قُلْتُ: يَا رَبِّ! مِمَّا خَلَقْتَنِيْ؟ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ، لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ اَرْضِيْ وَلَا سَمَائِيْ، قُلْتُ: يَا رَبِّ! مِمَّ خَلَقْتَنِيْ؟ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ جَنَّتِيْ وَلَا نَارِيْ۔ (نزہۃ المجالس، حصہ: دوم، صفحہ:81)

ترجمہ: یارسول اللہ! آپ کس لیے پیدا فرمائے گئے؟ فرمایا: جب مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: اے رب! تو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین وآسمان کو پیدا نہ فرماتا۔ دوبارہ میں نے یہی عرض کیا: پھر مجھے خطاب

ہوا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی جنت ودوزخ کو نہ بناتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواحِ تورات عنایت ہوئیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: الٰہی! تو نے مجھے ایسی کرامت سے سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ مکرم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) چوں کہ ہم نے تیرے قلب کو سب سے زیادہ متواضع پایا، اس لیے کلام ورسالت سے مشرف فرمایا: فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ وَمُتْ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَعَلٰى حُبِّ مُحَمَّدٍ (ﷺ)۔ یعنی جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے، اس کا شکر ادا کرو اور میری توحید اور محبت رسول پر قربان ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: الٰہی! محمد کون ہیں؟ جن کی محبت میری توحید سے مقرون ہے۔ ارشاد ہوا: محمد (ﷺ) وہ ہیں کہ جن کا نام نامی میں نے آسمان وزمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے عرش پر لکھا ہے، اگر تو میری بارگاہ میں نزدیکی چاہتا ہے تو ان پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: الٰہی! مجھے محمد (ﷺ) سے آگاہ فرمادے کہ وہ کون ہیں، جن کے بغیر تیرے دربار میں قرب حاصل نہیں ہوسکتا۔ خطاب آیا: اے موسیٰ! لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُّقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُّرْسَلًا وَلَا اِيَّاكَ۔

یعنی اگر محمد (ﷺ) اور ان کی امت نہ ہوتی تو میں جنت ودوزخ، چاند وسورج، شب وروز، ملائکہ وانبیا کسی کو پیدا نہ کرتا اور تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یا اللہ! میں تیرے دربار میں زیادہ محبوب ہوں یا محمد (ﷺ) زیادہ محبوب ہیں؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! تو میرا کلیم ہے اور محمد (ﷺ) میرے حبیب ہیں اور قاعدہ ہے کہ حبیب، کلیم سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یا اللہ! کلیم اور حبیب میں فرق کیا ہے؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ کو دوست رکھے اور اس کی رضا طلب کرے اور حبیب وہ ہوتا ہے جسے خود اللہ اپنا دوست رکھتا ہے

اور اس کی رضا چاہتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: یَا مُحَمَّدُ! (ﷺ) کُلُّ اَحَدٍ یَطْلُبُ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ:74، حصہ: دوم)

ترجمہ: اے محمد! (ﷺ) ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

نیز کلیم وہ ہوتا ہے جو چالیس دن روزہ رکھے اور چالیس راتیں عبادت کرے پھر خود کوہ طور پر آئے اور میرے ساتھ کلام کرے۔ حبیب وہ ہوتا ہے جو اپنے بسترِ مبارک پر محوِ خواب ہو اور میں خود جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھیج کر اُسے اپنے پاس بلاؤں اور اس سے ہم کلام ہوں۔ (معارج النبوۃ، رکن اول، صفحہ:13)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: جب میں زبور پڑھتا ہوں تو ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس سے میرے دل کو راحت وچین حاصل ہوتا ہے، میرا تمام عبادت خانہ روشن ومنور ہوتا ہے اور محراب ودر جنبش میں آجاتے ہیں۔ یا اللہ! یہ نور کیسا ہے؟ خطاب آیا: یہ میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے کہ: لِاَجْلِہٖ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ وَاٰدَمَ وَحَوَّا وَالْجَنَّۃَ وَالنَّارَ۔ یعنی ان ہی کے لیے میں نے دنیا وآخرت، آدم وحوا اور جنت ودوزخ کو پیدا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی یہ سب رونقیں حبیب خدا کے لیے بنائی گئی ہیں۔ (معارج، رکن اول، صفحہ:12)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ: اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ: لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:6)

حضرت جبرئیل میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت نہ پیدا کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ نہ بناتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوگئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اے میرے رب! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما۔

ارشاد ہوا: آدم! تو نے محمد (ﷺ) کو کیوں کر پہچانا، انھوں نے عرض کیا: جب تو نے

مجھے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح ڈالی، اس وقت میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا دیکھا تھا، اس سے میں نے یہ جان لیا اور سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام جہاں سے پیارا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صَدَقْتَ یَا اٰدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِذَا سَئَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:6، مدارج النبوۃ، حصہ دوم، صفحہ:4)

یعنی اے آدم! تو نے درست کہا، واقعی وہ مجھے سارے جہاں سے پیارا ہیں، تو نے جب ان کا واسطہ پیش کیا تو میں نے تجھے بخش دیا، اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو اے آدم! میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

ایک روایت میں یہی الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ حضرت آدم نے عرض کیا:

یَا رَبِّ! بِحُرْمَۃِ ھٰذَا الْوَلَدِ ارْحَمْ ھٰذَا الْوَالِدَ فَنُوْدِیَ یَا اٰدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَیْنَا بِمُحَمَّدٍ فِیْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاکَ۔ (انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ:14)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! اس ولد کی برکت سے اس والد پر رحم فرما۔ آواز آئی: اے آدم! اگر تو محمد (ﷺ) کی سفارش تمام آسمان والوں اور زمین والوں کے حق میں کرتا تو بھی میں تیری سفارش قبول کرتا اور سب کو معاف کر دیتا۔

سبحان اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرتبہ عظمیٰ رکھتے ہیں کہ ان کے واسطے سے سب کی مغفرت ہوتی ہے۔ لہٰذا ہم بھی اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے ان کا وسیلہ تلاش کریں۔

☆☆☆

دوسرا وعظ
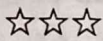
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔ (سورۂ مائدہ، آیت:15)

حضرات! آج کی مجلس میں بیان کیا جائے گا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے آبائے کرام کی پشتوں میں تشریف لائے اور ان حضرات کو آپ نے کیا رحمت وکرم عنایت فرمایا۔ روایت میں ہے کہ جب خدائے قدوس وبرتر نے اپنے حبیب پاک کا نور پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار کو ظاہر فرمایا تو حضور کے نور کو ان کے انوار کی طرف نظر کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نور کرامت ظہور نے جب انوار انبیا پر احکم الحاکمین کے حکم کے بموجب نظر فرمائی تو آپ کے نور کی روشنی کے آگے تمام انبیائے کرام کے انوار کی روشنی مضمحل اور ماند پڑگئی اور جب نبیوں کے نور پر آپ کا نور غالب آیا تو انوار انبیا نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: مولا! یہ کس کا نور ہے جس کی چمک دمک کے آگے ہمارے انوار پھیکے پڑ گئے؟

ارشاد ہوا: یہ نور میرے پیارے حبیب محمد ابن عبد اللہ کا ہے، اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو مرتبۂ نبوت پر فائز ہوگے، سب نے بیک زبان عرض کیا:

مولا! ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لائے، ارشاد ہوا: پس میں تم پر گواہ ہوں۔

سبحان اللہ! ہمارے رسول پاک کا کیا بلند مقام ہے کہ تمام انبیائے کرام اور رسولانِ عظام کو ان کے صدقے میں نبوت عطا فرمائی جارہی ہے، بلکہ ان سب سے حضور پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا اقرار لیا جارہا ہے۔ قرآن پاک میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ

مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ إِصْرِیْ قَالُوْٓا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَأَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشَّاھِدِیْنَ۔ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ (سورۂ آل عمران، آیت:82-81)

ترجمہ: اے محبوب! یاد کریں جب خدائے برتر نے پیغمبروں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمھیں کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس رسول معظم تشریف لائے تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے پاس ہے تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد ضرور کرنا۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی گواہ ہوں، پھر جو اس کے بعد اس ذمے داری سے منہ پھیرے تو وہی لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اس واقعے سے ثابت ہوا کہ ہمارے رسول معظم صرف ہمارے نبی نہیں، بلکہ جملہ انبیا کے بھی نبی ہیں اور تمام انبیا اور ان کی اُمتیں حضور سراپا نور کے امتی ہیں۔

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق سے لکھتے ہیں:

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء است وظاہر گردد ایں معنی آخرت کہ جمیع انبیا تحت لوائے وے باشد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وہم چنیں در شب اسرا امامت کرد ایشاں را واگر اتفاق ے افتاد مجئی او در زمن آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم واجب می گشت بر ایشاں وبر اُمم ایشاں ایماں بوئے ونصرت وے۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:3، انوار محمدیہ، صفحہ:11)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے نبیوں کے نبی ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت میں سارے انبیائے کرام وغیر ہم آپ کے جھنڈا تلے جمع ہوں گے، جس طرح معراج کی رات تمام انبیا نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی اور اگر اتفاق سے آپ کی آمد حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ہوتی تو ان پر اور ان کی امت پر آپ کی حمایت ونصرت کرنا اور آپ پر ایمان لانا واجب ہوتا۔

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَتَکُوْنُ نُبُوَّتُہٗ وَرِسَالَتُہٗ عَامَّۃً لِجَمِیْعِ الْخَلْقِ مِنْ زَمَنِ اٰدَمَ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

وَتَكُوْنُ الْاَنْبِيَاءُ وَاُمَمُهُمْ كُلُّهُمْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔ (انوار محمدیہ من مواہب للدنیہ، صفحہ:11)

ترجمہ: حضور کی نبوت ورسالت، حضرت آدم کے زمانے سے لے کر روز قیامت تک تمام مخلوق کے لیے عام ہے، تمام انبیا اوران کی امتیں حضور کی امت ہیں۔

حضرت علی شیر خدا مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنْ اٰدَمَ فَمَنْ بَعْدَهٗ اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ فِيْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بُعِثَ وَهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرُنَّهٗ وَيَاْخُذُ بِذٰلِكَ الْعَهْدَ عَلٰى قَوْمِهٖ وَهُوَ يُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا۔ (انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ:11، شفا، ج:1، صفحہ:28)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے بھی انبیا بھیجے، سب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لے لیا کہ اگر آپ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو اُن پر ایمان لائیں، ان کی مدد کریں اور اپنی امت سے اسی بات کا عہد لیں۔ چنانچہ اس عہدِ ربانی کے مطابق ہمیشہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان کرتے اور اپنی مجالس ومحافل میں حضور کی تعریف کرتے رہے اور اپنی امتوں سے حضور سراپا نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے، یہاں تک کہ آخری مژدہ رساں حضرت عیسیٰ بن مریم مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ کہتے ہوئے تشریف لائے۔

نورنبی پشت آدم میں

اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور شمس وقمر وغیرہ پیدا فرمائے، پھر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا، پھر تمام عالم میں ندا کی گئی کہ تم میں سے جو کوئی نور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت رکھنے کی اہلیت وقابلیت رکھتا ہو وہ اس امانت کو اٹھالے۔ جب عالم میں سے کسی نے اس گوہر بے بہا کو رکھنے کی قابلیت واہلیت خود میں نہ دیکھی تو سب نے سر عجز جھکا دیا۔ تب اشرف المخلوقات حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امانت کو اٹھالیا۔

اہل اشارات فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اسی امانت کی طرف اشارہ ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ۔ (سورۂ احزاب، آیت:72)

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر امانت (نور مصطفی) پیش فرمائی، تو سبھوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے، لیکن انسان (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس کو اٹھالیا۔ (معارج النبوۃ رکن اول، صفحہ:197)

الغرض نور مصطفی ونور اللہ کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں اور بعض روایت کے مطابق آپ کی پشت میں رکھا گیا جس کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ بہت بلند ہو گیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس نور مصطفی کی برکت سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جملہ مخلوقات کے اسما تعلیم فرمائے۔

قرآن پاک میں ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ (مدارج، حصہ دوم، ص:4)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جملہ اسما، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔

ابریز شریف میں ہے کہ اس آیت میں اسما سے مراد اسمائے عالیہ ہیں نہ کہ سافلہ:

فَاِنَّ كُلَّ مَخْلُوْقٍ لَهٗ اِسْمٌ عَالٍ وَاِسْمٌ نَازِلٌ فَالْاِسْمُ النَّازِلُ هُوَ الَّذِيْ يُشْعِرُ بِالْمُسَمّٰى فِي الْجُمْلَةِ وَالْاِسْمُ الْعَالِيْ هُوَ الَّذِيْ يُشْعِرُ بِاَصْلِ الْمُسَمّٰى وَمِنْ اَيِّ شَيْءٍ هُوَ وَبِفَائِدَةِ الْمُسَمّٰى وَلِاَيِّ شَيْءٍ يَّصْلَحُ۔

ترجمہ: یعنی ہر مخلوق کے دو نام ہوتے ہیں، عالی اور نازل۔ اسم نازل وہ ہوتا ہے جو فی الجملہ مسمی کی خبر دیتا ہے اور اسم عالی وہ ہوتا ہے جو اصل مسمی کی طرف مشعر ہوتا ہے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے اور کس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اسی نور پاک کی برکت سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجود ملائکہ بنایا اور تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:4)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورۂ بقرہ، آیت:34)

ترجمہ: یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ منکر ہوا، غرور میں پڑ گیا اور کافر ہو گیا۔

محققین اور عرفا فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ کا سجدہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حقیقت نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔ (سیرت نبوی، صفحہ:8)

جب ملائکہ سجدے سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ ملائکہ بہشتی جوڑا پہنایا، جس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ منقوش تھا۔ فرشتوں نے سر پر نورانی تاج رکھا اور اُنھیں بہشتی تخت پر بیٹھایا۔ ستر ہزار فرشتے حضرت آدم کی دائیں طرف، ستر ہزار فرشتے بائیں طرف، ستر ہزار فرشتے آپ کے آگے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے پیچھے صلوٰۃ وتحیہ پڑھتے ہوئے بہشت میں لے گئے۔ وہاں رضوانِ خلد بریں اور حورانِ ماہ جبیں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ پر صلاۃ وتسلیم کے طباق نچھاور کیے۔ (معارج النبوۃ، رکن:1، ص:237)

منقول ہے کہ جب نور محمدی آدم کی پیشانی میں جلوہ فرما ہوا، آپ اپنی پیشانی سے باریک آواز سننے لگے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: مولا! یہ آواز کیسی ہے؟ ارشاد ہوا: اے آدم! یہ آواز ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تسبیح ہے، جو تمہارا فرزندار جمند ہوگا۔

(معارج النبوۃ، رکن دوم، ص:8)

تفسیر بحر العلوم نسفی میں ہے کہ جب نور محمد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں رونق افروز ہوا تو ملائے اعلیٰ میں ان کی تعظیم ہونے لگی، تمام ملائکہ آپ کے پیچھے اکرام وتعظیم کے بطور چلتے۔ ایک روز حضرت آدم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ! میری اس تعظیم وتوقیر کا کیا سبب ہے؟ خطاب آیا: اے آدم! جو نور تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے، یہ سب تعظیم وتوقیر اس نور محمدی کی وجہ سے ہے۔ پھر عرض کیا: یا اللہ! اسے کسی ایسے عضو میں منتقل فرما، تاکہ اس کی زیارت سے مشرف ہوسکوں اور اپنے قلب کو مسرور کرسکوں۔ چنانچہ وہ نور محمدی آپ کے دست راست کی انگلی 'سبابہ' میں منتقل فرما دیا گیا۔ جب آپ نے اس نور کا مشاہدہ کیا اور اس کی زیارت سے مشرف ہوئے، تو اُس انگلی کو اٹھایا اور پڑھا: أَشْهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہی وجہ ہے کہ اس انگلی کا نام شہادت کی انگلی پڑ گیا۔ اس کے بعد اس انگلی کو بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا اور حضور پر درود شریف پڑھا۔

معارج النبوۃ میں منقول ہے: ''گویند در وقت اذان در حین استماع اشہد ان محمد أرسول

اللہ (ﷺ) بوسیدن انگشت بر دیدہ نہادن نیز سنت آدم است علیہ الصلوٰۃ والسلام واحادیث در فضل آں آوردہ اند۔'' (رکن اول، صفحہ:338)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ اذان کے وقت جب اشھدان محمدارسول اللہ سنے تو انگشت شہادت کو چوم کر آنکھوں پر رکھے، یہ حضرت آدم کی سنت ہے اور اس کے بیان میں بہت ساری احادیث وارد ہیں۔

''ایں سنت درمیان اولاد تا بہ قیامت بگزاشت۔'' (معارج، رکن اول، صفحہ:124)

یعنی یہ سنت اولاد آدم میں قیامت تک باقی رہے گی۔

ثابت ہوا کہ انگوٹھے چومنا سنتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ لہٰذا جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح اولاد ہے وہ چومے گی، یعنی اولاد آدم اس کا انکار نہیں کرے گی۔

شامی، جلد اول، باب الاذان میں ہے:

يَسْتَحِبُّ أَن يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدًا لَهُ إِلَى الْجَنَّةِ۔

یعنی پہلی بار جب أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے اور دوسری بار سنے تو قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے، پھر دونوں انگوٹھے کو اپنی آنکھوں پر رکھے اور یہ کہے کہ یا اللہ! میرے کان اور میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچا۔

حضرت حوا کی پیدائش

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت میں قیام پذیر ہوئے تو اکیلے تھے، کوئی ہم جنس نہ تھا، اس لیے آپ نے اپنے ہم جنس جوڑے کی درخواست پیش کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خواب طاری فرما کر اُن کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو حضرت حوا کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے، پھر ان کی طرف دست تصرف دراز کیا۔ ملائکہ مقربین بحکم رب العالمین مانع ہوئے اور کہا: اے آدم! نکاح اور ادائے مہر سے پہلے حوا کو ہاتھ نہ

لگانا۔ پوچھا: ان کا مہر کیا ہے؟ کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود اور ایک روایت میں بیس مرتبہ درود شریف پڑھنا ان کا مہر ہے، تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور پر درود پڑھا اور حضرت جل جلالہ نے خود خطبہ پڑھ کر حوا کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کیا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ:5، انوار محمدیہ، صفحہ:14، سیرت نبوی، صفحہ:7)

نور محمدی کا حضرت حوا کی جانب منتقل ہونا

منقول ہے کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت سے زمین کی جانب بھیجے گئے اور سلسلہ توالد وتناسل کا جاری ہوا تو ایک دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پاکیزہ مکان میں تشریف فرما تھے کہ اچانک غیب سے ایک صاف وشفاف نہر اُن کے روبرو جاری ہوئی۔ یہ ایک عظیم نہر تھی جو بہشت سے ظاہر ہوئی تھی۔ اس نہر کے پیچھے حضرت جبرئیل دیگر ملائکہ مقربین کے ساتھ میوۂ بہشتی کا طبق ہاتھ میں لیے ہوئے ظاہر ہوئے اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَاأَبَامُحَمَّدٍ! کہا اور پوچھا: آپ ان میووں کو جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! یہ بہشتی میوے ہیں۔ ملائکہ نے عرض کیا: آپ یہ میوہ تناول فرمائیں۔ پھر اس نہر میں غسل فرما کر حضرت حوا سے صحبت کریں، کیوں کہ آج نور محمدی کو بجانب حوا منتقل ہونا ہے۔ حضرت آدم نے وہ بہشتی میوہ تناول فرمایا اور نہر میں غسل کیا اور حضرت حوا کے ساتھ صحبت کی، تو وہ نور محمدی حضرت حوا کی جانب منتقل ہوا۔ مدت حمل میں حضرت حوا کے دونوں پستانوں کی درمیانی جگہ سورج کی طرح چمکتی تھی۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وقت پیدائش سے اس وقت تک تمام ملائکہ کی نگاہوں میں معزز ومکرم تھے اور سب فرشتے ان کی تعظیم کرتے تھے۔ جب نور محمدی حضرت حوا کی طرف منتقل ہوا تو تمام فرشتے حضرت حوا کی تعظیم وتکریم کرنے لگے۔ حضرت آدم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: یا اللہ! یہ سب فرشتے حوا کی تعظیم کرنے لگ گئے۔ حکم ہوا: اے آدم! یہ سب تعظیم وتکریم تیری اس نور کے باعث تھی جو تیری پشت میں جلوہ فرما تھا۔ اب چوں کہ وہ نور حوا کی جانب منتقل ہوگیا، اس لیے ان سب کی توجہ اُنھیں کی جانب ہوگئی۔ (معارج، رکن اول، صفحہ:256)

☆☆☆

تیسرا وعظ

نورِ محمدی کا حضرت شیث کی طرف منتقل ہونا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

حضرات! جب نور محمدی بجانب حوا منتقل ہوا، مدت حمل پوری ہوگئی اور وضع حمل کا وقت آ گیا تو حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام تن تنہا پیدا ہوئے۔ حالاں کہ اس سے پہلے ہر حمل سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقدرت الٰہی پیدا ہوتے رہے، مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو اکیلے پیدا ہوئے۔ ان کے اکیلے ہونے کی حکمت یہ تھی کہ نور محمدی ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:6)

حضرت آدم کی تمام اولاد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ خوبصورت، نیک سیرت اور جامع کمالات تھے اور نور محمدی ان کی پیشانی سے درخشاں تھا۔ جب آپ حد بلوغ کو پہنچے تو آپ سے حفاظتِ نور حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر عہد لیا گیا اور ایک عہد نامہ اس مضمون کا تحریر کرایا گیا کہ وہ نور محمدی کی خوب حفاظت کریں۔ اسے ارحامِ طاہرات اور اصلابِ طیبات میں جائز طور پر پہنچائیں اور اپنی اولاد کو اس نور کی حفاظت کی تاکید بلیغ کریں اور ان سے وصیت فرمائیں کہ وہ بطناً بعد بطنٍ اس عہد نامے کو ایک دوسرے تک پہنچائیں اور ہر ایک اس پر عمل کرے۔ چنانچہ وہ عہد نامہ شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق ان کی اولاد میں قرناً بعد قرنٍ حضرت عبد اللہ کے زمانے تک ہر ایک کو یکے بعد دیگرے موصول ہوتا رہا اور ہر ایک نور محمدی کی حفاظت اور اسے ارحام طیبات میں جائز طور پر پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ہر زمانے میں سفاح جاہلیت سے پاک رہا۔ (معارج، رکن اول، صفحہ:257)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تَقَلُّبَكَ فِي الْمَسَاجِدِيْنَ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ ہمیشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقلب می کرد در اصلاب انبیا تا کہ بزائید مادر وے۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ:6، سیرت حلبی، صفحہ:24)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیا کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ اپنی والدہ کے بطن میں پہنچے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ بفتح فا پڑھا اور فرمایا: اَنَا اَنْفَسُكُمْ نَسَبًا وَّمِهْرًا وَّحَسَبًا۔

(انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، صفحہ:16، مدارج، صفحہ:6)

یعنی میں نسب ومہر اور حسب کی بہ نسبت تم سے نفیس ترین ہوں۔

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:16؛ سیرت نبوی، صفحہ:8-9، مدارج، حصہ دوم، صفحہ:6)

ترجمہ: میں تمام زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں پھرا، یعنی ساری دنیا دیکھی مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کسی کو نہ دیکھا۔

حضور پرنور کے تمام آباواجداد مسلمان تھے

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا از آدم عبداللہ وآمنہ سب موحد تھے، کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ خود سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:15، مدارج، صفحہ:6، سیرت نبوی، صفحہ:23)

ایک حدیث میں یہ ہے: لَمْ اَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:23) یعنی میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی جانب منتقل ہوتا رہا۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ میرے تمام آباواجداد اور مائیں پاک تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے آباواجداد میں کوئی بھی مشرک نہ تھا، بلکہ سب مومن اور موحد تھے، کیوں کہ مشرک نجس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ بے شک مشرک نجس اور پلید ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ آباواجداد پاک ہیں۔ (سیرت حلبی، صفحہ:33)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِنَّ جَمِيْعَ اٰبَاءِ مُحَمَّدٍ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ وَقَدْ قَالَ تَعَالٰى: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَوَجَبَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَحَدٌ مِّنْ اَجْدَادِهٖ مُشْرِكًا۔ (انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ:34)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباواجداد مسلمان تھے، اس پر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی جانب منتقل کیا گیا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک نجس اور پلید ہوتے ہیں، تو ضروری ہے کہ آپ کے اجداد سے کوئی ایک بھی مشرک نہ ہو (بلکہ تمام مسلمان ہیں)۔

ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اجداد اور مائیں مسلمان تھیں، ان میں کوئی ایک بھی مشرک اور کافر نہیں تھا۔ جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً والدین کریمین کو (معاذ اللہ) کافر وناری کہتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب پاک میں سوئے ادب ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا ہونے کا اندیشہ ہے۔ منکرو! اگر تمھیں محققین کا مسلک پسند نہ ہو، تو کم از کم اس مسئلے میں توقف ہی اختیار کرلو، یہ بڑا نازک مقام ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچ جاؤ، نجات اسی میں ہے۔

سوال: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً۔ (سورۂ انعام، آیت:74)

یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کا باپ آزر تھا جو کافر ومشرک تھا اور حضرت ابراہیم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے، تو وہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کے تمام آباواجداد مسلمان تھے؟

جواب: اس کے جواب علمائے حقانی نے بہت سے دیے ہیں، مگر یہاں حضرت شیخ احمد
صاوی مالکی کا جواب ذکر کرتا ہوں جو انھوں نے تفسیر صاوی میں ذکر کیا ہے۔

وَهُوَ هٰذَا مُقْتَضٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاٰيَةِ مَرْيَمَ أَنَّ اٰزَرَ أَبَا إِبْرَاهِيْمَ كَانَ كَافِرًا وَهُوَ يُشْكِلُ
عَلٰى مَا قَالَهُ الْمُحَقِّقُوْنَ أَنَّ نَسَبَ رَسُوْلِ اللهِ مَحْفُوْظٌ مِّنَ الشِّرْكِ فَلَمْ يَسْجُدْ أَحَدٌ مِّنْ
اٰبَائِهٖ مِنْ عَبْدِ اللهِ إِلٰى اٰدَمَ لِصَنَمٍ قَطُّ وَبِذٰلِكَ قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَتَقَلُّبَكَ فِي
السَّاجِدِيْنَ۔ قَالَ الْبُوْصِيْرِيُّ فِي الْهَمْزِيَّةِ:

وَبَدَا لِلْوُجُوْدِ مِنْكَ كَرِيْمٌ   عَنْ كَرِيْمٍ اٰبَاؤُهٗ كَرِيْمٌ

أُجِيْبُ عَنْ ذٰلِكَ بِأَنْ حِفْظَهُمْ مِنَ الْاِشْرَاكِ مَا دَامَ النُّوْرُ الْمُحَمَّدِيُّ فِيْ ظَهْرِهِمْ
فَإِذَا نْتَقَلَ جَازَ أَنْ يَّكْفُرُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ كَذَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ هُنَا وَهٰذَا عَلٰى تَسْلِيْمِ أَنَّ
اٰزَرَ اَبُوْهُ وَاَجَابَ بَعْضُهُمْ اَيْضًا بِمَنْعِ أَنَّ اٰزَرَ اَبُوْهُ بَلْ كَانَ عَمَّهٗ وَكَانَ كَافِرًا وَّتَارَخُ اَبُوْهُ
مَاتَ فِي الْفَتْرَةِ وَلَمْ يَثْبُتْ سُجُوْدُهٗ لِصَنَمٍ وَإِنَّمَا سَمَّاهُ اَبًا عَلٰى عَادَةِ الْعَرَبِ مِنْ تَسْمِيَةِ
الْعَمِّ اَبًا وَفِي التَّوْرَاةِ إِسْمُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ تَارَخُ۔ (تفسیر صاوی، جلد دوم، صفحہ:22)

ترجمہ: اس آیت اور سورۂ مریم کا مقتضٰی یہ ہے کہ آزر ابراہیم کا باپ کافر تھا۔ اس پر سوال
پیدا ہوگا کہ محققین نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب پاک شرک سے محفوظ ہے۔
آپ کے آباواجداد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم تک کسی نے بت کا سجدہ
ہرگز نہیں کیا ہے۔ اسی کے ساتھ مفسرین کرام نے اس آیت میں قول کیا ہے: وَتَقَلُّبَكَ فِي
السَّاجِدِيْنَ۔ آپ سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوتے رہے (آپ کے تمام آباواجداد مسلمان
تھے) تو اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے آبا شرک سے محفوظ تھے، جب کہ نور محمدی
ان کی پشت میں جلوہ گر تھا۔ جب نور محمدی منتقل ہوگیا تو اس کے بعد ان سے کفر جائز ہے۔ اس
طرح بعض مفسرین نے کہا، لیکن یہ جواب تب ہے جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آزر ابراہیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

باپ نہیں چچا تھا اور کافر تھا۔ آپ کے والد تارخ تھے جو زمانہ فترت میں وفات پا چکے تھے اور
انھوں نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا اور چچا کو باپ اس لیے کہا گیا ہے کہ عرب کی
عادت ہے کہ چچا کو باپ کہتے ہیں اور تورات میں حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارخ لکھا ہے۔

فائدہ: علامہ صاوی کی اس عبارت قَالَهُ الْمُحَقِّقُوْنَ أَنَّ نَسَبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوْظٌ عَنِ الشِّرْكِ سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے محققین حضور اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم کی نسب پاک کو شرک سے محفوظ مانتے ہیں اور جو نسب پاک کو شرک سے محفوظ نہیں مانتے وہ
غیر محقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

استفتا

حضرات! منکرین کے منھ بند کرنے کے لیے مولوی عبدالحی لکھنوی کا ایک فتویٰ پیش ہے۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ثبوت ایمان والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں اور
کوئی ان دونوں (والدین) کی طرف تحریراً یا تقریراً نسب کفر کرے اس کا کیا حکم ہے؟

ھوالمصوب

اس مسئلے میں علما کا اختلاف واقع ہے، بعض ایمان بعد الاحیاء کے قائل ہوئے اور بعض
احادیث احیا کو موضوع کہتے ہیں اور عدم ایمان کے قائل ہیں اور ان کے ہونے کی وجہ سے
ارباب فترت نجات کے قائل ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے سات رسالے تحریر کیے ہیں
اور شدومد کے ساتھ نجات ثابت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی ان کے بعض رسائل کا رد
لکھ چکے ہیں، لیکن چوں کہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں اس وجہ سے سکوت اسلم اور یہ کہنا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کافر ہیں یا فی النار ہیں، بڑی بے ادبی اور رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا سبب ہے۔ حموی شرح اشباہ میں لکھتے ہیں: اِعْلَمْ أَنَّ السَّلَفَ
اِخْتَلَفُوْا فِيْ أَبَوَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ أَمْ لَا. نَذْهَبُ إِلَى
الْأَوَّلِ جَمْعٌ مِنْهُمْ صَاحِبُ التَّفْسِيْرِ وَذَهَبَ إِلَى الثَّانِيْ جَمَاعَةٌ وَنَفَرٌ مِّنَ الْجَمْعِ الْأَوَّلِ قَالُوْا
بِنَجَاتِهِمَا مِنَ النَّارِ وَسُئِلَ الْقَاضِيْ أَبُوْ بَكْرِ ابْنُ الْعَرَبِيِّ أَحَدُ الْأَئِمَّةِ الْمَالِكِيَّةِ عَنْ رَجُلٍ
قَالَ: إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّارِ فَأَجَابَ بِأَنَّهٗ مَلْعُوْنٌ لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَا اَذٰی اَعْظَمُ مِنْ اَ
یُّقَالَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ فِی النَّارِ وَقَالَ السُّھَیْلِیُّ فِی الرَّوْضِ الْاَنْفِ لَیْسَ لَنَا نَحْنُ اَنْ نَقُوْ
ذَالِکَ فِی الْبَرِیَّۃِ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُؤْذُوا الْاَحْیَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ ا
یَقُوْلُ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الْاٰیَۃَ وَاُمِرْنَا اَنْ نُّمْسِکَ اللِّسَانَ اِذَا ذُکِرَ اَصْحَا
بِشَیْئٍ یَرْجِعُ ذٰلِکَ عَلَی الْعَیْبِ فِیْھِمْ فَلِاَنْ نُّمْسِکَ عَنْ اَبَوَیْہِ اَحَقُّ وَاَحْرٰی فَجُمْلَۃُ الْمَرَامِ
ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ اَنَّ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃَ لَیْسَتْ مِنَ الْاِعْتِقَادَاتِ فَلَاحَظَّ لِلْقَلْبِ مِنْھَا وَاَ
اللِّسَانُ فَحَقُّہُ الْاِمْسَاکُ عَمَّا یَتَأَذَّرُ مِنْہُ النُّقْصَانُ اِنْتَھٰی مُلَخَّصًا وَمُخْتَصَرًا وَاللّٰہُ تَعَا
اَعْلَمُ۔ (فتاویٰ عبدالحی، جلد دوم، کتاب المناقب، صفحہ:232-233)

یعنی نبی کریم کے والدین کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے سکوت اختیا
کیا ہے اور بعض نے نجات کا قول کیا ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے ایک مالکی امام سے پوچھا کہ
جو والدین مصطفیٰ کو جہنمی مانے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ایسا کہنے وا
ملعون ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں ہے کہ جو اللہ و رسول کو تکلیف دے اس پر دنیا و آخرت میں
اللہ کی لعنت ہے اور ایسا کہنا کہ والدین مصطفیٰ جہنمی ہے اس سے زیادہ سخت تکلیف دہ کچھ نہیں۔
سہیلی کہتے ہیں کہ مخلوق میں ہمیں ایسا کہنے کا حق حاصل نہیں کہ نبی کریم کا فرمان ہے کہ
زندوں کو مُردوں کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ نیز فرمان الٰہی ہے، اللہ و رسول کو تکلیف نہ دو۔ نیز
صحابہ کے ذکر شدہ باتوں کے بارے میں ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس تعلق سے کچھ
بولنا معیوب ہے۔ چنانچہ والدین مصطفیٰ کے بارے میں کچھ لب کشائی کرنے سے زیادہ بہتر
خاموش رہنا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ مسئلہ اعتقادات سے نہیں، اس لیے اس تعلق سے کوئی را
ظاہر کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش ہی رہا جائے۔ کیوں کہ درست علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔
اب تو ان دریدہ دہنوں کے لیے مناسب ہے کہ اس مسئلے میں اپنے منھ کو لگام دیں اور حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو اذیت پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

چوتھا وعظ

نورِ محمدی کا پاک پشتوں میں منتقل ہونا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔

حضرات! نور محمدی حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت
نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل ہوا تو ان کو طوفان سے محفوظ فرمایا، پھر درجہ بدرجہ منتقل ہوتا
ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں جلوہ گر ہوا تو ان پر نار کو گلزار بنایا۔
(سیرت نبوی، صفحہ:9، نشر الطیب، صفحہ:9)

پھر وہ نور درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ہاشم تک پہنچا۔ جس وقت ان کی پیشانی میں
نور محمدی کی شعائیں چمکتی تھیں اس وقت ایک یہودی عالم آپ کو دیکھتا تو آپ کا ہاتھ چومتا اور جس
چیز پر آپ گزر فرماتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔ قبائل عرب اور وفود علمائے اہل کتاب اپنی اپنی
لڑکیاں برائے نکاح ان کے روبرو پیش کرتے، یہاں تک کہ ہرقل بادشاہ روم نے ان کے پاس
پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی ہے، جس سے زیادہ حسین و جمیل اور درخشندہ رو کوئی خاتون پیدا نہ
ہوئی ہوگی۔ آپ میرے پاس تشریف لائیے تاکہ آپ کا نکاح اپنی اس دختر سے کردوں،
کیوں کہ آپ کا شہرۂ جود و کرم مجھ تک پہنچا ہے۔ مگر مقصود اس کا وہ نور محمدی تھا جس کے اوصاف
کریمہ انجیل میں لکھے ہوئے پائے تھے، لیکن حضرت ہاشم نے انکار فرمادیا۔
(سیرت نبوی، بحوالہ مواہب للدنیہ، صفحہ:19)

نور محمدی کا بجانب عبد المطلب منتقل ہونا

جب نور محمدی حضرت عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوا تو آپ کے جسم سے مشک و کستوری کی

خوشبو آتی تھی اور آپ کی پیشانی میں نور محمدی چمکتا تھا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت
عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ''جبل ثبیر'' پر لاتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے تو
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے نور کی برکت سے بارش رحمت برساتا اور انھیں سیراب کرتا۔

(سیرت نبوی، صفحہ:21، انوار محمدیہ، صفحہ:18، مدارج، حصہ دوم، صفحہ:9)

ایک روز حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حجر میں جو کعبہ معظمہ میں ایک مقام کا نام ہے
سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور سر تیل سے چپڑا ہوا ہے اور
بیش قیمت اور خوبصورت لباس میں ملبوس ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ یہ کس
نے کیا ہے۔ ان کے والد آپ کو قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے۔ کاہنوں نے خبر دی کہ
پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس جوان کی شادی کر دو۔ چنانچہ آپ کی شادی کر دی گئی۔

(مدارج، صفحہ:9، انوار محمدیہ من مواہب للدنیہ، صفحہ:18)

روایت ہے کہ جب ابرہہ یعنی حاکم یمن اپنا لشکر اور ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف گرانے
کے لیے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا تو قوم قریش بڑے خائف ہوئے۔ جب یہ خبر حضرت
عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو قریش کو جمع کیا اور فرمایا: کوئی خوف نہ کرو، اس گھر کا محافظ خود اللہ
ہے، وہی اسے ابرہہ کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ میں صرف اس دریتیم (نور محمدی) کا محافظ ہوں۔
ابرہہ آیا اور قریش کے اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لے گیا اور حضرت عبدالمطلب کے چار سو اونٹ بھی
پکڑ لیے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے ہمراہ ''جبل ثبیر'' پر تشریف لائے تو ان کی پیشانی سے
نور مصطفی کی شعاعیں چمکیں اور خانہ کعبہ پر پڑیں، جس سے وہ روشن ہو گیا۔ عبدالمطلب نے ان
شعاعوں کو دیکھ کر قریش سے کہا: اے گروہ قریش! واپس چلے جاؤ، تمہاری مہم سر ہو گئی۔ ابرہہ
تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ خدا کی قسم! جب کسی مہم میں اس نور کی شعاعیں اس طرح روشن ہوتی
ہیں تو ضرور کامیابی ہوتی ہے (یہ ہے نور محمدی کی مشکل کشائی)۔ تمام لوگ اپنے اپنے گھر واپس
آ گئے۔ ابرہہ نے ایک جرنیل کو فوج دے کر کہا کہ تو اہل مکہ کو شکست دے اور بیت اللہ کو
گرا دے۔ جب وہ شخص مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور حضرت عبدالمطلب کی صورت پر اس کی نظر
پڑی تو وہ بے اختیار چیخا جیسے گائے ذبح کے وقت چیختی ہے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

جب ہوش میں آیا، عبدالمطلب کو سجدہ کیا اور کہا: اَشْهَدُ اَنَّكَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ حَقًّا۔
یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو قریش کا سچا سردار ہے۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ:9، انوار محمدیہ، صفحہ:18، سیرت نبوی، صفحہ:30)

روایت ہے کہ جب سفید ہاتھی نے جو انہدام کعبہ کے لیے لایا گیا تھا، اس نے حضرت
عبدالمطلب کے چہرے کو دیکھا تو سجدے میں گر گیا۔ حالاں کہ اس نے کبھی ابرہہ کو بھی سجدہ نہیں کیا
تھا جیسے دوسرے ہاتھی سجدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفید ہاتھی کو قوت گویائی عطا فرمائی، تو
ہاتھی نے کہا: سلام ہو اُس نور پر اے عبدالمطلب! جو تیری پشت میں جلوہ گر ہے۔

(مدارج، صفحہ:19، انوار محمدیہ، صفحہ:19، سیرت نبوی، صفحہ:30)

حضرات! ہاتھی جیسے جانور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مانتے اور اس کے سامنے
سر عجز جھکا دیتے ہیں مگر منکر بدعقیدہ انسان ہو کر نور مصطفی کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے۔
حضرت عبدالمطلب جب اپنے اونٹ چھڑانے کے واسطے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے
آپ کی صورت پاک جس میں نور محمدی چمک رہا تھا، دیکھ کر آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، تخت
سے اتر آیا، آپ کو اپنے پاس بیٹھایا اور پوچھا: کس مطلب کے لیے تشریف لائے ہو؟ آپ نے
فرمایا: اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ ابرہہ نے فوراً حکم دیا: سردار قریش کے اونٹ
واپس کر دیے جائیں اور کہا: اے عبدالمطلب! تمہاری عزت و تعظیم میرے دل میں اتنی ہے کہ
اگر تم خانہ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لیے کہتے تو میں اسے منہدم نہ کرتا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ
عنہ نے فرمایا: خانہ کعبہ کا محافظ و نگہبان خود خدائے برتر ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا،
میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ابرہہ لشکر لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کے
لیے چلا۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل کا لشکر بھیجا۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ
میں ایک پنجے میں اور ایک دوسرے پنجے میں۔ کنکریاں مسور کی دال کے برابر تھیں، مگر جس آدمی
پر کنکری لگتی تھی، ہلاک ہو جاتا تھا۔ اس طرح سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ ابرہہ واپس اپنے ملک کو بھاگا۔
اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن میں ایسی بیماری پیدا فرمائی کہ اس کی انگلیاں ٹکڑے ہو کر گر پڑیں،
اس کے بدن سے پیپ اور خون بہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا دل پھٹ گیا اور ذلیل و خوار ہو کر

مرگیا۔ اسی قصے کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورۂ فیل میں اشارہ فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ۝

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا داؤ تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر ابابیل کا لشکر بھیجا کہ انھیں کنکر کے پتھروں سے مارتے، تو انھیں ہلاک کر ڈالا، جیسے کھائی کھیتی کی پتی۔ (سیرت نبوی، صفحہ:31)

سبحان اللہ! ایسی عظمت نور محمدی کی تھی کہ دیکھ کر بادشاہ بھی ہیبت میں آجاتے اور تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ (فالحمد للہ علی ذالک)

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے اندر حالت خواب میں دیکھا کہ میری پشت سے ایک درخت نکلا۔ (بعض روایت میں ہے کہ چاندی کی زنجیر نکلی) جس کا سر آسمان تک پہنچ گیا اور اس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیل گئیں۔ وہ اتنا نورانی تھا کہ اس سے زیادہ چمکدار نور میں نے کبھی نہ دیکھا۔ اس کا نور آفتاب کے نور سے ستر درجے زائد تھا اور اس کا ارتفاع ہر ساعت زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ عرب وعجم کے لوگ اسے سجدہ کرتے تھے جب کہ ایک قریش جماعت اس کی ڈالیاں پکڑ کر لٹک رہی تھی اور ایک قوم قریش اسے کاٹنے کا ارادہ کرتی تھی، لیکن جب پاس جاتی تھی، تو ایک جوان جس سے زیادہ حسین کوئی دیکھنے میں نہیں آیا، اس قوم کی پیٹھ توڑ ڈالتا اور آنکھیں نکال ڈالتا تھا۔ پس میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے حصہ لینا چاہا مگر وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ کسی نے کہا اس میں تیرا حصہ نہیں۔ میں نے کہا پھر کس کا حصہ ہے؟ کہا جو اس سے پہلے معلق ہو چکے ہیں۔ آپ یہ خواب دیکھ کر کافی ڈر گئے اور ایک کاہن (تعبیر بتانے والا) کے پاس جا کر اپنا خواب بیان کیا، اس نے یہ خواب سن کر کہا: اِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ يَّمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ وَتَدِيْنُ لَهُ النَّاسُ۝

یعنی اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو یقیناً تمہاری پشت سے ایک ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک ومختار ہوگا، لوگ اس کا دین قبول کریں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے حلقہ بگوش غلام بنیں گے۔ (سیرت نبوی، صفحہ:32، انوار محمدیہ، صفحہ:19)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول ہیں جن کی گواہی پہلے معبر اور خواب داں دے رہے ہیں کہ وہ تمام کائنات کے مالک ومختار ہوں گے، مگر آج کا منکر، بدعقیدہ، حضور کا کلمہ پڑھ کر بھی حضور کو مالک ومختار نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ اسے عقل ودانش عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

پانچواں وعظ

نور محمدی کا بجانب حضرت عبداللہ منتقل ہونا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

حضرات! اب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلب عبدالمطلب سے منتقل ہو کر حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے زیادہ خوبصورت اور با اخلاق تھے، ان کے چہرے میں چمکتا تھا۔ چہرۂ مبارک ایک روشن ستارے کی طرح نظر آتا تھا۔ (سیرت نبوی، صفحہ:33)

ایک دن حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکلتا ہے اور اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں: ایک حصہ مشرق کو اور دوسرا حصہ مغرب کو گھیر لیتا ہے۔ پھر وہ نور مدور ہو کر اور بادل کی طرح بن کر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، وہ نور بادل کی صورت میں آسمان کی طرف بڑھتا ہے۔ پھر وہ واپس آ کر میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس جگہ میں بیٹھتا ہوں وہاں سے آواز آتی ہے: اے شخص! تیرے پشت میں نور محمدی جلوہ گر ہے، تجھ پر سلام ہو۔ نیز جس خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ جب اس سے اٹھ جاتا ہوں تو پہلے کی طرح خشک ہو جاتا ہے۔ جب کسی بت خانے کے قریب سے گزرتا ہوں تو بت چیخنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: اے عبداللہ! میرے قریب نہ آؤ، کیوں کہ تیری پیشانی میں نور رسول آخر الزماں جلوہ گر ہے جو بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر عبدالمطلب

نے کہا: اے عبداللہ! تجھے بشارت ہو کہ تمہاری پشت میں نور محمدی جلوہ گر ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا۔ (معارج النبوۃ، صفحہ:403، رکن اول)

روایت ہے کہ جب نور محمدی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں چمکا، عرب میں ان کے حسن و جمال کا شہرہ بلند ہوا، یہود جوق در جوق آتے اور دیکھ کر کہتے کہ یہ نور عبداللہ کا نہیں بلکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں نبی کا ہے جو ان کی پشت سے پیدا ہوگا۔ تمام یہودی حضرت عبداللہ کے دشمن بن گئے اور آپ کے قتل کی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ یہودی ملک شام کی زہر آلود تلواریں لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے ارادے سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے، یہاں تک کہ حوالی مکہ میں پہنچ گئے۔ موقع کے منتظر رہے، ایک روز حضرت عبداللہ تن تنہا جنگل میں شکار کے لیے تشریف لے گئے، دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اتفاقاً اسی روز وہب بن عبد مناف شکار کے لیے اسی صحرا میں موجود تھے اور دور سے یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں آیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عبداللہ کی مدد کرے، مگر کثرت دشمن سے ڈر گئے پھر خیال آیا کہ عبداللہ کی سفارش کر دے کہ دشمن دفع ہو جائے۔ ابھی اسی خیال میں تھے کہ دیکھا: چند سوار عالم غیب سے ظاہر ہوئے، جن کی شکل و صورت ہماری طرح نہ تھی، انھوں نے دشمن نا ہنجار کو قتل کیا۔

واقعی اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔

(مدارج، صفحہ:17، معارج، رکن اول، صفحہ:404)

حضرت عبداللہ پر خواتین کا فدا ہونا

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سن بلوغ کو پہنچے اور آپ کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا، تو بڑی بڑی صاحب ثروت ماہ رو خواتین آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر عاشق ہو گئیں اور طالب وصال ہوئیں۔ یہ سب فریفتہ ہو کر اس راستے پر بیٹھ جاتیں، جہاں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرتے، وہ آپ کو اپنی طرف بلاتیں مگر عبداللہ بہ برکت نور محمدی ان کی جانب ذرا بھی التفات نہ فرماتے اور نہ ہی نگاہ اٹھا کر دیکھتے۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:17)

ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ شریف کے قریب سے گزرے، وہاں بنواسد کی ایک خاتون بنام رقیصہ یا قتیلہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خاتون حضرت عبداللہ کو دیکھ کر آپ کے حسن و جمال پر عاشق ہوگئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طالب وصال ہوئی اور سو اونٹ دینے کا وعدہ کیا، مگر آپ نے انکار کیا اور واپس گھر آگئے۔ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت کی اور نور محمدی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہوا۔ پھر ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاتون جو طالب وصال ہوئی تھی، اس کے پاس سے گزرے، اس نے آپ کے چہرے کو دیکھا مگر وہ چمکتا نور نظر نہ آیا۔ وہ کہنے لگی: کیا تم نے کسی خاتون سے صحبت کی ہے؟ فرمایا: ہاں! اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی ہے۔ کہنے لگی: اب مجھ کو تمہاری حاجت نہیں، میں تو اس نور کی طالب تھی جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا مگر وہ جس کے نصیب کا تھا، اُسے مل گیا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:17-18)

اسی طرح کا ایک قصہ یہ بھی ہے کہ فاطمہ نامی ایک خاتون ملک شام کی رہنے والی تھی۔ بڑی عفیفہ اور پاکیزہ اخلاق والی تھی۔ اس کے علاوہ کتب ساوی کی عالمہ بھی تھی اور فن کہانت میں ماہر تھی، اسے معلوم تھا کہ نور محمدی کے طلوع ہونے کا وقت قریب ہے اور وہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے سے پیدا ہوگا۔ چنانچہ وہ نور محمدی کے حصول کی خاطر ولایت شام سے چل کر صحرائے مکہ معظمہ میں آکر ٹھہری۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار سے واپس ہو کر اس کی منزل سے گزرے، تو فاطمہ کی نظر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمال جہاں آرا پر پڑی، اس نے علامات سے پہچانا کہ میرا مقصود اُن ہی سے حاصل ہوگا، وہ اپنی جھونپڑی سے نکلی اور آپ کو اندر آنے کی دعوت دی۔ آپ اس کی دعوت کو منظور فرما کر اندر تشریف لے گئے، تو فاطمہ نے آپ کا بہت احترام واکرام کیا اور بتایا کہ میں آپ کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتی ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کی اجازت کا بہانہ کر کے گھر تشریف لے آئے۔ تقدیر الٰہی اُسی رات نور محمدی حضرت آمنہ کی جانب منتقل ہوا، آپ علی الصبح اپنے والد ماجد کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فاطمہ شامی کا قصہ بیان فرمایا۔ حضرت عبدالمطلب نے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ خوش وخرم فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اپنے والد کی

اجازت سے دوبارہ نکاح کی خواہش بیان کی۔ مگر فاطمہ نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھا تو اُسے وہ چمکتا نور محمدی نظر نہ آیا۔ کہنے لگی: اے عبداللہ! جس نور کی خاطر میں نے یہ صحرا نوردی کی ہے اور صعوبتیں جھیلی ہیں وہ نور آپ سے رخصت ہو چکا ہے، اس لیے اب مجھے آپ سے نکاح کا شوق نہیں رہا۔ چنانچہ فاطمہ بڑی حسرت لے کر اپنے وطن کو واپس ہوگئی۔ (معارج، رکن اول، صفحہ:406-407)

غرض کہ بہت سی حسین وجمیل خواتین اس نور محمدی کی طالب ہوئیں جب وہ نور اُن کو میسر نہ ہوا تو وہ پاگل اور دیوانی ہوگئیں۔ حتیٰ کہ جس رات حضرت آمنہ کی طرف نور محمدی منتقل ہوا تو دوسو خواتین رشک سے مرگئیں۔ (معارج النبوۃ، رکن اول، صفحہ:407)

☆☆☆

چھٹا وعظ

نورِ محمدی کا بجانب حضرت آمنہ منتقل ہونا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

حضرت عبداللہ کا نکاح

جب حضرت عبدالمطلب کو معلوم ہوگیا کہ زنانِ عرب عبداللہ پر مائل ہیں اور ہر ایک طالب ہے، تو اُن کے نکاح کی فکر دامن گیر ہوئی اور ایسی لڑکی کی تلاش ہوئی جو پاک دامن، نیک سیرت ہو، حسب ونسب، حسن وجمال اور عقل وتمیز میں سب سے افضل ہو، ان دنوں وہب بن عبدمناف کی ایک دختر تھی جس کا نام آمنہ تھا، جو حسن وجمال میں یکتا، صورت وسیرت میں بے مثل، عقل وتمیز میں بے نظیر اور حسب ونسب میں افضل ترین تھیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ ایسی پاکیزہ خاتون کے ساتھ حضرت عبداللہ کا نکاح ہو۔ وہب بن عبدمناف نے حضرت عبداللہ کی اس کرامت کو دیکھا تھا جب کہ دشمنوں نے (یہود) آپ کو جنگل میں گھیرا اور آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ غیبی سپاہ آئی اور دشمنوں کو قتل کردیا۔ حضرت وہب بن عبدمناف اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ جب گھر واپس لوٹے تو اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنی دختر نیک اختر حضرت آمنہ کا رشتہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کو دے دوں۔ آپ کی بیوی اس پر رضامند ہوگئی۔ چنانچہ حضرت وہب بن عبدمناف نے اپنے بعض دوستوں کے واسطے سے حضرت عبدالمطلب کو اپنا رشتہ دینے کا پیغام بھیجا۔ ادھر حضرت عبدالمطلب بھی اس تلاش میں تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے ایسا رشتہ ملے جو حسب ونسب، عفت اور حسن و

جمال میں بے مثل ہو۔ اب ان کو ایسا رشتہ خود بخود مل گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا۔ (مدارج النبوۃ، حصہ دوم، صفحہ:17)

نورِ محمدی رحمِ آمنہ میں

نکاح کے بعد ماہ رجب میں شب جمعہ کو نورِ محمدی حضرت آمنہ کے شکم اقدس میں جلوہ افروز ہوا۔ سبحان اللہ! کیا شان والی رات تھی جس رات میں محبوب خدا اپنی اماں جان کے شکم اقدس میں تشریف لائے۔ اسی واسطے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شب جمعہ کو لیلۃ القدر سے افضل بتاتے ہیں، کیوں کہ جو خیرات وبرکات اور کرامات وسعادت اس رات نازل ہوئیں وہ کسی اور شب میں قیامت تک، بلکہ ابدالآباد تک نہ نازل ہوئیں اور نہ ہی ہوں گی۔ (مدارج، صفحہ:17)

آپ کے حمل میں آنے سے عجائبات کا ظہور

جب نورِ محمدی رحمِ مادر میں جلوہ گر ہوا تو دنیائے عالم میں عجیب عجیب واقعات ظہور میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے خازنِ جنت کو حکم دیا کہ فردوس بریں کے دروازے کھول دے اور تمام عالم کو خوشبو سے معطر کردے اور آسمانوں وزمین میں یہ ندا کی جائے:

اَلَا اِنَّ النُّوْرَ الْمَخْزُوْنَ الْمَکْنُوْنَ الَّذِیْ یَکُوْنُ مِنْہُ النَّبِیُّ الْھَادِیْ یَسْتَقِرُّ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَةِ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:21، مدارج، صفحہ:18)

یعنی آج رات جو نور مخزون اور گوہر مکنون شکم مادر میں رونق افروز ہوا، وہ نبی ہادی ہوگا۔

قریش کے تمام چوپائے کہنے لگے: حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَبِّ الْکَعْبَةِ وَھُوَ اِمَامُ الدُّنْیَا وَسِرَاجُ اَھْلِھَا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:21)

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل والدہ میں تشریف لے آئے ہیں، کعبہ کے رب کی قسم! وہ دنیائے عالم کے سردار ہیں اور دنیا کے رہنے والوں کے لیے سراج ہیں۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو حضور کی آمد کی خوش خبری دی۔ (مدارج، صفحہ:18)

اس رات کی صبح تمام روئے زمین کے بت اوندھے منھ گر پڑے اور تمام بادشاہوں کے

تخت سرنگوں ہو گئے۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:18، سیرت نبوی، صفحہ:36، انوار محمدی، صفحہ:21)

اس بابرکت رات میں کوئی گھر ایسا نہ رہا جو روشن نہ ہوا ہو اور ہر مکان میں نور داخل ہوا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ:18، انوار محمدیہ، صفحہ:22)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مادر میں آنے سے قبل قریش کے علاقے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، درخت خشک ہو گئے تھے، جانور لاغر ہو چکے تھے۔ مگر نور محمدی رحم مادر میں جلوہ گر ہوا تو دنیا کی حالت بدل گئی، رحمت کی بارش ہونے لگی، زمین سرسبز وشاداب ہو گئی، درختوں پر پتے لگ گئے اور میووں کی کثرت ہو گئی، چنانچہ عرب نے اس سال کا نام سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاجِ رکھ دیا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ:18، انوار محمدیہ، صفحہ:21، سیرت نبوی، صفحہ:37)

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس سال دنیا کی تمام خواتین اس نور محمدی کی برکت سے بچے جنیں، بچی کوئی نہ جنے۔ (سیرت نبوی، صفحہ:37، انوار محمدیہ، صفحہ:22)

اس شب ابلیس نے "کوہ ابوقبیس" پر چڑھ کر ایک چیخ ماری، تمام شیطان اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے: اے ابلیس! آج تجھے کیا تکلیف پہنچی اور یہ کیسی گھبراہٹ ہے؟ کہنے لگا: آج کی شب حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ دنیا میں تشریف لا کر ادیان باطلہ کو ختم کر دیں گے اور بتوں کو توڑ دیں گے۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ:82)

روایت میں ہے کہ حضور سراپا نور حمل میں جلوہ فرما ہوئے تو ہر آسمان سے یہ آواز آتی تھی:

اَبْشِرُوْا فَقَدْ آنَ اَنْ یَّظْهَرَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَیْمُوْنًا مُّبَارَكًا۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:22)

لوگو! جشن مناؤ، اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ مبارک اور سعادت مند رسول پاک کا دنیا میں ظہور ہوگا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول پاک میرے شکم اقدس میں تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک نور مجھ سے جدا ہوا، جس نور سے سارا جہان منور ہو گیا، یہاں تک کہ میں نے کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ:19)

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے حمل سے آخر تک مجھے کوئی علامت وگرانی حمل جو دیگر

خواتین کو ایام حمل میں معلوم ہوتی ہے محسوس نہ ہوئی۔ صرف اتنی بات تھی کہ حیض منقطع ہو چکا تھا۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:22؛ مدارج، حصہ دوم، صفحہ:18؛ نزہۃ المجالس، صفحہ:82)

جب آپ شکم مادر میں دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا، تو ملائکہ نے عرض کیا: مولا! تیرا حبیب یتیم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَنَا لَهٗ حَافِظٌ وَّنَصِیْرٌ۔ میں خود اس کی حفاظت ونصرت کرنے والا ہوں۔ (مدارج، صفحہ:19؛ انوار محمدیہ، صفحہ:22؛ سیرت نبوی، صفحہ:36)

ایک روایت میں ہے: اَنَا وَلِیُّهٗ حَافِظُهٗ وَحَامِیْهٖ وَرَبُّهٗ وَعَوْنُهٗ وَرَازِقُهٗ وَكَافِیْهٖ فَصَلُّوْا عَلَیْهِ وَتَبَرَّكُوْا بِاِسْمِهٖ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:36)

یعنی میں اس کا والی، محافظ وحامی، رب اور مددگار، رزاق اور کافی ہوں۔ اے فرشتو! تم ان پر درود پاک بھیجو اور ان کے نام سے برکت حاصل کرو۔

حکایت: حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم ہونے کی کیا حکمت ہے؟ والدہ ماجدہ کے شکم اقدس میں تھے کہ والد ماجد انتقال فرما گئے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں، پھر دادا حضرت عبدالمطلب داغ مفارقت دے گئے۔ آپ نے فرمایا: اس لیے تاکہ آپ پر کسی مخلوق کا حق نہ ہو، سوائے اللہ تعالیٰ کے، یعنی حضور سراپا نور صرف اپنے خدائے برتر کی طرف محتاج ہیں، نیز اس لیے آپ کو دُرِّ یتیم بنایا گیا تاکہ آئندہ آنے والے یتیموں کا قد بلند ہو جائے اور لوگ ان پر رحم وکرم کریں۔ (سیرت نبوی، صفحہ:36)

حضرت آمنہ کو بشارتیں

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حمل کے اول ماہ میں ایک دراز قد والے بزرگ کو دیکھا، انھوں نے فرمایا: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اے آمنہ! تجھے مبارک ہو، تیرے بطن میں تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ان کے والد آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ دوسرے ماہ میں ایک اور بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔ آمنہ تجھے مبارک ہو کہ تیرے بطن میں اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: شیث (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پھر

فرماتی ہیں: تیسرے ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ ۔ آمنہ تجھے مبارک ہو تیرے پیٹ میں نبی کریم تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ چوتھے ماہ ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمایا: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالسَّیِّدِیْ الشَّرِیْفِ وَالنَّبِیِّ الْعَفِیْفِ ۔ آمنہ تجھے مبارک ہو کہ تیرے بطن میں ایک بزرگ صاحب شرافت اور پاک نبی ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون بزرگ ہیں؟ کہنے لگے: میں ادریس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ پانچویں ماہ ایک اور بزرگ آئے اور فرمایا: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْبَشَرِ ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیرے بطن میں تمام انسانوں کے سردار ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے: میں ہود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ چھٹے ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالنَّبِیِّ الْهَاشِمِیِّ ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیرے شکم اقدس میں نبی ہاشمی جلوہ فرما ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ ساتویں ماہ میں ایک اور بزرگ آئے اور فرمانے لگے: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِحَبِیْبِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیرے بطن میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ومحبوب ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اسمٰعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ آٹھویں ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے، میں نے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے بتایا میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ نویں ماہ میں ایک اور بزرگ آئے اور فرمانے لگے: اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ آمنہ! مبارک ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے شکم اقدس میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ: 82-83، حصہ دوم)

☆☆☆

ساتواں وعظ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔

حضور سراپا نور کی تاریخ ولادت

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔ جمہور اہل سیر کا یہی خیال ہے اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ تھا اور اس کی بارہویں تاریخ تھی۔ اس لیے اہل مکہ اسی تاریخ کو موضع ولادت کی زیارت کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھتے ہیں اور پیر کا دن تھا۔ اسی پیر کے روز آپ پر وحی نازل ہوئی، اسی پیر کو آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی، اسی پیر کو مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، اسی پیر کو مکہ معظمہ فتح ہوا اور اسی پیر کو آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ (مدارج، اول، صفحہ: 20)

وقت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت طلوع آفتاب سے پہلے تھی۔ بعض نے فرمایا کہ رات میں ولادت پاک ہوئی۔ اکثر روایات میں ہے کہ ولادت پاک عین اس وقت ہوئی جب رات جا رہی تھی اور صبح صادق طلوع ہو رہی تھی، یعنی نورانی وقت تھا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 20)

زمان کو حضور سے شرافت حاصل ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو ان مہینوں میں پیدا نہیں فرمایا جو برکت وکرامت میں مشہور ہیں، جیسے محرم، رجب اور رمضان مبارک اور نہ ہی افضل دن، جیسے جمعہ مبارک کو پیدا

فرمایا، تا کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ حضور کو اس بزرگ ماہ یا بزرگ دن سے شرافت حاصل ہوئی
حالاں کہ زمان ومکان ہر شئے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرافت ملی ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حق آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متشرف بزمان نیست بلکہ زمان متشرف بہ اوست۔ وہمیں است حکمت در عدم وقوع ولادت شریف مشہور بہ کرامت وبرکت۔'' (مدارج، جلد دوم، صفحہ:20)

یعنی حق بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمان سے شرافت نہیں ملی بلکہ زمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرافت حاصل کی ہے۔ یہی حکمت تھی کہ بزرگ مہینوں میں آپ کی ولادت پاک نہیں ہوئی۔ آپ نے ماہ ربیع الاول اور پیر کو اپنی ولادت پاک سے شرافت بخشی جو کسی اور مہینہ اور دن کو نہیں۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے مگر پیر کی اس ساعت مبارک کا کیا مقابلہ کرسکتی ہے جس میں دونوں جہانوں کی رحمت نازل ہوئی۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:20)

حضور کے ظہور کے وقت جنت کا سجایا جانا

اب وہ مبارک وقت آتا ہے کہ جب دونوں جہان کے سردار دنیائے عالم کو اپنے قدم مبارک سے مزین ومشرف فرماتے ہیں۔ خالق کائنات نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو، جنت کے در بھی کھول دو، شمس کو لباس نور پہنا دو۔ گویا سارے عالم کو نور علی نور کردو، کیوں کہ نور والا تشریف لاتا ہے۔ (انوار محمدیہ من مواہب للدنیہ، صفحہ:22)

جنتی خواتین اور حوروں کا آنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو میں بالکل تنہا تھی اور حضرت عبدالمطلب طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ میں نے ایک آواز سنی جس سے میں خوفزدہ ہوئی، میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے نے اپنا بازو میرے دل پر ملا تو مجھ سے خوف

دہراس چلا گیا، پھر میں نے اپنے پاس سفید رنگ کی شربت دیکھی، پس اس کو نوش کیا، اس سے مجھے قرار حاصل ہوا اور ایک بلند نور کو ملاحظہ کیا۔ میں بالکل اکیلی تھی، اب کیا دیکھتی ہوں کہ کچھ خواتین بلند قد کھجور کے درخت کی مانند موجود ہیں، گویا وہ عبدمناف کی بیٹیاں ہیں۔ میں بڑی حیران ہوئی کہ یہ خواتین بلند قامت کہاں سے میرے پاس تشریف لے آئیں ہیں۔ میں اسی حیرانگی میں تھی کہ ان میں سے ایک خاتون بول اٹھی کہ میں آسیہ بیگم فرعون کی بیوی ہوں، دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ دوسری بیگمات حوریں ہیں۔

حضرات! اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیا زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، ان کو مردہ خیال کرنے والا خود مردہ ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر لحہ ایک ہولناک آواز سنتی تھی جو پہلے سے زیادہ ڈراونی ہوتی تھی۔

ملائکہ کا حضور کی زیارت کے لیے آنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی اثنا میں سفید رنگ کی دیباج دیکھی، جسے آسمان وزمین کے درمیان بچھایا گیا، بہت سے آدمی دیکھے جو آسمان وزمین کے مابین کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے ڈونٹے ہیں۔ پھر پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جنھوں نے میرے کمرے کو ڈھانپ لیا، ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات کو دور کردیا۔ میں نے مشرق ومغرب کو دیکھ لیا (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے حجابات دور فرمادیتا ہے اور تمام دنیا بیک وقت ان کی نگاہ میں ہوتی ہے)۔ پھر تین جھنڈے دیکھے کہ ایک مشرق میں نصب کیا گیا اور ایک مغرب میں اور ایک کعبہ شریف کی چھت پر (یہ اشارہ تھا کہ آپ کی حکومت مشرق سے مغرب تک ہوگی)۔ جھنڈے نصب ہوگئے، تو اب شہنشاہ دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ہزار جاہ وجلال اس گلشن دنیا میں طلوع اجلال فرمایا، جس کی آمد کا مژدہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور تشریف لایا ہے۔ آپ نے دنیا میں قدم مبارک رکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا سر مبارک سجدے میں جھکا کر دنیا کو

بتا دیا کہ محبوبانِ خدا عارفین باللہ پیدا ہوتے ہیں۔

حضور کا تمام دنیا کا دورہ کرنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفید بادل نے آپ کو ڈھانپ کر میری نگاہ سے غائب کر دیا، میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

طَوِّفُوْا بِهٖ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَاَدْخِلُوْهُ الْبِحَارَ لِيَعْرِفُوْهُ بِاِسْمِهٖ وَنَعْتِهٖ وَصُوْرَتِهٖ۔

یعنی محبوب کو زمین کے مشرق و مغرب کا دورہ کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ، تاکہ اہل دنیا آپ کے اسم مبارک، نعت شریف اور صورت سے واقف ہو جائیں۔

پھر وہ بادل چلا گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ ایک ریشمی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور پانی کے قطرات گر رہے ہیں اور کہنے والا کہہ رہا ہے:

بَخٍ بَخٍ قَبَضَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِيْ قَبْضَتِهٖ۔

یعنی مرحبا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا پر قبضہ جما لیا ہے، اہل دنیا سے کوئی مخلوق ایسی باقی نہیں رہی جو آپ کے قبضے میں داخل نہ ہوئی ہو۔

جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ چودہویں رات کے چاند ہیں اور آپ سے کستوری کی مشک آ رہی ہے۔

(مدارج النبوۃ، جلد:2، صفحہ:22-23، انوار محمدیہ، صفحہ:22-23)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے، تو رضوانِ جنت نے آپ کے کان مبارک میں عرض کیا:

اَبْشِرْ يَا مُحَمَّدُ فَمَا بَقِيَ لِنَبِيٍّ عِلْمٌ وَّقَدْ اَعْطَيْتُهٗ فَاَنْتَ اَكْثَرُهُمْ عِلْمًا وَّاَشْجَعُهُمْ قَلْبًا۔

یا محمد! مبارک ہو، میں نے ہر نبی کا علم آپ کو عطا کیا ہے۔ آپ کا علم سب نبیوں سے زیادہ ہے، آپ سب سے زیادہ دلیر اور شجاع ہیں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:24)

وقت ولادت عجائبات کا ظہور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت عجیب عجیب واقعات ظہور میں آئے ان میں کچھ معتبر کتابوں کے حوالوں سے پیش کیے جاتے ہیں:

1- حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ معظمہ کے پاس گیا، آدھی رات کو دیکھا کہ کعبہ معظمہ مقام ابراہیم کو جھک گیا اور سجدہ کیا اور اس سے آواز آئی:

اَللهُ اَكْبَرُ اَللهُ اَكْبَرُ رَبُّ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى اَلْاٰنَ قَدْ طَهَّرَنِيْ رَبِّيْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِكِيْنَ۔

یعنی اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے، بے شک مجھ کو میرے رب نے بتوں کی ناپاکی اور مشرکوں کی پلیدی سے پاک فرمایا۔

نیز غیب سے یہ آواز آئی کہ کعبہ کے رب کی قسم! حق تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ اور مسکن بنایا۔ خانہ کعبہ کے آس پاس کے تمام بت پارہ پارہ ہو گئے۔ ہبل نامی بت جو بہت بڑا تھا، زمین پر گر پڑا اور حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ:23)

2- آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس نور کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔ (ایضاً ص:22)

خود سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ، صفحہ:513)

ترجمہ: میں اپنے امر کا اول بیان کرتا ہوں کہ میں دعوت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں اور بشارت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں اور اَمّاں جان کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے مجھے ولادت کے وقت دیکھا تھا، بے شک ایک نور نکلا جس سے ان کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ

پیدا ہوئے: خَرَجَ مَعَهٗ نُوْرٌ اَضَاءَ لَهٗ مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:25)

ترجمہ: ایک نور آپ کے ساتھ ظاہر ہوا جس سے مغرب و مشرق کی چیزیں روشن ہوگئیں۔

یعنی سب روئے زمین چمک اٹھی، جب چمکانے والے نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ، فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:67، انوار محمدیہ، صفحہ:25)

ترجمہ: جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہوگئی اور آپ کے نور مبارک سے آفاق منور ہوگئے، پس ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے راستوں کو طے کر رہے ہیں۔

ان روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور، نور تھے جس کی وجہ سے تمام زمین روشن ہوگئی۔

3- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں:

اُنھوں نے فرمایا کہ میں شہنشاہ دو عالم کی ولادت باسعادت کے وقت حاضر تھی۔ میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا گھر روشن ہوگیا، ستاروں کو دیکھا کہ وہ زمین کے بالکل قریب آگئے، میں خیال کرنے لگی کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

(مدارج النبوۃ، ج:2، صفحہ:21، انوار محمدیہ، صفحہ:25، سیرت نبوی، صفحہ:38، سیرت حلبی، صفحہ:68)

4- حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور آپ کی آواز نکلی تو میں نے کہنے والے کو سنا، وہ کہہ رہا ہے: رَحِمَكَ اللهُ۔

یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان کی چیز روشن ہوگئی، یہاں تک کہ میں نے ولایت روم کے بعض محل دیکھے، پھر آپ کو کپڑا پہنایا اور لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب و لرزہ چھا گیا۔ آپ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے۔ جواب دینے والے نے کہا: مشرق کی طرف۔ حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس واقعے کی

عظمت برابر میرے دل میں رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ پس میں اول اسلام لانے والوں میں ہوئی۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:25-26، نشر الطیب، صفحہ:18)

5- آپ کی ولادت مبارک کے وقت ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا، وہ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ چودہ کنگروں کا گرنا اس بات کی جانب اشارہ تھا کہ چودہ بادشاہوں کے بعد اُن کی حکومت ختم ہوجائے گی۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ:24؛ سیرت حلبی، صفحہ:85؛ انوار محمدیہ، صفحہ:26)

6- دریائے ساوہ خشک ہوگیا اور نہر ساوہ جو ایک مدت سے خشک تھی جاری ہوگئی۔ فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا اور جو کبھی نہ بجھتا تھا، حضور کی ولادت پاک کے وقت بجھ گیا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:24، انوار محمدیہ، صفحہ:26، سیرت حلبی، صفحہ:86)

7- جس رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، قریش کی ایک جماعت جس میں ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرابن نفیل بھی شامل تھے، اپنے بت کے پاس گئے۔ دیکھا کہ بت سرنگوں زمین پر گر پڑا ہے، اُسے سیدھا کیا، وہ پھر گر پڑا۔ اسی طرح اسے تین مرتبہ کھڑا کیا مگر وہ منھ کے بل گر پڑتا۔ کہنے لگے: آج کوئی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ گر پڑتا ہے، بڑے مغموم اور ملول ہوئے، اتنے میں بت کے اندر ہاتف نے بلند آواز سے کہا:

تَرَدّٰی لِمَوْلُوْدٍ اَنَارَتْ بِنُوْرِهٖ
جَمِيْعُ فُجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ
فَخَرَّتْ لَهُ الْاَوْثَانُ طُرًّا وَّ اَرْعَدَتْ
قُلُوْبُ مُلُوْكِ الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنَ الرُّعْبِ

ترجمہ: بت اس مبارک مولود کی وجہ سے گر جاتا ہے جس کے نور سے مشرق و مغرب کی تمام زمین روشن ہوگئی اور تمام بت گر گئے اور رعب کی وجہ سے تمام دنیا کے بادشاہوں کے دل کانپ اٹھے۔ (سیرت حلبی، صفحہ:84-85، مدارج، جلد دوم، صفحہ:25)

☆☆☆

آٹھواں وعظ

حضور سراپا نور کی میلاد مبارک

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (سورۂ ضحیٰ)

ترجمہ: اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضرات! قدیم زمانے سے دنیائے اسلام میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منائی جاتی ہے۔ بارہویں ربیع الاول کا مقدس دن اہل ایمان کے واسطے مسرت وخوشی کے اعتبار سے بمنزلہ عید کے ہے، مگر ہر زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم نہیں بھاتی، وہ صرف اس میلاد پاک کو بدعت ہی نہیں کہتے، بلکہ میلاد کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ بھی قرار دیتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کار خیر میں حصہ لینے سے روکتے ہیں، اسی واسطے حق کے اظہار کے لیے میلاد مبارک پر ایک تقریر پیش ہے:

حضرات! میلاد پاک کا ثبوت قرآن مجید، حدیث پاک اور اقوال سلف سے ہے۔ میلاد پاک میں ہزاروں برکتیں ہیں، اس کو بدعت کہنے والے خود بدعتی اور بے دین ہیں۔

محفل میلاد کی حقیقت

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ حقیقت میلاد کیا ہے؟ میلاد، مولود اور مولد یہ تینوں لفظ متقارب المعنی ہیں۔ میلاد پاک کی حقیقت صرف یہ ہے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور ایک عالم دین ان کے سامنے حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک، معجزات اور آپ کے اخلاق حمیدہ وغیرہ بیان کرے اور آخر میں بارگاہ رسالت میں درود وسلام باادب کھڑے ہوکر

پیش کریں، اگر توفیق ہو تو شیرینی پر فاتحہ دے کر فقرا ومساکین کو کھلائیں، احباب میں تقسیم کریں، پھر دعا مانگ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس آجائیں۔

یہ تمام چیزیں جو ذکر کی گئیں ہیں قرآن وحدیث اور علمائے امت کے زریں اقوال سے ثابت کی جاتی ہیں، باقی ہدایت کی توفیق دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

میلاد سنت الٰہیہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پاک خود اللہ تعالیٰ نے بیان کیا، اس لیے میلاد پاک بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے۔

ارشاد باری ہے: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (سورۂ توبہ، آیت:128)

یعنی بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے اور مسلمانوں پر کرم کرنے والے مہربان ہیں۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ۔

یعنی اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لائے۔ اس میں ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا: مِنْ اَنْفُسِكُمْ وہ رسول تم میں سے ہیں۔ اگر بفتح فا پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا: "تمہاری بہترین جماعت" میں ہیں۔ اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک بیان ہوا۔

پھر حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ میں آپ کی نعت شریف کا بیان فرمایا۔

میلاد مبارک مروجہ میں یہی تین امور بیان ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ میلاد شریف بیان کرنا سنت الٰہیہ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا۔ (سورۂ آل عمران، آیت:164)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

دیکھیے! یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے اور یہی میلاد مبارک ہے۔

سید عالم، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

خاتم الانبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ وحدہٗ لاشریک کی ایک عظیم نعمت ہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے اور کسی دلیل کی طرف محتاج نہیں مگر بدعقیدہ بدیہیات کے بھی منکر ہیں، اس لیے ان کے رفع شکوک کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمت الٰہی ہونا حدیث صحیح بخاری سے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل وفہم سلیم عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو وَهُمْ قُرَيْشٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، صفحہ:566)

ترجمہ: واللہ! وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا، وہ کفار قریش ہیں۔ عمرو (ابن دینار) کہتے ہیں کہ بدلنے والے قریش ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی نعمت ہیں۔

حضرات! اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور اس نعمت کی بے قدری کرنے والے کفار قریش ہیں۔ اب بھی جو بدقسمت اس کی ناقدری کرتا ہے، تو وہ ان ہی کفار کے ساتھ ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

جب سید عالم نعمت الٰہی ہیں تو پھر نعمت الٰہی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے، یہ فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کا کلام ہی کرے گا۔ ارشاد فرمایا گیا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (سورۂ ضحیٰ)

یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔ (سورۂ آل عمران، آیت:7)

یعنی یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔

دیکھیے! اللہ تعالیٰ حضور کے ذکر کرنے اور چرچا کرنے کا حکم فرماتا ہے اور میلاد مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہی ہوتا ہے جو مامور بہ ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بدعت وناجائز کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ بھی بدعت کرنے کا حکم دے سکتا ہے؟ گویا میلاد کو بدعت کہنے والے قرآن عظیم کے حقائق سمجھنے سے کوسوں دور ہیں۔

میلاد بیان کرنا سنت مصطفیٰ ہے

حضرات! منکر اور بدعقیدہ خواہ مخواہ میلاد مبارک کے بارے میں بضد ہیں اور اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حالاں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی میلاد خود اپنی مبارک زبان سے بیان کیا۔ سنو اور اپنے قلوب کو حسن عقیدت سے منور کرو، بدعقیدہ تو ہمیشہ اس نعمت سے محروم ہی رہیں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کسی بدعقیدے نے آپ کے نسب کے بارے میں طعن کیا ہے:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا... فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ:513)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں، فرمایا: میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں، اللہ نے مخلوق پیدا کیا ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا، پھر سب مخلوق کے دو گروہ کیے ان میں مجھے بہتر بنایا، پھر ان کے گھرانے بنائے، مجھے ان میں بہتر بنایا تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود محفل میلاد منعقد فرمائی ہے جس میں اپنا حسب ونسب بیان فرمایا ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس محفل میں ان لوگوں کا رد کیا جائے جو آپ کی بدگوئی کرتے ہیں۔

حضرات! اب منکرین سے پوچھو کہ بتاؤ میلاد بیان کرنا حرام وبدعت ہے یا سنت نبوی ہے؟ اللہ تم کو فہم ودانش ہی نہیں بلکہ ہدایت وسعادت عطا فرمائے ورنہ شیطان کچھ کم عالم تھا مگر راندۂ بارگاہ الٰہی ہوا۔

میلاد مبارک پر منکرین کا اعتراض

منکرین میلاد پاک کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ میلاد پاک میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور دن کا تعین شریعت میں زیادتی ہے، اس لیے میلاد ناجائز ہے، ان کا یہ سوال گیارہویں، تیجہ، ساتواں، چالیسواں وغیرہ میں مشترک ہے۔

اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دن کا تعین واجب وضروری نہیں، بلکہ ہم اہل سنت رات ودن ہر ہفتہ اور ہر مہینے میلاد کرنا باعث نجات وسعادت سمجھتے ہیں۔

ثانیاً یہ کہ اس زمانے کے منکرین میلاد، سیرت نبوی کے جلسے کرتے ہیں جن میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور تاریخ مقرر ہوتی ہے، مولوی مقرر کیے جاتے ہیں، وقت مقررہ پر لوگوں کو بڑے زور دے کر بلایا جاتا ہے، پس اگر اتنے تعینات کے باوجود جلسہ سیرت نبوی جائز ہو جاتا ہے۔ (کیوں کہ وہ خود کرتے ہیں اور ملاّ کے گھر ہر شئے حلال ہوتی ہے، حرام صرف دوسروں کے لیے ہوتی ہے) اور جلسۂ میلاد نبوی حرام وبدعت ہو جاتا ہے۔

ہم ان سے پوچھتے ہیں، مابہ الامتیاز پیش کرو کہ اس سے سیرت کے جلسے جائز رہیں اور میلاد کے جلسے اور محفلیں حرام ہو گئیں، ذرا منھ کھولو اور جواب دو! مگر حقیقت یہ ہے کہ جو چیز ان کے عقیدے میں بھی حرام ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے اور جو چیز فی نفسہ حلال ہے وہ ہم اہل سنت پر حرام ہے۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے کہ اللہ جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ دن مقرر کرنا یا کسی دن کی یادگار منانا حرام وبدعت ہے، یہ منکرین کی اپنی خود ساختہ شریعت ہے۔ قرآن پاک اور حدیث مبارک میں اس کی تصریح موجود ہے مگر اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ ان کی بدبختی ہے، اس میں ہمارا کیا قصور ہے وہ اپنی بدقسمتی پر روئیں۔

گوش ہوش سے سنو! قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ۔ (سورۂ ابراہیم، آیت:5)

یعنی اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کو اللہ کے دن یاد دلائیں۔

تشریح: سب عام وخاص جانتے ہیں کہ ہر دن اور ہر رات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر ان

ایام سے کیا مراد ہے؟ پتہ چلا کہ اللہ کے دنوں سے مراد اللہ کے وہ مخصوص دن ہیں جن میں اس کی نعمتیں اس کے بندوں پر نازل ہوئیں۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں، جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل فرمایا۔

عقل مندو! اگر من وسلویٰ کے نزول کا دن بنی اسرائیل کو منانے کا حکم ہوتا ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت جو تمام نعمتوں سے افضل واعلیٰ ہے بلکہ بنظر غائر سے دیکھا جائے تو باقی نعمتیں اسی نعمت عظمیٰ کے واسطے نازل ہوئی ہیں، تو یوم ولادت باسعادت منانا اور خوشی میں جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا اور مساکین کے لیے کھانا تقسیم کرنا کیوں بدعت وحرام ہے؟

حدیث پاک سے تعین یوم پر دلیل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَوَجَدَ الْيَهُوْدَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ تَصُوْمُوْنَهٗ فَقَالُوْا يَوْمٌ عَظِيْمٌ اَنْجَى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهٗ فَصَامَ مُوْسٰى شُكْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْكُمْ فَصَامَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ:180)

ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے پوچھا اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ یہودیوں نے کہا: یہ ایک بڑا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس) شکریے میں روزہ رکھا اور ہم بھی اس دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت ہم موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے زیادہ قریب ہیں تو آپ نے خود روزہ رکھا اور (دوسروں کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرات! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمن سے

نجات جیسی نعمت ملی اوران کا دشمن ہلاک ہو گیا تو بطور شکریہ اس دن کی یادگار منانے کے لیے ہمیشہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے اور خود سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر اور حکم دے کر واضح فرمادیا کہ نعمت نازل ہونے کے دن عبادت کرنا اوراس کی یادگار منانا سنت انبیا ہے، اس لیے ہم اہل سنت ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو جس میں ولادت باسعادت کی عظیم نعمت نازل ہوئی اور جو سب نعمتوں سے عظیم ترین ہے، جلسے منعقد کر کے، جلوس نکال کر، خوشی کا اظہار کر کے سنت انبیا پر عمل کرتے ہیں اور منکرین اس روز شیطان کی طرح جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ کوئی سنت انبیا پر عمل کرتا ہے اور کوئی طریقہ شیطان پر عمل کرتا ہے۔

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وُلِدْتُ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، ص:179)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن اترا۔

دیکھو بھائیو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے روز دو نعمتیں ملی تھیں تو آپ نے پیر کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے معین فرمایا، اب اگر منکرین تعین یوم کو بدعت وحرام کہتے ہیں، تو ان سے پوچھا جائے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن کو روزے کے لیے معین اور مخصوص فرمایا ہے۔ اب تمہارا کیا فتویٰ ہے؟

اس لیے ایسے من گھڑنت فتوؤں سے باز آؤ، ورنہ اللہ قہار کا عذاب بڑا شدید ہے۔

منکرین خود حرام کے مرتکب ہیں

منکرین دن مقرر کرنے کو حرام بتاتے ہیں، لیکن یوم آزادی کے ہر سال جلسوں میں شریک ہو کر خود ہی حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ ہے ان کی دیانت۔

جوازِ میلاد پر علما اور اولیا کی شہادتیں

حضرات! یوں تو میلاد مبارک کے استحباب واستحسان پر بہت سے علمائے سلف کے اقوال موجود ہیں مگر بخوف طوالت صرف چند کے اقوال یہاں بیان کیے جاتے ہیں جو شکوک کے

ازالے کے لیے کافی ہیں اور ضدی منکرین کے لیے تو سارا دفتر بھی بیکار ہے:

1-امام نووی کے استاد کا قول

وَمِنْ اَحْسَنِ مَا ابْتَدَعَ فِيْ زَمَانِنَا مَا يُفْعَلُ كُلَّ عَامٍ فِي الْيَوْمِ الْمُوَافِقِ لِيَوْمِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالْمَعْرُوْفِ وَاِظْهَارِ الزِّيْنَةِ فَاِنَّ ذٰلِكَ مَعَ مَافِيْهِ مِنَ الْاِحْسَانِ لِلْفُقَرَاءِ مُشْعِرٌ بِمَحَبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيْمِهٖ فِيْ قَلْبِ فَاعِلِ ذٰلِكَ وَشُكْرَ اللّٰهِ عَلٰى مَامَنَّ بِهٖ مِنْ اِيْجَادِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:100، سیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: ہمارے زمانے کی اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کیے جاتے ہیں، یعنی صدقات، خیرات اور زینت وسرور کا اظہار۔ کیوں کہ اس میں فقرا کے ساتھ احسان کرنے کے علاوہ اس بات کا شعار ہے کہ میلاد کرنے والے کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس نے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرما کر ہم پر احسان فرمایا ہے۔

2-ابن جرزی کا فرمان

فَاِذَا كَانَ هٰذَا اَبُوْ لَهَبٍ اَلْكَافِرُ الَّذِيْ نَزَلَ الْقُرْآنُ بِذَمِّهٖ جُوْزِيَ بِفَرْحِهٖ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ اُمَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسُرُّ بِمَوْلِدِهٖ وَيَبْذُلُ مَاتَصِلُ اِلَيْهِ قُدْرَتُهٗ فِيْ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعُمْرِيْ اِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَاؤُهٗ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ اَنْ يُّدْخِلَهٗ بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔

(انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ:28)

ترجمہ: جب ابولہب کافر کو جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں نیک جزا مل گئی (عذاب میں تخفیف) تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے موحد مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور کی ولادت کی خوشی مناتا ہو اور حضور کی

محبت میں حسب قدرت خرچ کرتا ہو۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اللہ کریم سے اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو اپنے فضل عمیم سے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

3-امام سخاوی کا قول

لَمْ يَفْعَلْهُ اَحَدٌ مِّنَ السَّلَفِ فِي الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ وَاِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ ثُمَّ لَازَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ مِنْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْكِبَارِ يَعْمَلُوْنَ الْمَوْلِدَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:100 وسیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: تینوں زمانوں میں اسلاف نے میلاد (مروجہ) نہیں کیا اس کے بعد شروع ہوا، پھر ہمیشہ مسلمان ہر طرف اور بڑے شہروں میں میلاد کرتے ہیں اور ان راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور میلاد پاک کا اہتمام کرتے ہیں۔ میلاد پاک کی برکت سے ان پر ہر قسم کا فضل و رحمت نازل ہوتی ہے۔

فائدہ: امام سخاوی کے کلام سے ثابت ہوا کہ میلاد پاک مسلمان کرتے ہیں، یہ ہر ملک اور ہر شہر میں کی جاتی ہے اور میلاد کرنے والوں پر فضل الٰہی نازل ہوتا ہے۔

4-یوسف بن اسمٰعیل نبہانی کا قول

علامہ یوسف بن نبہانی فرماتے ہیں:

لَازَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَ يَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقَاتِ وَيُظْهِرُوْنَ السُّرُوْرَ وَيَزِيْدُوْنَ فِي الْمَبَرَّاتِ وَيَعْتَنُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِهِ الْكَرِيْمِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:29)

ترجمہ: مسلمان ہمیشہ ولادت پاک کے مہینے میں محفل میلاد منعقد اور دعوتیں کرتے آئے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں ہر قسم کا صدقہ اور خوشی مناتے آئے ہیں، نیز نیکی کی کثرت اور میلاد پاک منانے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے آئے ہیں۔

5-امام ابن جوزی کا قول

مِنْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰى عَاجِلَةٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ وَاَوَّلُ مَنْ اَحْدَثَهٗ مِنَ الْمُلُوْكِ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ اَبُوْ سَعِيْدٍ صَاحِبُ اَرْبَلَ وَاَلَّفَ لَهُ الْحَافِظُ ابْنُ وَحْيَةَ تَاْلِيْفًا سَمَّاهُ التَّنْوِيْرَ فِيْ مَوْلِدِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ فَاَجَازَهُ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ وَصَنَعَ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ الْمَوْلِدَ وَكَانَ يَعْمَلُهٗ فِيْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَيَحْتَفِلُ بِهٖ اِحْتِفَالًا ضَائِلًا وَكَانَ شَهْمًا شُجَاعًا بَطَلًا عَاقِلًا عَالِمًا عَادِلًا وَطَالَتْ مُدَّتُهٗ فِي الْمُلْكِ اِلٰى اَنْ مَاتَ وَهُوَ مُحَاصِرُ الْفِرَنْجِ بِمَدِيْنَةِ عَكَّا سَنَةَ ثَلَاثِيْنَ وَسِتِّ مِائَةٍ مَحْمُوْدُ السِّيْرَةِ وَالسَّرِيْرَةِ۔

(سیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: میلاد پاک کی ایک تاثیر یہ ہے کہ سال بھر امن رہے گا اور مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے۔ بادشاہوں میں سے جس نے پہلے میلاد پاک کو ایجاد کیا وہ مظفر ابوسعید شاہ اربل تھا، اس کے لیے حافظ ابن وحیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر رکھا، اس کے عوض بادشاہ نے اس کو ہزار دینار نذر کیے۔ بادشاہ مظفر نے میلاد کیا اور وہ ربیع الاول شریف میں میلاد کیا کرتا تھا اور اس میں عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا۔ وہ ایک ذکی، بہادر، دلیر، عقلمند، عالم اور عادل تھا۔ اس کا زمانہ حکومت طویل رہا، یہاں تک انگریزوں کا محاصرہ کرتے ہوئے 'عکا' شہر میں 630ہجری میں انتقال کرگیا۔ وہ اخلاق مند اور عادت کا اچھا تھا۔

فائدہ: اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ شاہ اربل ملک مظفر ابوسعید عالم عادل ہونے کے علاوہ مجاہد بھی تھا اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، اس لیے جن لوگوں نے اُنھیں برے کلمات سے یاد کیا، وہ صحیح نہیں ہے۔

6-ابن جوزی کے پوتے کا قول

قَالَ سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ فِيْ مِرْاٰةِ الزَّمَانِ حَكٰى لِيْ بَعْضُ مَنْ حَضَرَ سِمَاطَ الْمُظَفَّرِ فِيْ بَعْضِ الْمَوْلِدِ فَذَكَرَ اَنَّهٗ عَدَّ فِيْهِ خَمْسَةَ اٰلَافِ رَاْسِ غَنَمٍ وَعَشْرَةَ اٰلَافِ دُجَاجَةٍ وَمِائَةَ

اَلْفِ زَبْدِيَةٍ وَثَلَاثِيْنَ اَلْفَ صَحْنٍ حُلْوٰى وَكَانَ يَحْضُرُ عِنْدَهٗ فِى الْمَوْلِدِ اَعْيَانُ الْعُلَمَاءِ وَالصُّوْفِيَّةُ فَيَخْلَعُ عَلَيْهِمْ وَيُطْلِقُ لَهُمُ الْبَخُوْرَ وَكَانَ يَصْرِفُ عَلَى الْمَوْلِدِ ثَلٰثَ مِائَةِ اَلْفِ دِيْنَارٍ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: حضرت ابن جوزی کے پوتے بیان کرتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا جو ملک مظفر کے دسترخوان پر میلاد پاک کے موقع پر حاضر ہوئے کہ اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بکریوں کے بھنے ہوئے سر، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ مکھن کی پیالی اور تیس ہزار حلوے کے طباق تھے۔ میلاد پاک میں اس کے یہاں مشاہیر علما اور صوفی حضرات موجود تھے۔ ان سب کو خلعتیں عطا کرتا، خوشبودار چیزیں سلگاتا تھا اور میلاد مبارک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

فائدہ: عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ میلاد مبارک میں فقط عوام ہی حاضر نہیں ہوتے تھے، بلکہ مشاہیر علما اور اولیا بھی شرکت کرتے تھے۔

7- سید احمد زینی شافعی کا قول

عَمَلُ الْمَوْلِدِ وَاجْتِمَاعُ النَّاسِ لَهٗ كَذَالِكَ مُسْتَحْسَنٌ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: میلاد پاک کرنا اور لوگوں کا اس میں جمع ہونا بہت اچھا ہے۔

8- سید احمد زینی شافعی کا دوسرا قول

اَلْمَوَالِدُ وَالْاَذْكَارُ الَّتِىْ تُفْعَلُ عِنْدَنَا اَكْثَرُهَا مُشْتَمِلٌ عَلٰى خَيْرٍ كَصَدَقَةٍ وَذِكْرٍ وَصَلَاةٍ وَسَلَامٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدْحِهٖ۔ (فتاویٰ حدیثیہ، ص:129)

ترجمہ: محافل میلاد اور اذکار جو ہمارے یہاں کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر بھلائی پر مشتمل ہیں، جیسے صدقہ، ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کی مدح۔

9- شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان

دریں جا سند است اہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کنند

و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کافر بود وقرآن بمذمت وے نازل شدہ چوں بسرور بمیلاد آں حضرت وبذل شیر جاریہ وے بجہتہ آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بمحبت و سرور وبذل مال دروے چہ باشد۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:26)

ترجمہ: میلاد پاک کرنے والوں کے لیے اس میں سند ہے جو میلاد کی رات جشن مناتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، یعنی ابولہب کافر تھا اور قرآن پاک اس کی مذمت میں نازل ہوا، جب اُسے میلاد کی خوشی منانے اور اپنی لونڈی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی اجازت دینے کے صلے میں یہ جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت اور خوشی سے بھرپور ہے اور میلاد پاک میں مال خرچ کرتا ہے۔

10- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے 'فیوض الحرمین' میں لکھا ہے کہ میں اُس مجلس میں حاضر ہوا جو مکہ معظمہ میں مکان مولد پاک میں تھی۔ بارہویں ربیع الاول کو اور ذکر ولادت پاک اور خوارق عادت، وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے ظاہر ہوئے، میں نے ان انوار میں تأمل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ان ملائکہ کے جو ایسی محافل متبرکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ (تواریخ حبیب الٰہ، صفحہ:8)

فائدہ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ایک مشہور ومقبول محدث تھے، تمام دیوبندیوں کی سندیں آپ تک پہنچتی ہیں۔ اب بتاؤ شاہ ولی اللہ بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا تم خود بدعتی ہو؟ یہ فیصلہ کرلو اور جواب دو۔ نیز معلوم ہوا کہ میلاد پاک کی محفل پر، انوارِ رحمت برستے ہیں مگر منکرین ان انوار سے محروم ہیں اور بدعت بدعت کہہ کر عینِ بدعت ہو گئے ہیں۔

11- مولوی محمد عنایت احمد کا قول

حرمین شریف اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد پاک کرتے ہیں، مسلمانوں کو جمع کرکے ذکر مولود پاک کرتے ہیں، بکثرت درود پڑھتے ہیں اور بطورِ

دعوت کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں، اس لیے یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے، نیز زیادتِ محبت
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا سبب ہے۔ بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں
محفل متبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان
ولادت میں۔ (تواریخ حبیب الٰہ، صفحہ:8)

فائدہ: اس کتاب کا حوالہ بالخصوص اس لیے دیا گیا کہ منکرین اس کتاب کو معتبر سمجھتے
ہیں۔ چنانچہ مولوی اشرف علی نے اپنی کتاب 'نشر الطیب' میں اس کو معتبر کتاب مانا ہے۔
اب معلوم نہیں کہ منکرین نے ضد اور عناد میں آ کر غیر معتبر سمجھ لیا ہو۔ دیکھو مصنف اس عمل کو
'مولود شریف' مگر تم مولود کو بدعت سمجھتے ہو۔ وہ لکھتے ہیں: 'یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے' اور تم
اس کو موجب ضلالت سمجھتے ہو۔ اللہ کے لیے انصاف سے کام لو اور موجب برکت کو موجب
ضلالت کہنے سے پرہیز کرو۔

12-عالم ربانی محمد عبدالحی کا قول

نفس ذکر مولود بدعت وضلالت نیست بدو وجہ، وجہ اول ذکر آیت از آیات قرآنیہ یا حدیث
نبویہ تلاوت کردہ در شرح آں قدر از فضائل و معجزات احمدیہ و از احوال ولادت و نسب نبوی و خوارق کہ
بوقت ولادت و قبل از اں ظاہر گردند و امثال آنہاں بیان ساز و کذا حققہ ابن حجر مالکی فی النعمۃ
الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم وغیرہ من العلماء الماہرین وجود ایں حقیقت در زمانہ نبوی و زمانہ
اصحاب بود، اگرچہ مسمیٰ بایں تسمیہ نباشد۔ بر ماہرین فن حدیث مخفی نخواہد بود کہ صحابہ در مجالس وعظ
و تعلیم علم ذکر فضائل نبویہ و کیفیات ولادت احمدیہ می کردند و در صحاح مرویست کہ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حسان بن ثابت را در مسجد خود بر منبر نشانیدند و اوشاں مدائح نبویہ را نظم کردہ بودند، خواندند
و آں حضرت اوشاں را دعائے خیر دادند فرمودند اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ در ناظر دیوان حسان
مخفی نخواہد ماند کہ در قصائد شاں معجزات نبویہ و کیفیات ولادت و ذکر نسب شریف وغیرہ موجود است
پس خواندن ہمچوں اشعار بر سر مجلس عین ذکر مولد است۔ (فتاویٰ، صفحہ:10-11)

ترجمہ: میلاد، بدعت وضلالت نہیں اس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ میلاد کا مطلب یہ کہ

مقرر کوئی قرآن کی آیت یا حضور کی حدیث پڑھے اور اس کی تشریح میں حضور کے فضائل،
معجزاتِ ولادت، نسب کے احوال اور ولادت کے وقت خوارق عادت جو آپ سے ظاہر ہوئے
بیان کرے، جیسا کہ اس کی تحقیق ابن حجر مالکی نے النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد سید
ولد آدم میں کی ہے، ان کے علاوہ علمائے ماہرین نے کی ہے۔ یہ حقیقت یعنی میلاد نبی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے میں موجود تھی، اگرچہ یہ نام نہ تھا۔ فن حدیث کے ماہرین پر
یہ پوشیدہ نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجالس وعظ اور تعلیم و تعلم میں فضائل اور
حالات ولادت احمدیہ کا ذکر کرتے تھے۔ صحاح میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن
ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی مسجد میں منبر پر بٹھاتے اور وہ حضور کے صفات کو نظم اور اشعار میں
پڑھ کر سناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعائے خیر کرتے اور فرماتے: یا اللہ! روح
قدس سے ان کی تائید فرما۔ دیوان حسان کے ناظرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے قصائد
میں معجزات اور ولادت پاک کے حالات اور نسب پاک کا ذکر موجود تھا۔ پس اس قسم کے اشعار
کا پڑھنا کسی محفل مجلس میں عین میلاد ہے۔

بعض منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے میلاد پاک پڑھنا جائز نہیں۔ مولانا
عبدالحی صاحب ان کی تردید میں لکھتے ہیں:

دیگر اگر اختلاج ایں امر شود کہ اگرچہ وجود نفس ذکر مولد و فضائل وغیرہ ثابت شدہ مگر ذکر مولد
بجمع کردن مردم وطلب کردن احباب از خانہا ثبوت نرسید۔ دفع آں بایں طرح کردہ شود کہ جمع
کردن مردم وطلب اوشاں برائے نشر علم در حدیث ثابت است۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ:11)

یعنی اگر یہ شبہ دل میں پیدا ہو کہ اگرچہ نفس ذکر ولادت اور فضائل وغیرہ ثابت ہیں مگر لوگوں
کو جمع کر کے اور دوستوں کو گھروں سے بلا کر میلاد کرنا ثابت نہیں، تو اس کو اس طرح رد کیا
جائے گا کہ علم کے پھیلانے کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

فائدہ: مولانا نے پھر ایک حدیث بیان کی جس سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے لوگوں کو بلا کر اپنی میلاد بیان فرمایا ہے۔

وجہ دوم اینکہ سلمنا کہ وجود ذکر مولد در زمانے از ازمنہ ثلاثہ نبودہ است، پس میگوئیم کہ

درشرع ایں قاعدہ ثابت شدہ کُلُّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ نَشْرِ الْعِلْمِ فَھُوَ مَنْدُوْبٌ وذکر مولد فرد یست ازافراد نشرعلم نتیجہ برآمد ذکر المولد مندوب۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ:12,11)

ترجمہ: دوسری وجہ (میلاد کے لیے) یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ میلاد کا ذکر زمانہ ثلاثہ میں نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں یہ قاعدہ ثابت ہے کہ علم کی اشاعت کا ہر طریقہ مندوب ہوتا ہے اور میلاد پاک کا ذکر بھی نشر علم کا ایک طریقہ ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد کرنا مندوب ہے۔

میلاد پاک کرنے کے قائل کون حضرات ہیں؟ مولانا حافظ عبدالحی لکھتے ہیں:

برہمیں مسلک فقہائے متبحرین واہل افتائے مستنبطین مثل ابوشامہ وحافظ ابن حجر وشامی وامثال آنہا رفتہ اند وحکم بہ ندب ذکر مولد دادہ اند۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ:12)

ترجمہ: اسی مسلک پر بہت بڑے فقیہ اور مفتیان کرام، مثلاً ابوشامہ، حافظ ابن حجر اور شامی رحمۃ اللہ علیہم اور ان جیسے علما ہیں جنھوں نے میلاد پاک کرنے کو مستحب بتایا ہے۔

فائدہ: اب ہم میلاد پاک کے منکرین سے پوچھتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا اتنے بڑے جید اور متبحر علمائے اسلام میں سے بھی کوئی تمہارے ساتھ ہے۔

الحمدللہ! اہل سنت کا ہاتھ ایسے اہل اللہ اور متبحرین علمائے اسلام کے پاک دامنوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین کو بھی ہدایت فرمائے کہ ایسی ہستیوں کے دامن کو تھام لیں۔

حضرات! اب یہ بھی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ہی سن لو کہ منکرین کے ساتھ کتنے لوگ ہیں اور کیسے ہیں؟

ملخص مقام اینکہ ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بسبب وجود او در خیر الازمنہ یا بسبب اندراجش زیر سند شرعی وکسے ندبش رامنکر نشدہ مگر یک طائفہ قلیلہ کہ رب النوع آں طائفہ تاج الدین فاکہانی مالکی است۔ واورا طاقتے نیست کہ بمقابلہ بعلمائے مستنبطین کہ فتویٰ بہ ندب ذکر مولد داخل کند پس قولش دریں باب معتبر نیست۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ:13)

یعنی خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ ذکر مولد فی نفسہ ایک امر مندوب ومستحب ہے، خواہ اس لیے کہ قرون ثلاثہ میں اس کا وجود تھا یا اس لیے کہ یہ قاعدہ شرعی کے تحت داخل ہے۔ کسی نے اس

(میلاد) کے ندب کا انکار نہیں کیا مگر ایک چھوٹے سے فرقے نے جن کا بڑا تاج الدین فاکہانی مالکی ہے اور یہ اس قدر علمی قدرت نہیں رکھتا ہے کہ ان علمائے مستنبطین کا مقابلہ کرسکے جنھوں نے ذکر مولد کے ندب کا فتویٰ دیا ہے، اس لیے اس کا قول اس باب میں غیر معتبر ہے۔

فائدہ: مولانا عبدالحی کی مندرجہ بالا عبارت سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ منکرین میلاد کی جماعت بالکل معمولی ہے۔ وہ بھی علم وعمل میں ایسے ہیں جو اہل حق علمائے کرام کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتے اور ان کا قول غیر معتبر ہے۔

13-شاہ محمد امداد اللہ مہاجر مکی کا قول

حضرات! اب میں دیوبندیوں کے پیر ومرشد جن کو صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم گیر کہتے ہیں، ان کے اقوال زریں پیش کرتا ہوں:

1- مولد پاک تمامی اہل حرمین کرتے ہیں، اس قدر ہمارے واسطے محبت کافی ہے۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ:87)

2- ہمارے علما اس زمانے میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ علمائے ظاہر کے لیے علم باطن بہت ضروری ہے، بغیر اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا، فرمایا: ہمارے علما مولد پاک میں بہت تنازع کرتے ہیں، تاہم علما جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب جواز کی صورت موجود ہے تو پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں۔ ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ (شمائم امدادیہ، صفحہ:93)

3- فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ:5)

منکرین کو نصیحت

اب میں، منکرین کی خدمت میں آخری نصیحت یہی کرتا ہوں کہ اہل حق کے ساتھ عرفا اور علمائے متبحرین ہیں، اس لیے میلاد پاک کرنے والوں کے ساتھ ہوجاؤ، ورنہ کم ازکم ان سے اس

مسئلے میں الجھو نہیں۔ میری بات نہ مانو! اپنے بزرگوں کے پیرومرشد کی بات ہی مان لو۔

منکرین کا لفظ عید پر اُبال

جس وقت اہل حق میلاد پاک کے ساتھ لفظ 'عید' بڑھاتے ہیں تو منکرین بڑے غیظ و غضب میں آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو شریعت پر کتنی زیادتی ہے کہ شریعت نے فقد دو عیدیں بتائی ہیں، انھوں نے تیسری عید بڑھا دی۔ منکرین ذرا اس آیت پر غور کریں تو ان کا پارۂ غضب ٹھنڈا ہوسکتا ہے۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ (سورۂ مائدہ، آیت:114)

ترجمہ: یا اللہ، اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگلوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

حضرات! غور کا مقام ہے کہ بنی اسرائیل پر آسمان سے جس دن خوان اترے تو وہ دن ان کے اگلے پچھلوں کے لیے عید بن جائے، جس میں وہ خوشی کا اظہار کریں اور جس روز سید عالم فخر رسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، تو وہ دن عید نہ ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ عیدوں کی جان ہے جس پر سب عیدیں قربان ہیں۔

ایک مغالطہ

منکرین کا یہ کہنا کہ روز ولادت کو عید ماننا شریعت پر زیادتی ہے، کیوں کہ شارع نے صرف دو عیدیں مقرر فرمائی ہیں، ان کا یہ کہنا بھی ایک مغالطہ ہے۔ شارع نے یوم جمعہ کو بھی عید فرمایا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيْدًا فَاغْتَسِلُوْا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طِيْبٌ فَلَا يَضُرُّهٗ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔ (سنن ابن ماجہ، عن ابن عباس متصلاً)

ترجمہ: سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعوں میں ایک جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! بے شک یہ وہ دن ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عید بنایا ہے (سرور وخوشی کا دن) پس نہاؤ اور جس شخص کے پاس خوشبو ہو، اس کو یہ بات نقصان نہیں دیتی کہ خوشبو ملے اور مسواک کو تو لازم پکڑو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَرَأَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الاية وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ: لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ عَرَفَةَ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ:121)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ پڑھی۔ آپ کے پاس ایک یہودی موجود تھا اس نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت جس روز اتری اس دن دو عیدیں جمع تھیں ایک جمعہ کا دن اور ایک عرفہ کا دن۔

فائدہ: حضرات! آپ نے دیکھا کہ اس حدیث میں دو اور عیدیں ثابت ہوئیں۔ ایک جمعہ کا دن اور ایک عرفہ کا دن۔ معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ کہنا کہ عیدین سے زائد کوئی عید نہیں ہے یہ محض عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

میلاد کا دن اکابر علما کے یہاں عید ہے

منکرین عید میلاد کے لفظ 'عید' پر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں، حالاں کہ اکابر علما صرف میلاد پاک کے دن کو نہیں بلکہ سارے ربیع الاول کے دنوں اور راتوں کو عید سمجھتے ہیں۔

علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَرَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَاً اِتَّخَذَ لَيَالِيَ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكَةِ اَعْيَادًا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:29)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے آپ کے میلاد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عید بنایا۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ عید میلاد النبی کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ اکابر علمائے امت کی اس پر

تصریح موجود ہے۔

یوم ولادت کی خوشی منانے کی برکت

نیک بخت ہے وہ مسلمان جو یوم ولادت باسعادت کی خوشی منائے، اظہار سرور کرے، اس خوشی میں صدقہ وخیرات کرے، عبادت الٰہی میں مصروف رہے، جلسے منعقد کرے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک اور معجزات وکمالات بیان کرے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ ایسے مسلمان کو دنیا میں امن وامان عنایت فرمائے گا اور کل قیامت کے روز نار جہنم سے آزاد فرمائے گا، کیوں کہ ابولہب کافر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی، تو اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہوگئی۔

بخاری شریف میں ہے: ثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَاٰهُ بَعْضُ أَهْلِهٖ بِشَرِّ صِيبَةٍ قَالَ لَهٗ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ خَيْرًا إِنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهٖ بِعِتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ۔

ترجمہ: ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی، ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواب میں بری حالت میں دیکھا۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی، مگر ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس انگلی سے سیراب کیا جاتا ہے (یعنی ہر پیر کو عذاب میں تخفیف ہوتی ہے) اور جس انگلی سے اشارہ کر کے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا اس سے تھوڑا سا پانی چوس لیتا ہوں۔

یہ صدقہ اس خوشی کا ہے جو ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر منائی تھی۔ جب کافر کو خوشی منانے کا صلہ مل گیا تو مسلمان کو بھی اللہ اس خوشی کے صلے میں جنت نعیم ضرور عطا فرمائے گا۔

قیام کرنا

عرف عام میں قیام کے معنی کھڑے ہو کر سلام بھیجنا ہے۔ اس سلام میں پیارے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جو بندۂ مومن کا شعار ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے چند اکابر علما کے قول پیش کیے جاتے ہیں:

1- مفتی مکہ سید احمد زینی شافعی کا قول

جَرَتِ الْعَادَةُ أَنَّ النَّاسَ إِذَا سَمِعُوْا ذِكْرَ وَضْعِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْمُوْنَ تَعْظِيْمًا لَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا الْقِيَامُ مُسْتَحْسَنٌ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَعْظِيْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ كَثِيْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ الَّذِيْنَ يُقْتَدٰى بِهِمْ۔ (سیرت نبوی، صفحہ:44)

ترجمہ: لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب ولادت پاک کا ذکر سنتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں، یہ قیام مستحسن ہے کیوں کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور یہ قیام بہت سے علمائے امت نے کیا جو مقتدا اور پیشوا مانے گئے ہیں۔

2- علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی کا قول

قَدْ وُجِدَ الْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ اِسْمِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَالِمِ الْأُمَّةِ وَمُقْتَدَى الْأَئِمَّةِ دِيْنًا وَّوَرَعًا الْإِمَامِ تَقِيِّ الدِّيْنِ السُّبْكِيِّ وَتَابَعَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ مَشَائِخُ الْإِسْلَامِ فِيْ عَصْرِهٖ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:100)

ترجمہ: بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے ذکر کے وقت ایسے عالم امت اور پیشوائے ائمہ سے قیام ثابت ہے جو دین اور پرہیزگاری میں مشہور ہیں۔ جن کا نام امام تقی الدین سبکی ہے، اس قیام میں بڑے بڑے مشائخ اسلام نے ان کے زمانے میں اتباع کی ہے۔

فائدہ: جب بڑے بڑے علمائے دین اور مشائخ اسلام سے قیام کا ثبوت ہے تو ہم منکروں کا قول کیوں مانیں؟ بلکہ ہم تو مشائخ اسلام کے فعل پر عمل کر کے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

3- امام سبکی کا قیام

اب ہم اپنے امام اور پیشوائے دین تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بیان کرتے ہیں کہ

آپ نے کس محبت و تعظیم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و مدح سن کر قیام کیا تھا:

حَکٰی بَعْضُهُمْ أَنَّ الْإِمَامَ السُّبْکِیَّ اِجْتَمَعَ عِنْدَهٗ جَمْعٌ کَثِیْرٌ مِّنْ عُلَمَاءِ عَصْرِهٖ فَأَنْشَدَ مُنْشِدًا قَوْلَ الصَّرْصَرِیِّ فِیْ مَدْحِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَلِیْلٌ لِّمَدْحِ الْمُصْطَفٰی اَلْخَطُّ بِالذَّهَبِ عَلٰی وَرَقٍ مِّنْ خَطٍّ اَحْسَنَ مِنْ کَاتِبٍ أَنْ تَنْهَضَ الْاَشْرَافُ عِنْدَ سَمَاعِهٖ قِیَامًا صُفُوْفًا اَوْ جُثِیًّا عَلَی الرُّکَبِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَامَ الْإِمَامُ السُّبْکِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَجَمِیْعُ مَنْ فِی الْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ کَبِیْرٌ بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَیَکْفِیْ مِثْلُ ذٰلِكَ فِی الْاِقْتِدَاءِ۔ (سیرت حلبی و سیرت نبوی، صفحہ:45)

ترجمہ: بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے زمانے میں ایک بڑی جماعت علما کی حاضر تھی کہ ایک نعت خوان نے ابوزکریا یحییٰ صرصری کے وہ اشعار جو سرکار دو عالم کی مدح شریف میں تھے پڑھے ''مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لیے اچھے کاتب کے خط سے سنہری خط چاندی پر لکھوایا جائے تو بھی کم ہے۔'' شریف انسان ان کا ذکر سنتے ہی کھڑے ہو جائیں، حالت قیام میں صف بستہ یا گھٹنوں کے بل۔

یہ سنتے ہی امام سبکی علیہ الرحمہ کھڑے ہو گئے اور سب مجلس والوں نے بھی قیام کیا اور مجلس میں ایک وجد طاری ہو گیا، ایسے امام اور علما کا قیام کرنا ہمارے لیے کافی ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کے وقت قیام کرنا شریفوں کا کام ہے، مگر منکرین کو شرافت سے کیا تعلق؟

4- عبد الرحمن صفوری شافعی کا قول

اَلْقِیَامُ عِنْدَ وَلَادَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنْکَارَ فِیْهِ فَإِنَّهٗ مِنَ الْبِدَعِ الْمُسْتَحْسَنَةِ وَقَدْ اَفْتٰی جَمَاعَةٌ بِاِسْتِحْبَابِهٖ عِنْدَ ذِکْرِ وَلَادَتِهٖ وَذٰلِكَ مِنَ الْاِکْرَامِ وَالتَّعْظِیْمِ لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِکْرَامُهٗ وَتَعْظِیْمُهٗ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَلَاشَكَّ أَنَّ الْقِیَامَ لَهٗ عِنْدَ الْوَلَادَةِ مِنَ التَّعْظِیْمِ وَالْاِکْرَامِ قَالَ مُؤَلِّفُهٗ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالَّذِیْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ لَوِاسْتَطَعْتُ الْقِیَامَ عَلٰی رَاسِیْ لَفَعَلْتُ اَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ الزُّلْفٰی عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ:83، حصہ دوم)

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے میں کوئی انکار نہیں، کیوں کہ یہ سنت حسنہ ہے اور بے شک علما کی ایک جماعت نے آپ کی ولادت پاک کے ذکر کے وقت استحباب قیام کا فتویٰ دیا ہے، اس لیے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام و تعظیم ہے اور آپ کا اکرام و تعظیم ہر مومن پر واجب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت ذکرِ ولادت قیام میں حضور کی تعظیم و اکرام ہے۔ خود مؤلف عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے اپنے حبیب کو دونوں جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں سر کے بل کھڑا ہو سکتا تو بھی قیام کرتا، محض بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل کرنے کے لیے۔

حرف آخر

الحمد للہ! ہم نے چند اکابر علما کے اقوال پیش کیے ہیں، جن سے قیام کا ثبوت ہوتا ہے اور عاقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، مگر منکر، معاند اور ضدی کے لیے دفتر بھی بیکار ہے۔ اب آخر میں دیوبندی کے پیشوا حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ گر قبول افتد زہے نصیب۔

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ:5)

☆☆☆

نواں وعظ

رضاعت کا حال اور خوارق کا بیان

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ (سورۂ ضحیٰ)

ترجمہ: کیا اس نے تجھے یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

دونوں جہاں کے سردار ایک یتیم ہیں

سبحان اللہ! اللہ کا محبوب باوجود یتیم ہونے کے، رب نے اس یتیم کو دونوں جہانوں کا
ہی نہیں، بلکہ امام الانبیاء، خاتم الانبیاء اور نبی الانبیاء بنایا۔ یتیم ایسے کہ ابھی والدہ ماجدہ کے
میں تھے، صرف دو ماہ کا حمل تھا کہ آپ کے والد ماجد نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، نہ کچھ
چھوڑا اور نہ ہی کوئی جگہ چھوڑی۔ آپ کی خدمت کے کفیل آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب
ہوئے۔ جب آپ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی، تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی۔
آپ کی عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔ پھر آپ
حقیقی چچا ابو طالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے اعلانِ نبوت کا
فرمایا۔ (خزائن العرفان، صفحہ:838)

اسی بارے میں فرمایا جارہا ہے: اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ (سورۂ ضحیٰ)

رؤسائے قریش کا دستور

مکہ معظمہ میں بالعموم اور رؤسائے قریش میں بالخصوص یہ دستور تھا کہ جب ان کے یہاں

پیدا ہوتا تھا تو وہ آس پاس کے دیہات میں دائیوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ وہ ان کو دودھ پلاتیں، پھر دودھ چھڑانے کے بعد ان بچوں کو اپنے والدین کے پاس چھوڑ جاتی تھیں۔ والدین ان دائیوں کو نقد وجنس کے تحائف پیش کرتے تھے۔ اس کی وجہ ایک یہ تھی کہ گاؤں کا پانی عمدہ اور آب وہوا خوشگوار ہوتی ہے، جو بچوں کی تربیت کے لیے نہایت مناسب ہوتی ہے۔ دوسرے گاؤں کی زبان شہر کی بہ نسبت اصلی اور فصیح وبلیغ ہوتی ہے، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا ہے، اس لیے اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھیج دیتے تھے تاکہ ان کی زبان فصیح وبلیغ ہو۔ (معارج، ص:59، رکن:2)

آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ کا بخت

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات روز اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا۔ چند روز ثوبیہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر یہ سعادت حضرت حلیمہ کو نصیب ہوئی، جو بنی سعد بن بکر قبیلہ سے تھی۔ اس کی تفصیل وہ ہے جو ابن اسحاق اور ابن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم نے حلیمہ سے روایت کی ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی خواتین کے ہمراہ بچوں کی تلاش میں مکہ معظّمہ آئی۔ وہ سال اتنا قحط باراں کا تھا کہ بارش کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں پڑا تھا۔ میری ایک گدھی تھی جو کمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی تھی اور ایک اونٹنی تھی جس کے نیچے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں تھا۔ میرے ساتھ اپنا بچہ اور خاوند بھی تھا، میں اس قدر غریب وتنگ دست تھی کہ رات کو نیند نہ دن کو چین۔ میری قوم کی خواتین مکہ معظّمہ پہنچیں اور بچے دودھ پلانے کے لیے پکڑ لیے۔ صرف ایک بچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ گئے، کیوں کہ آپ یتیم تھے، اس لیے کسی دایہ نے آپ کی طرف توجہ نہ کی (اجرت وانعام ملنے کا امکان نہیں تھا)۔ چوں کہ مجھ سے پہلے سب بچے دائیوں نے لے لیے تھے، اس لیے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بچہ نہ مل سکا۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ بغیر بچے کے واپس چلی جاؤں، اس لیے میں اس یتیم کو ہی لے لیتی ہوں۔ جب میں آپ کے پاس گئی تو دیکھا کہ آپ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے، اور سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے گردن کے بل سوئے ہوئے اور خراٹے مار رہے ہیں اور آپ سے کستوری کی مشک آرہی ہے۔ میں آپ کا

حسن و جمال دیکھ کر آپ پر فریفتہ ہوگئی اور اپنا ہاتھ آپ کے سینۂ مبارک پر رکھا۔ آپ نے ا
آنکھ مبارک کھول کر میری طرف دیکھا اور تبسم فرمایا (گویا آپ نے معلوم کرایا کہ رضاعی ماں آ
ہے)۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھ سے ایک نور نکلا، جس کی شعاع آسمان تک پہنچ
میں نے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھایا، تاکہ آپ کو دودھ پلاؤں۔
داہنا پستان آپ کے منہ میں دیا، آپ نے دودھ پیا۔ جب بایاں پستان پیش کیا تو آپ نے ا
سے دودھ نہ پیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بچپن میں ہی آپ ک
علم عطا فرمادیا کہ میرا ایک رضاعی بھائی ہے، اس لیے آپ نے عدالت اور انصاف کا پہلو اختیار
فرمایا اور جب تک دودھ پیتے رہے بالضرور ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا کرتے
تھے۔ یہ ہے انصاف اور یہ ہے عدالت محمدی۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو اٹھا کر
منزل میں لے گئی اور اپنے خاوند کو دکھایا، وہ بھی آپ کے جمال مبارک پر ایسے فریفتہ ہوئے
سجدے میں گر گئے۔ جب اپنی اونٹنی کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پستان دودھ
بھرے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ اس سے پہلے دودھ کا ایک قطرہ بھی پستانوں میں نہیں ہوتا تھا۔ ا
نے دودھ دوہا اور اتنا دودھ نکلا کہ میں اور میرے خاوند نے سیر ہو کر پیا اور آرام کی نیند سو گ
حالاں کہ اس سے پہلے بھوک اور پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی۔ میرے خاوند نے کہا: حلیمہ
تجھے مبارک ہو کہ تو ایسا مبارک بچہ اپنے گھر لے آئی ہے، جس سے کثیر خیر و برکت حاصل ہوئی
اور مجھے امید ہے کہ ہمیشہ خیر و برکت میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ حلیمہ فرماتی ہیں: ہم چند راتیں
معظمہ میں ٹھہرے، ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور کے اردگرد نور روشن ہے اور ایک مرد سبز
پہنے ہوئے آپ کے سرہانے کھڑا ہے۔ میں نے خاوند کو جگا کر کہا: اٹھو یہ (نظارہ) دیکھو۔ خاوند
کہا: اے حلیمہ! خاموش ہو جاؤ اور اس راز کو پوشیدہ رکھ، کیوں کہ جس دن یہ (مبارک) بچہ پیدا
ہے، اس دن سے علمائے یہود کا کھانا پینا ناگوار ہو گیا ہے اور وہ بے چین ہو گئے ہیں۔ پھر ہم
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے رخصت لی۔ میں اپنے دراز گوش پر سوار ہوئی
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا، تو میری سواری بڑی چست و چالاک ہوگئی اور

بلند کر کے چلنے لگی۔ جب کعبہ شریف کے پاس پہنچی تو اس نے تین سجدے کیے پھر اپنا سر اٹھا کر
آسمان کی طرف کیا اور روانہ ہوگئی اور اتنی تیز چلی کہ قوم کی سواریوں سے آگے بڑھ گئی۔ میرے
ساتھی یہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ کچھ خواتین نے جو میرے ہمراہ تھیں، کہنے لگیں: اے حلیمہ! کیا یہ وہی
سواری ہے جو آتے وقت چل بھی نہیں سکتی تھی اب اتنی تیز ہوگئی ہے؟ میں نے کہا: واللہ! یہ وہی دراز
گوش ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی برکت سے اسے چست و چالاک کر دیا ہے۔ کہنے لگیں:
واللہ! اس بچے کی بہت بڑی شان ہے۔ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا کہ میری سواری کہہ رہی تھی۔
واللہ! اس بچے کی واقعی بڑی شان ہے، میں مردہ تھی، اس نے مجھے زندہ کر دیا، کمزور تھی، قوی کر دیا۔
اے زنان بنی سعد! تم کو معلوم نہیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے۔ میری پشت پر وہ ہستی سوار ہے جو
سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین اور حبیب رب العلمین ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ راستے میں دائیں بائیں سے یہ آواز آتی تھی، جس کو میں سنتی تھی۔ اے حلیمہ! تو غنی
ہوگئی، بنی سعد کی خواتین سے بزرگ بن گئی۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں سے گزرتی تو تمام بھیڑیں
بکریاں میرے پاس آکر کہتیں: اے حلیمہ! کیا تجھے علم ہے کہ تیرا رضاعی (دودھ پینے والے بچے)
کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو آسمان و زمین کے پروردگار کا رسول ہے اور تمام بنی آدم سے بہتر ہے۔
جس منزل پر اترتی، وہ سبزہ زار نظر آتی، حالاں کہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔

جب ہم اپنی اپنی منزلوں میں پہنچے تو زمین بالکل خشک اور ویران تھی (اس کے باوجود)
جب میری بکریاں چراگاہ سے چر کر شام کو واپس آتیں تو سیر ہو کر آتیں۔ ان کے تھن دودھ سے
بھرے ہوئے ہوتے۔ ہم دودھ دوہتے اور سیر ہو کر پیتے (قوم کی بکریاں قحط کی وجہ سے بھوکی
آتیں) وہ اپنے چرواہوں کو کہتے تھے کہ تم بھی بکریوں کو وہاں چراؤ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی
ہیں، مگر انھیں معلوم نہیں تھا کہ اس برکت کی وجہ کیا ہے، یہ تمام برکتیں تو جناب محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں۔ الغرض جب قوم کے چرواہوں نے بکریوں کو ہمارے چرواہوں
کے ساتھ چرانا شروع کیا تو ان کی بکریوں اور مالوں میں بھی خیر و برکت آگئی۔

جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلے میں تشریف رکھتے رہے، بڑی خیرات و برکات
ہمارے شامل حال رہیں۔ جب آپ بولنے لگے تو سب سے پہلے آپ نے زبان مبارک سے یہ

کلمات فرمائے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ ایک رات میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ جب آپ گود میں ہوتے تو چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے، جس طرف اشارہ کرتے چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: رَأَیْتُکَ فِی الْمَھْدِ تُنَاجِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْہِ بِأَصْبَعِکَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْہِ مَالَ قَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اُحَدِّثُہٗ وَیُحَدِّثُنِیْ یُلْھِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَہٗ حِیْنَ یَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ۔ آپ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا، بلکہ آپ کا ایک وقت معین ہوتا جس میں پیشاب وغیرہ کرتے تھے۔ جب میں آپ کا منہ مبارک دودھ وغیرہ سے صاف کرنے کا ارادہ کرتی تو غیب سے فرشتے آکر مجھ سے پہلے آپ کا منہ صاف کردیتے۔ جب کبھی آپ کا ستر کھل جاتا تو آپ حرکت کرتے اور رونا شروع کردیتے، میں کپڑا ٹھیک کردیتی۔ اگر مجھ سے کچھ دیر ہوجاتی تو غیب سے آپ کا ستر ڈھانک دیا جاتا۔ جب چلنے پھرنے لگے تو دوسرے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے بلکہ ان کو بھی کھیل کود سے منع کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ہم کو کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ آپ ایک دن میں اتنا بڑھتے جتنا دوسرا بچہ ایک ماہ میں بڑھا کرتا ہے۔ ہر روز آفتاب کی مثل ایک نور اترتا جو آپ کو ڈھانک دیتا پھر وہ نور غائب ہوجاتا۔ آپ نے نہ کبھی بدخلقی کی اور نہ ہی روئے۔ جب کسی چیز کو پکڑتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ میں آپ کی ہر وقت حفاظت کرتی رہتی تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی کام میں لگ جاؤں اور آپ کہیں دور نکل جائیں۔ (اور کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے) ایک دن میں کسی کام میں لگ گئی کہ آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ہمراہ باہر چلے گئے۔ دن گرم تھا، میں آپ کی تلاش میں باہر آئی، آپ شیما کے ساتھ تھے۔ میں نے شیما کو کہا: اتنی گرمی میں آپ کو باہر کیوں لے آئی؟ شیما نے کہا: ان کو گرمی سے کیا تعلق؟ کیوں کہ ان کے اوپر بادل سایہ کرتا ہے۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ: 27,26)

☆☆☆

دسواں وعظ

بچپن میں شق صدر کا واقعہ

قال اللہ تعالیٰ:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ۔ (سورۂ نشرح)

ایک روز آپ نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سے کہا کہ مجھے بھی اجازت دو تاکہ میں بھی اپنے بھائیوں کے ہمراہ چراگاہ کا سیر کروں اور بکریاں چراؤں۔ حضرت حلیمہ نے آپ کو اجازت دے کر آپ کے بالوں میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ ڈالا اور نئی پوشاک پہنائی۔ یمنی منکوں کا ایک گلوبند گلے میں ڈالا تاکہ نظر نہ لگ جائے۔ آپ نے وہ گلوبند گردن سے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: میرا محافظ ونگہبان میرا پروردگار ہے۔ اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور بکریوں کے چرانے میں مشغول ہوگئے۔ جب دوپہر ہوئی تو خمرہ پسرِ حلیمہ دوڑتا، روتا ہوا آیا اور اطلاع دی کہ میرے بھائی قریشی کو دو مردوں نے لٹادیا ہے اور آپ کا شکم چاک کردیا ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا کیا حال ہے۔ یہ سن کر حلیمہ اور ان کے شوہر عالم پریشانی میں دوڑ کر آپ کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ آپ پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ہم کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ ہم نے آپ کے سر وچشم کو بوسہ دے کر پوچھا: جاں ما فدائے تو باد، واقعہ کیا ہے؟ آپ نے اپنا سارا حال کہہ سنایا۔ یہ قصہ کتب احادیث میں معمولی اختلاف کے ساتھ مذکور ہے۔

ابویعلی اور ابونعیم وابن عساکر حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں بنی لیث بن بکر کے یہاں دودھ پیتا تھا اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ہمراہ ایک وادی میں تھا کہ اچانک مجھے تین شخص نظر آئے۔ ان کے

ہاتھ میں ایک سونے کا طشت تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال برف سے بھرا ہوا تھا۔ ایک نے مجھے پکڑ کر نرمی سے زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس نے میرے سینے کو ناف تک چاک کر کے اس سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو اس چیز سے پر کیا جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ پھر ایک نورانی مہر پکڑی جس کے نور سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ میرے دل پر مہر لگائی جس سے میرا دل نور سے بھر ہو گیا، وہ نور نبوت اور حکمت تھی۔ پھر دل کو اپنے مقام میں رکھ دیا۔ میں اس مہر کی خنکی اور خوشی ایک مدت تک محسوس کرتا رہا۔ ایک شخص نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا جس سے میرا شگاف بھر گیا اور درست ہو گیا، پھر مجھے بڑی نرمی سے اٹھا کر اپنے اپنے سینوں سے لگایا۔ میرے سر کو اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: اے دوست خدا! ڈرنا نہیں۔ پھر مجھے اس جگہ چھوڑ کر آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

آپ کا شق صدر کئی مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جب کہ آپ حلیمہ کے پاس تھے، پھر دس برس کی عمر میں، پھر ابتدائے وحی میں اور پھر شب معراج میں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ شق صدر کے بعد میرے شوہر اور دیگر لوگوں نے کہا کہ اس بچے کو اپنی والدہ اور دادا کے پاس آسیب کے پہنچنے سے پہلے پہنچا دینا چاہیے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو لے کر مکہ معظّمہ روانہ ہو گئی۔ جب حوالی مکہ میں پہنچی تو میں نے آپ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود قضائے حاجت کے لیے چلی گئی۔ جب واپس آئی تو آپ وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بڑی تلاش کی، مگر آپ نہ ملے، ناامید ہو کر سر پر ہاتھ رکھ کر وامحمد واہ ولدہ! کہنا شروع کیا۔ اتنے میں اچانک دیکھا کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا: اے حلیمہ! تجھے کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ اتنا جزع وفزع کیوں کر رہی ہے؟ میں نے کہا: محمد بن عبد اللہ کو ایک عرصہ دودھ پلاتی رہی، اب ان کو اپنی والدہ کے پاس لا رہی تھی کہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھا کہنے لگا: رو نہیں، غم نہ کر میں تجھے ایسا شخص بتاتا ہوں جو جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اگر تو چاہے تو وہ ان کو تیرے پاس پہنچا دے گا۔ حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے کہا: میری جان تجھ پر قربان ہو۔ وہ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ ہبل جو بڑا بت ہے اور عالی قدر، وہ جانتا ہے کہ تیرا فرزند کہاں ہے؟ میں نے کہا: تجھ پر افسوس

ہو! تو نے نہیں سنا کہ جس رات آپ پیدا ہوئے تھے، بتوں کی کیسی بری حالت ہوئی تھی۔ تمام بت شکستہ ہو کر اوندھے منہ گر پڑے تھے (مگر بوڑھے نے میری بات نہ مانی) اور بزور ہبل بت کے پاس چلا گیا۔ پہلے اس کا طواف کیا پھر میرا قصہ اس کے سامنے پیش کیا۔ (یہ سن کر) ہبل منہ کے بل گر پڑا اور تمام بت سرنگوں ہو گئے، ان کے پیٹ سے آواز آئی اے بوڑھے! ہمارے سامنے سے دور ہو جاؤ اور اس بچے کا مبارک نام ہمارے سامنے نہ لو۔ کیوں کہ تمام بت اور بت پرست ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا، وہ ہر حال میں ان کا نگہبان ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: پھر میں عبد المطلب کے پاس حاضر ہوئی۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے حلیمہ! تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ پریشان نظر آتی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے ساتھ نہیں ہیں؟ میں نے کہا: اے ابا حارث! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ساتھ تھے، جب میں مکہ معظّمہ کے قریب پہنچی اور آپ کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کرنے لگی تو آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ سن کر عبد المطلب نے کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا: اے آلِ غالب! یہ سن کر تمام قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اے سردار! کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ فرمایا: میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گم ہو گیا ہے، پھر عبد المطلب قریش کے ہمراہ سوار ہو کر حضور کی تلاش میں لگ گئے۔ بہت تلاش کی مگر آپ نہ مل سکے۔ پھر عبد المطلب مسجد حرام میں تشریف لائے۔ طواف کر کے دعا مانگی۔ ہاتف نے غیب سے کہا: اے لوگو! غم نہ کھاؤ، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اللہ ان کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ عبد المطلب نے فرمایا: اے ندا کرنے والے! یہ بتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں؟ ہاتف نے کہا: اس وقت آپ وادی تہامہ میں درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ عبد المطلب اسی وقت وادی تہامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ورقہ بن نوفل ملے، وہ بھی ہمراہ ہو گئے، جب وادی تہامہ میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے پتہ چن رہے ہیں۔ عبد المطلب نے کہا: اے بچے! تم کون ہو؟ فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں۔ عبد المطلب نے کہا: روح من فدائے تو باد۔ میں تیرا دادا عبد المطلب ہوں۔ عبد المطلب آپ کو اپنے آگے بٹھا کر مکہ معظّمہ میں لائے۔ اس خوشی میں

بہت سا سونا اور بے شمار اونٹ صدقے میں دیے اور حلیمہ کو بہت انعام دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۰ یعنی پایا تم کو بیابان مکہ میں راہ میں بھولا ہوا۔ پس راہ دکھائی اور تمہارے دادا کے پاس پہنچایا۔

بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا اور بعض نے اس آیت کے اور معانی بھی بیان کیے ہیں، جن کو ہم آگے چل کر سورۂ والضحیٰ کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

(مدارج، جلد دوم، صفحہ:30,29)

علامہ ابن حجر نے شرح الہمزیہ میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ دولت اسلام سے مشرف ہوئی۔ ہجرت کی، مدینہ پاک میں وفات فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، ان کی قبر مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (سیرت نبوی، صفحہ:55)

☆☆☆

گیارہواں وعظ

ذکر والدہ ماجدہ اور کفالت عبد المطلب

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۰ (سورۂ ضحیٰ)

ترجمہ: کیا اس نے تجھے یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

والدہ ماجدہ کا انتقال

امام زہری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس کو پہنچی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ام ایمن کے ساتھ آپ کے والد ماجد کے اخوال (ماموں) کے پاس جو قبیلہ بنی نجار سے تھے لے گئیں۔ ایک مہینہ وہاں اقامت فرمائی۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر تشریف لائے تو آپ ان امور کو یاد فرمایا کرتے جو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں ملاحظہ فرمائے تھے۔ جب اس گھر کو دیکھتے جہاں والدہ ماجدہ کے ہمراہ رہائش فرمائی تھی، فرماتے:

یہ وہ گھر ہے جہاں میری والدہ ماجدہ رہی تھیں، نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ ان دنوں جب یہود میرے پاس آتے اور مجھ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ آمنہ کا فرزند نبی ہوگا اور یہ مدینہ منورہ آپ کی دار ہجرت ہوگی۔

ایک ماہ کے قیام کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ روانہ ہوگئیں۔ جب مقام ابوا میں پہنچیں تو والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا۔

(سیرت نبوی، صفحہ:56، مدارج، جلد دوم، صفحہ:33)

عبدالمطلب کی کفالت

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ کے دادا آپ کے کفیل ہوئے۔ آپ کو اپنے تمام بیٹوں سے زیادہ پیارا سمجھتے تھے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ آپ کے بغیر ہرگز کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اپنی خاص مسند پر بٹھایا کرتے تھے۔ جب کبھی عبدالمطلب کے خواص سے کوئی حضور کو مسند پر بیٹھنے سے روکتا تو عبدالمطلب فرماتے: میرے بچے کو کچھ نہ کہو، مسند پر بیٹھنے دو، کیوں کہ مجھے امید ہے کہ یہ میرا فرزند شرافت کے اس مرتبے پر پہنچے گا کہ آپ سے پہلے کوئی بھی اس مرتبے کو نہیں پہنچا ہے اور نہ آپ کے بعد کوئی پہنچ سکے گا۔

بچپن میں حضور کی وجہ سے خیر و برکت

اہل قیافہ (قائف، قدم شناس) حضرت عبدالمطلب سے کہتے تھے کہ اس فرزند ارجمند کی خوب حفاظت رکھنا، کیوں کہ اس کا قدم مبارک ایسا ہے جس طرح مقام ابراہیم میں قدم کا نشان ہے، یعنی اس کا قدم حضرت ابراہیم کے قدم کے مشابہ ہے۔ اسی سال حضرت عبدالمطلب سیف بن ذی یزن کو مبارک بادی دینے کے لیے جانب یمن تشریف لے گئے تو اُس نے بھی عبدالمطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے آخر الزماں پیغمبر ظاہر ہوگا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:34)

ابوطالب کی کفالت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس کی تھی کہ آپ کے دادا عبدالمطلب ایک سو دس یا ایک سو چالیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ اب آپ کی کفالت آپ کے چچا ابوطالب نے کی، ابوطالب بھی آپ کے ساتھ دلی محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے۔ اپنے پاس سلاتے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ چوں کہ ابوطالب مال کے اعتبار سے کمزور تھے۔ جس وقت آپ کا اہل و عیال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا کھاتے تو بھوکے رہتے لیکن جب حضور کے ساتھ مل کر کھاتے تو سیر ہو جاتے۔ ابوطالب کی عادت تھی کہ

جب بال بچوں کو کھانا کھلاتے تو فرماتے ٹھہرو، تا کہ میرا بیٹا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئیں۔ جب حضور تشریف لاتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے۔ پھر بھی کھانا بچ جاتا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ سب سے پہلے پیش کیا جاتا۔ آپ پیالے سے دودھ نوش فرماتے، پھر وہی پیالہ تمام گھر والے پیتے اور اسی ایک پیالے سے سیراب ہو جاتے۔ حالاں کہ ایک پیالے سے فقط ایک آدمی سیراب ہو سکتا تھا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں خشک سالی ہوگئی، تمام قریش ابوطالب کے پاس آئے اور بارش طلب کی۔ ابوطالب اپنے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کعبہ معظمہ میں آئے۔ ابوطالب نے حضور کی پشت مبارک کعبہ سے مس کی اور آپ نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، کوئی بادل نہیں تھا۔ اشارہ فرماتے ہی چاروں طرف سے بادل جمع ہوئے اور برسنے لگے۔ اتنی بارش ہوئی کہ وادیاں بھر گئیں، نالے جاری ہو گئے۔ اسی باب میں ابوطالب نے اپنے قصیدے میں یہ شعر کہا ہے:

اَبْیَضُ یَسْتَسْقِی الْغَمَامَ بِوَجْهِهٖ

ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلارَامِلِ

ترجمہ: وہ (رسول پاک) سفید اور گورے رنگ والا اپنے چہرے کی برکت سے بادل سے پانی مانگتا ہے جو یتیموں کی پناہ ہے اور بیوہ خواتین کی عصمت ہے۔ (سیرت نبوی، صفحہ:80,79)

بحیرہ راہب کی شہادت

ملک شام میں بحیرہ نامی ایک راہب بصرہ شہر کے قریب اپنے گرجے میں رہتا تھا۔ بڑا زاہد، عابد اور تارک الدنیا تھا۔ پیغمبر آخر الزماں کی زیارت کے انتظار میں زندگی گزار رہا تھا۔ جب قریش کا کوئی قافلہ اس جگہ سے گزرتا تو اپنے صومعہ (عبادت خانہ) سے نکل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا، جب ان میں حضور کا کوئی نشان نہ پاتا تو اپنے صومعہ کو واپس ہو جاتا۔ ایک دفعہ قریش کا قافلہ وہاں سے گزرا، بحیرہ راہب نے اس کی جانب نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ بادل کا ایک ٹکڑا اُس قافلے پر سایہ کرتا ہوا اُن کے ساتھ آ رہا ہے۔ جب حضور، ابوطالب کے ہمراہ درخت کے نیچے بیٹھے تو بادل اس درخت کے اوپر آکر کھڑا ہو گیا۔ بحیرہ یہ دیکھ کر متحیر و متعجب ہوا، قافلے کی

ضیافت کی اور سب کو اپنے پاس بلایا۔ ابوطالب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں منزل میں چھوڑ کر چلے آئے۔ بحیرہ نے پوچھا: کیا تمہارا کوئی فرد ایسا تو نہیں رہ گیا جو یہاں نہ آیا ہو؟ آخر آپ کو بھی بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو بادل آپ پر سایہ کرتا ہوا ساتھ آیا۔ نیز بحیرہ راہب نے ہر شجر اور حجر سے سنا کہ کہتے تھے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! آپ کے شانہ مبارک میں مہر نبوت دیکھی، اس کو بوسہ دیا۔ یہ سب باتیں دیکھ کر بحیرہ راہب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ ان دنوں سات آدمی شام کے نصرانیوں سے یہ حال دریافت کر کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس راستے سے ہوگا۔ آپ کے قتل کے واسطے اس طرف آئے تھے۔ بحیرہ نے ان سے کہا کہ وہ پیغمبر برحق ہیں، تم ان کی اطاعت کرو، کیوں کہ جب اللہ کو منظور ہے کہ ان کو بلند مرتبہ عطا فرمائے، تمہارے ٹالنے سے نہیں ٹلے گا اور تم انھیں نہیں مار سکتے۔ تب وہ اس ارادے سے باز رہے۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:35-36)

بحیرہ نے ابوطالب کو بہت تاکید کی کہ یہ بچہ آخر الزماں پیغمبر ہوگا اور اس کا دین تمام دینوں کے لیے ناسخ ہوگا۔ شام کی ولایت میں یہود ان کے بہت دشمن ہیں، وہاں ان کو نہ لے جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنا سامان وہیں بصرہ میں بیچ ڈالا اور مکہ معظمہ کو واپس ہوگئے۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ:36)

نبی کریم کا سفر تجارت

مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلد ایک مالدار خاتون تھی۔ لوگوں کو اپنا مال بطور مضاربت دے کر تجارت کے لیے بیرونی ممالک میں بھیجا کرتی تھیں۔ اس کے لیے ان کو ایک ایسے امانتدار شخص کی ضرورت رہتی تھی جس کو اپنا مال تجارت کے لیے دیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امین مکہ معظمہ میں کوئی بھی نہ تھا۔ تمام مکے والے آپ کو قبل ظہور نبوت ’’امین‘‘ کہتے تھے۔ اس لیے حضرت خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیج کر درخواست کی کہ میرا مال ملک شام میں تجارت کے لیے لے جائیں، نفع ہوگا تو جتنا مال چاہیں لے سکتے ہیں۔ آپ اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کرنے

کے بعد سفر تجارت پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا ایک غلام میسرہ نامی اور اپنا رشتہ دار خزیمہ آپ کے ہمراہ بھیج دیے۔ جب آپ کا قافلہ بصرہ شہر کے قریب نسطورا راہب کے پاس پہنچا تو آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے۔ نسطورا راہب نے دیکھا تو کہا کہ اس درخت کے نیچے فقط پیغمبر ہی بیٹھتا ہے۔ نیز وہ درخت بالکل خشک تھا، کوئی ایک پتہ بھی اس پر نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی برکت سے سرسبز ہوگیا۔ پتے لگ گئے، پھل لگ گئے اور اس کے اردگرد کی زمین بھی سرسبز و شاداب ہوگئی۔ نسطورا یہ سب کچھ دیکھ کر آپ کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا، اس کو دیکھتا تھا اور کہتا تھا: اس اللہ کی قسم! جس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انجیل نازل فرمائی، یہ آخر الزماں پیغمبر ہیں۔

القصہ! آپ نے اپنا مال تجارت بصرہ میں فروخت کیا، جس سے نفع عظیم حاصل ہوا اور آپ کی برکت سے تمام اہل قافلہ کو بھی نفع ہوا۔ جب واپس مکہ معظمہ تشریف لائے تو دوپہر کا وقت تھا، یعنی گرمی بہت تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کے ہمراہ اپنے بالا خانے میں تشریف رکھتی تھیں اور وہاں سے اہل قافلہ کو دیکھ رہی تھیں۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے آ رہے تھے کہ دو فرشتوں نے (جو پرندوں کی شکل میں تھے) آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ حضرت خدیجہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ادھر ان کے غلام میسرہ نے بھی جو کچھ اس سفر میں آپ کے معجزات دیکھے، سب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تفصیلاً بیان کر دیا۔

حضرت خدیجہ سے نکاح

جب حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے آپ کے معجزات سنے تو دل و جان سے آپ پر فدا ہوگئیں۔ دل میں خیال آیا کہ آپ سے میرا نکاح ہو جائے۔ (تو سب کرامات گھر میں ہی آجائیں) حالاں کہ اس سے پیشتر بڑے رؤسا نے پیغام نکاح بھیجے تھے، مگر انھوں نے کسی کو قبول نہ کیا۔ حضرت خدیجہ نے خفیہ طور پر آپ کے پاس ایک خاتون اس غرض سے بھیجی کہ آیا آپ نکاح کی خواہش رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس خاتون نے آپ کو نکاح کرنے کی ترغیب دی۔ حضور نے فرمایا: میں نکاح کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میرے پاس نکاح کا ساز و سامان نہیں ہے؟

اس خاتون نے کہا: اگر کوئی ایسی خاتون مل جائے جو شرافت نسبی کے علاوہ پاکیزہ اخلاق اور صاحب حسن و جمال بھی ہو اور نکاح کے جملہ مصارف کی بھی کفیل بن جائے تو؟ آپ نے فرمایا: ایسی خاتون کہاں مل سکتی ہے؟ اس نے کہا: خدیجہ بنت خویلد آپ کو بہت پسند رکھتی ہے، اگر حکم ہو تو میں اس کو اس بات پر راضی کرسکتی ہوں۔ اس خاتون نے واپس آکر سارا قصہ حضرت خدیجہ سے کہہ سنایا۔ حضرت خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا کر کہا: آپ میرا رشتہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے چچا آئے اور ابوطالب کے ساتھ بات چیت کی۔ مقررہ تاریخ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، ابوطالب، بعض چچا، ابوبکر اور کچھ دوسرے روسائے مکہ کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا اور بعد ایجاب وقبول کر کے نکاح ہوگیا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:37-38)

☆☆☆

بارہواں وعظ

حضور پرنور کا حسن و جمال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

حضرات! حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن و جمال میں بے مثل ہیں۔ کوئی انسان آپ کا حسن و جمال کیسے بیان کرسکتا ہے۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس بات پر ایمان نہ لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو اس شان سے پیدا فرمایا کہ کوئی انسان آپ جیسا نہ آپ سے پہلے پیدا ہوا، نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:194)

آپ جیسا کون ہوسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور مجسم تشریف لایا ہے، اس نور مجسم جیسا اور کوئی ہوسکتا ہے؟ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَنَا اَمْلَحُ وَاَخِیْ یُوْسُفُ اَصْبَحُ۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ:5، تواریخ حبیب الہ، صفحہ:157)

یعنی میں ملیح ہوں اور میرے بھائی یوسف خوب گورے تھے۔

سب جانتے ہیں کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حسن و جمال میں شہرہ آفاق رکھتے ہیں، مگر حضور فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ ملاحت رکھتا ہوں۔

ثابت ہوا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ خوبصورت تھے، آپ کے حسن و جمال کے ملاحظہ کرنے والے صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کا قول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَأَنَّ الشَّمۡسَ تَجۡرِیۡ فِیۡ وَجۡهِهٖ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ:158)

یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شئے خوبصورت نہیں دیکھی۔ گویا آفتاب آپ کے چہرے میں اتر آیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ کا فرمان

قَالَ رَأَیۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِیۡ لَیۡلَۃٍ اِضۡحِیَانٍ فَجَعَلۡتُ اَنۡظُرُ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَاِلَی الۡقَمَرِ وَعَلَیۡہِ حُلَّۃٌ حَمۡرَاءُ فَاِذَا هُوَ اَحۡسَنُ عِنۡدِیۡ مِنَ الۡقَمَرِ۔
(ترمذی ودارمی، مشکوٰۃ، صفحہ:157)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار جوڑا زیب تن کیے ہوئے دیکھا، تو میں کبھی حضور کی طرف نظر کرتا اور کبھی چاند کی طرف، تو میں نے پایا کہ حضور میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

فائدہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان کہ حضور میرے نزدیک زیادہ خوبصورت تھے یہ بطور تلذذ فرمایا، ورنہ واقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:7)

حضرت علی کا فرمان

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

لَمۡ اَرَ قَبۡلَهٗ وَلَا بَعۡدَهٗ مِثۡلَهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ:157)

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا نہ بعد میں۔

حضرت جبرئیل کا فرمان

قَلَّبۡتُ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمۡ اَرَ رَجُلًا اَفۡضَلَ مِنۡ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:16، نشر الطیب، صفحہ:14)

ترجمہ: میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا، لیکن میں نے کسی شخص کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں:

فَهُوَ الَّذِیۡ تَمَّ مَعۡنَاهُ وَ صُوۡرَتُهٗ
ثُمَّ اصۡطَفَاهُ حَبِیۡبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنۡ شَرِیۡكٍ فِیۡ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوۡهَرُ الۡحُسۡنِ فِیۡهِ غَیۡرُ مُنۡقَسِمِ

ترجمہ: آپ فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب بنایا اور آپ اپنی خوبصورتی اور خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے۔

مندرجہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسن وجمال میں اس انتہائی مقام کو پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی بھی نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکے گا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے جو امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

لَمۡ یَظۡهَرۡ لَنَا تَمَامُ حُسۡنِهٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوۡ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسۡنِهٖ لَمَا اَطَاقَتۡ اَعۡیُنُنَا رُؤۡیَتَهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:194)

ترجمہ: ہمارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حسن ظاہر نہیں ہوا کیوں کہ اگر تمام حسن ہمارے سامنے ظاہر ہوجاتا تو ہماری آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پاک پر ستر ہزار پردے ڈال رکھا ہے، تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں، ورنہ کس کی آنکھ تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کرسکتی۔ (معارج النبوۃ، رکن دوم، صفحہ:118)

جسم پاک کی نورانیت

سبحان اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس نورانی تھا، آپ سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک تک نور تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آں حضرت بتمام از فرق تا قدم ہمہ نور بود کہ دیدۂ خبرت در جمال با کمال وے خیرہ می شد مثل ماہ وآفتاب تاباں وروشن بود واگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے ہیچ کس را مجال نظر وادراک حسن وے ممکن نبودے۔ (مدارج نبوت، جلد اول، صفحہ:137)

یعنی رسول پاک بتمام سر سے قدم مبارک تک بالکل نور تھے کہ انسان کی آنکھیں آپ کے جمال باکمال کو دیکھنے سے چوندھیا جاتی تھیں۔ چاند وسورج کی مانند روشن اور چمکدار تھے، اگر آپ لباس بشریت نہ پہنے ہوتے تو کسی کو آپ کی طرف نظر کرنے اور آپ کے حسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا۔

چوں کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اس لیے آپ کا سایہ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے 'نوادر الاصول' میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

مر آنحضرت را سایہ، نہ در آفتاب ونہ در قمر۔ (مدارج نبوت، جلد اول، صفحہ:26)

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ، نہ آفتاب کی روشنی میں تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔

دیوبندیوں کی مسلمہ کتاب 'تواریخ حبیب الٰہ' میں ہے:

جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے نہ کہ لطیف ونورانی کا۔ (ص:159)

حضور کے جسم اقدس کی لطافت ونظافت

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے صاف اور پاکیزہ تھے کہ جسم اقدس پر مکھی بھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑتی تھیں۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:114، شفا، صفحہ:234، انوار محمدیہ، صفحہ:311)

فائدہ: مکھی کی عادت ہے کہ ہر فقیر امیر پر بیٹھتی ہے، یہاں تک کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ

پر بھی بیٹھ جاتی ہے، تاکہ اس کا غرور وتکبر خاک میں مل جائے اور وہ تواضع اور عاجزی اختیار کرے۔ مگر مکھی کا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نہ بیٹھنا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ اصلی شہنشاہ مخلوقات میں فقط آپ ہی ہیں۔

جسم اقدس خوشبودار تھا

ہمارے آقا و مولیٰ کے جسم اقدس سے کستوری وعنبر کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لَا شَمَمْتُ مِسْكًا وَلَا عَنْبَرَةً اَطْيَبَ مِنْ رَّائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ:517)

یعنی میں نے کوئی کستوری وعنبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شخص مصافحہ کرتا اس کے ہاتھوں سے تمام دن خوشبو آیا کرتی تھی اور جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ بچوں میں خوشبودار مشہور ہو جاتا تھا۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:30، شفا، صفحہ:40)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْاُوْلٰى ثُمَّ خَرَجَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ اَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَاَمَّا اَنَا فَمَسَحَ خَدِّيْ فَوَجَدْتُ لِيَدِهٖ بَرْدًا اَوْ رِيْحًا كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:517)

یعنی میں نے صبح کی نماز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ادا کی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، سامنے بہت سے بچے آئے، آپ ہر ایک بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے، میرے رخسار پر بھی ہاتھ مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ٹھنڈک محسوس کی بلکہ ایک خوشبو پائی۔ گویا کہ آپ نے وہ خوشبو عطر فروش کے ڈبے سے نکالی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: غَسَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبْتُ اَنْظُرُ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْمَيِّتِ فَلَمْ اَجِدْ شَيْئًا فَقُلْتُ طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا قَالَ: وَسَطَعَتْ مِنْهُ رِيْحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ اَجِدْ مِثْلَهَا قَطُّ۔ (شفا، صفحہ:14)

یعنی میں نے (وقت انتقال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ چنانچہ میں وہ چیز جو عموماً میت سے نکلا کرتی ہے، دیکھنے لگا، مگر میں نے کوئی چیز نہ دیکھی، یوں آپ زندگی اور موت میں بھی پاکیزہ ہیں۔ پھر فرمایا: آپ سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے کبھی اس کی مثل نہیں پائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَرْدَفَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهٗ فَالْتَقَمْتُ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ بِفَمِيْ فَكَانَ يَنُمُّ عَلَيَّ مِسْكًا۔ (شفا، صفحہ:40)

یعنی (ایک دفعہ) مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا، میں نے اپنے منہ سے مہر نبوت کو مس کردیا۔ پس مجھ پر خوشبو اور کستوری کی لپٹ آنی شروع ہوگئی۔

حکایت: ایک خاتون اُم عاصم، عتبہ بن فرقد سلمی کی اہلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہے کہ عتبہ کی ہم چار بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی تھی کہ میں عتبہ کے نزدیک زیادہ خوشبودار ثابت ہوں، اس لیے ہم قسم قسم کی خوشبوئیں استعمال کرتی تھیں۔ مگر اس کے باوجود ہمارا شوہر عتبہ ہم سے زیادہ خوشبودار معلوم ہوتا، حالاں کہ وہ کوئی خاص قسم کی خوشبو استعمال نہیں کرتا تھا۔ صرف تیل ہاتھ میں لے کر داڑھی پر چپڑ لیتا اور ہر ایک سے زیادہ خوشبودار بن جاتا تھا۔ جب عام لوگوں کے سامنے آتا تو ہر کوئی یہی کہتا کہ عتبہ کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں ہے۔ اُم عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے عتبہ سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم خوشبو کے استعمال کرنے میں غایت درجہ کوشش کرتے ہیں، مگر پھر بھی تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے؟ عتبہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں میرے بدن پر چھوٹے چھوٹے آبلے (دانے) نکل پڑے تھے، تو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ذرا کپڑے اتارلو، میں اپنے کپڑے اتار کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس پر دم کر کے اپنا مبارک ہاتھ میری پشت اور پیٹ پر پھیرا، اُسی دن سے میرا بدن خوشبودار بن گیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:29، انوار محمدیہ، صفحہ:127)

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے رسول معظم کی کہ جو بھی آپ کے جسم اقدس سے چھو جاتا ہے، وہ خوشبودار بن جاتا ہے۔

سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم جس گلی کوچے سے گزر فرماتے، وہ کوچہ اس حد تک خوشبودار

ہوجاتا کہ صحابہ کرام اس کوچے کی خوشبو سونگھ کر آپ کے پاس پہنچ جاتے۔ (مدارج، صفحہ:30)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيْقًا فَيَتْبَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهٗ قَدْ سَلَكَهٗ مِنْ طِيْبِ عَرَقِهٖ اَوْ قَالَ مِنْ رِيْحِ عَرَقِهٖ۔ (دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: بے شک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ فِيْ طَرِيْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّيْبِ وَقَالُوْا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الطَّرِيْقِ۔ (ابویعلی، انوار محمدیہ، صفحہ:127)

یعنی جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے کسی راستے سے گزر فرماتے تو لوگ اس راہ میں خوشبو پاتے اور کہتے کہ رسول پاک اس راہ سے گزرے ہیں۔

☆☆☆

تیرہواں وعظ

حضور اقدس کے جسم پاک کی برکت

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

حضرات! جس ذات پاک کو خود اللہ تعالیٰ نور فرمائے، اس ذات پاک کے جسم اقدس کی برکت کتنی بڑی ہوگی؟ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

جسم اقدس کی برکت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کے کسی عضو سے کوئی شئے چھوجاتی تو اس میں برکت آجاتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اُدْعُ اللّٰہَ فِیْہِنَّ بِالْبَرَکَۃِ فَضَمَّہُنَّ ثُمَّ دَعَا لِیْ فِیْہِنَّ بِالْبَرَکَۃِ. قَالَ: خُذْہُنَّ فَاجْعَلْہُنَّ فِیْ مِزْوَدِکَ کُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَاْخُذَ مِنْہُ شَیْئًا فَاَدْخِلْ فِیْہِ یَدَکَ فَخُذْہُ وَلَا تَنْثُرْہُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِکَ التَّمْرِ کَذَا وَ کَذَا مِنْ وَسْقٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَکُنَّا نَاْکُلُ مِنْہُ وَنُطْعِمُ وَکَانَ لَا یُفَارِقُ حِقْوِیْ حَتّٰی کَانَ یَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ فَاِنَّہٗ انْقَطَعَ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ:542)

ترجمہ: میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں چند کھجور لے کر حاضر ہوا، پھر عرض کیا: یارسول اللہ! ان میں برکت کی دعا فرمائیں، آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں اکٹھا کیا پھر میرے لیے دعائے برکت کی اور فرمایا: ان کو اپنے توشے دان میں ڈال دو، جب تو کچھ اس سے لینا چاہو تو اپنا ہاتھ ڈال کر لے لینا مگر جھاڑنا نہیں۔ چنانچہ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنے اتنے وسق

اللہ کے راستے میں نکالے۔ ہم خود بھی اس سے کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ وہ تھیلا میری کمر سے کبھی بھی جدا نہیں ہوا تھا، یہاں تک کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے تو وہ بھی مجھ سے گر کر ضائع ہوگیا، یہ برکت دستِ مصطفی کی ہے۔

حضرت برا ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشَرَۃَ مِائَۃً یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ وَالْحُدَیْبِیَۃُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاہَا فَلَمْ نَتْرُکْ فِیْہَا قَطْرَۃً فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَاہَا فَجَلَسَ عَلٰی شَفِیْرِہَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّہٗ فِیْہَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْہَا سَاعَۃً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَہُمْ وَرِکَابَہُمْ حَتّٰی ارْتَحَلُوْا۔ (بخاری، مشکوٰۃ، ص:532)

یعنی حدیبیہ کے روز ہم چودہ سو افراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس کا پانی کھینچ لیا اور اس میں ایک قطرہ پانی کا نہ بچا۔ جب یہ بات حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، تو آپ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے، پھر آپ نے ایک پانی کا برتن منگایا اور وضو فرمایا۔ اس کے بعد (اس میں) کلی کی اور دعا فرمائی، پھر اس پانی کو کنویں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ ایک ساعت اس کو چھوڑ دو۔ پس لوگوں نے اپنے نفس اور اپنی سواریاں سیراب کیں، یہاں تک کہ کوچ کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے جسم پاک سے چھونے والی چیز میں برکت آجاتی ہے۔ حضور اقدس کے منہ سے نکلا ہوا پانی جب کنویں میں پڑا تو کنواں پانی سے بھر گیا۔ حضور اقدس ﷺ کے جسم اقدس میں یہ برکت ہے کہ جب آپ کا ہاتھ کسی بیمار کو لگ جاتا تو وہ فوراً صحت یاب ہوجاتا۔ حضرت برا رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَہْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ بَیْتَہٗ لَیْلًا وَہُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَہٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَہْرِہٖ فَعَرَفْتُ اَنِّیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ حَتّٰی انْتَہَیْتُ اِلٰی دَرَجَۃٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُقْمِرَۃٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُہَا بِعِمَامَۃٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَہَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ: اُبْسُطْ رِجْلَکَ

فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔ (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ:531)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی) ایک جماعت ابورافع یہودی کی جانب (قتل کے لیے) بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رات کو اس کے گھر میں داخل ہوئے، وہ سویا ہوا تھا، آپ نے اسے قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کے پیٹ میں تلوار ماری جو اس کی پشت تک پہنچ گئی۔ میں نے جان لیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ پھر میں دروازہ کھولتا ہوا واپس آیا، یہاں تک کہ میں زینہ تک پہنچا۔ رات چاندنی تھی میں نے اپنا پاؤں رکھا۔ (اس خیال سے کہ زمین تک پہنچ گیا ہوں) لیکن میں (زینہ سے) گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، اس کو اپنی پگڑی سے باندھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ آپ کو ساری بات عرض کی، فرمایا: پاؤں بچھا دو، میں نے پاؤں بچھا دیا۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو (ایسا معلوم ہوا) گویا اس کو کبھی درد ہی نہیں ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ اِمْرَاَةً جَآءَتْ بِاِبْنٍ لَّهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ ابْنِيْ بِهٖ جُنُوْنٌ وَاِنَّهٗ لَيَاْخُذُ عِنْدَ غَدَائِنَا وَعِشَائِنَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ وَدَعَا فَثَعَّ ثَعَّةً وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجُرْدِ الْاَسْوَدِ يَسْعٰى۔ (دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ:540)

ترجمہ: ایک خاتون اپنا بیٹا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے، وہ اِس کو صبح وشام پکڑ لیتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ بچے نے قے کی تو لڑکے کے پیٹ سے کتے کے چھوٹے چھوٹے بچے نکلے اور دوڑنے لگے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَهٗ رَجُلٌ يَسْتَطْعِمُهٗ فَاَطْعَمَهٗ شَطْرَ وَسَقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهٗ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَمْ تَكِلْهُ لَاَ كَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ۔ (مسلم، معجزات النبی)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے غذا کی درخواست

کی۔ آپ نے اس کو نصف وسق جَو عنایت فرمائے۔ وہ خود، اس کی بیوی اور ان کے مہمان ہمیشہ اس سے کھاتے رہے، یہاں تک کہ اس نے اس کو ناپ دیا تو وہ ختم ہوگیا۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، فرمایا: اگر تو اُس کو نہ ناپتا تو تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔

حضرات! سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تو سراپا شفا تھا کہ اگر آپ کا کپڑا کسی مریض کو لگ جائے تو وہ بھی باعث شفا بن جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت اسما بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے ایک جبہ طیالسہ باہر نکالا اور فرمایا کہ اس جبہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے، ہم اس سے بیماروں کے لیے اور اپنے لیے شفا حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا ایک پیالہ بھی تھا جس میں پینے کا پانی رکھا کرتے تھے، مسلمان اس پیالے سے بھی شفا حاصل کرتے ہیں اور آپ کے چند بال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں تھے، وہ جس جنگ میں بھی اس ٹوپی کو پہن کر جاتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:244)

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک آگ سے چھو جاتا تو آگ ٹھنڈی ہو جاتی اور اس سے جلانے کی قوت سلب ہو جاتی۔ ایک دن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے در دولت پر تشریف لائے۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تنور تپایا اور روٹیاں لگانی شروع کیں، حضرت خاتون جنت کو تنور کی گرمی محسوس ہوئی۔ یہ دیکھ کر خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور شفقت دست مبارک سے چند روٹیاں لگائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے دیکھا، تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے لگی ہوئی روٹیاں اسی طرح کچی ہیں۔ آگ نے ان پر اپنا کوئی اثر نہیں کیا، آپ حیران ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ حیرانگی دریافت فرمائی، تو خاتون جنت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس لیے حیران ہوں کہ آپ کے دست اقدس سے لگی ہوئی تمام روٹیاں ابھی تک اسی طرح کچی ہیں اور آگ نے ان پر ذرا بھی اثر نہیں کیا، فرمایا: لختِ جگر! یہ کوئی حیرانگی کی بات نہیں، کیوں کہ جو شئے میرے دست اقدس سے چھو جاتی ہے، آگ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اس لیے میرے ہاتھ سے لگی ہوئی روٹیوں پر تنور کی آگ کیا اثر کر سکتی ہے۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:315)

جسم اقدس سے چھوجانے والی شئی پر دوزخ کا اثر نہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علمانے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ فتح مکہ کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خود اٹھا کر حکم دیا کہ بتوں کو اتارے اور توڑے اور خود اپنے ہاتھ سے نہ اتارا اور نہ ہی توڑا۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ تم اور تمہارے معبود (بت) سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ بت دوزخ میں جلیں گے اور دوزخ کا ایندھن بنیں گے، چنانچہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اپنے دستِ اقدس سے بتوں کو اتارتے تو آپ کا دست اقدس بتوں کو لگ جاتا، پھر وہ دوزخ میں جل نہ سکتے تھے۔ کیوں کہ جس چیز پر دستِ مصطفیٰ لگ جائے، اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلاسکتی۔ اس واسطے آپ نے ان بتوں کو اتارنے کے لیے حضرت شیر خدا کو حکم فرمایا تھا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:385)

تنبیہ: مسلمانو! غور کرو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے آٹا چھوجائے تو اس کو تنور کی آگ نہ جلاسکے اور حضور کے دست پاک سے بت مس کر جاتے تو دوزخ کی آگ ان کو نہ جلاسکے، تو بتاؤ جس صدیق و فاروق، عثمان و علی، عائشہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم کے جسم کو جسم اقدس نے چھوا ہو اُن کو نار دوزخ کیا جلاسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ۔

حضرات! اب آخر میں ایک حدیث پاک جسم اقدس کی برکت پیش کر کے اس وعظ کو ختم کرتا ہوں جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تُوُفِّيَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَرَضْتُ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَّأْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ وَالِدِيْ اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ لِيْ إِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوْا إِلَيْهِ كَأَنَّهُمْ أُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ طَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعُ إِلٰى أَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ

الْبَيَادِرَ كُلَّهَا وَحَتّٰى أَنِّيْ اَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ (بخاری، مشکوٰہ، صفحہ:535)

ترجمہ: میرے والد کچھ قرضہ چھوڑ کر انتقال فرماگئے، میں نے اپنے باپ کے قرض خواہوں سے کہا کہ اپنے قرضے کے مقابلے میں کھجور لے لیں، انھوں نے انکار کیا، پس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: آپ جانتے ہیں کہ میرے والد احد کے روز شہید ہو گئے ہیں اور بہت سا قرضہ چھوڑ گئے ہیں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں، آپ کو قرض خواہ دیکھیں گے (تو شاید کچھ معاف کردیں) آپ نے فرمایا: جاؤ اور تمام کھجور کا ڈھیر ایک طرف لگادو۔ میں نے ایسا کیا پھر آپ کو بلایا، جب ان لوگوں نے آپ کو دیکھا تو مجھ پر اس وقت دلیر کیے گئے (یعنی مطالبہ میں اور زیادہ مصر ہوئے کہ شاید آپ معافی کا حکم فرمائیں) جب آپ نے ان کا یہ حال ملاحظہ فرمایا تو بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے، پھر اس پر بیٹھ گئے اور فرمایا: میرے سامنے اپنے دوستوں کو بلاؤ (وہ آگئے) آپ ان کو ناپ کر دیتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا قرضہ ادا کردیا۔ میں اس بات پر خوش تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرضہ ادا کرادے اور اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی واپس نہ لے جاؤں۔ پس اللہ تعالیٰ نے (حضور کی برکت سے) سب ڈھیر سلامت رکھا۔ جب میں اس ڈھیر کی طرف دیکھتا جن پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، تو گویا (اس سے) کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا۔

سبحان اللہ! کیا برکت ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ حضرت جابر کا سارا قرضہ بھی دور ہوگیا اور ایک دانہ بھی کم نہ ہوا۔

☆☆☆
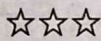
چودہواں وعظ

حضور اقدس کی طاقت وشجاعت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی:

اِنَّآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ۔ (سورۂ کوثر)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

حضرات! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو جہاں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں ان خوبیوں میں سے ایک طاقت اور شجاعت بھی بدرجہ اتم عطا فرمائی گئی۔ دنیائے عالم میں آپ کی طاقت وشجاعت کی نظیر ناممکن ہے۔ تن تنہا آپ نے عرب جیسے ملک جس کو آج تک کوئی فتح نہیں کرسکا تھا مسخر کرلیا، تمام قوموں کو جو آپ کے مقابل ہوئیں، سب کو آپ نے مغلوب کرلیا اور تمام مخالفین ومعاندین کو چکنا چور کردیا۔ آپ اتنے طاقتور اور مضبوط تھے کہ جو آپ پر گرتا خود چور چور ہوجاتا اور جس پر آپ گرتے اُسے پاش پاش کردیتے۔

حضور کی خداداد طاقت

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد قوت بے حد تھی۔ چالیس جنتی مرد کی قوت آپ کو من جانب اللہ عطا فرمائی گئی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

درحدیث انس آمدہ است کہ آں حضرت مے گشت برتمامہ نسا خود در یک شب وآں یازدہ تن بودند گفت راوی گفتم باانس اما طاقت داشت آں را گفت انس بودیم ما کہ مے گفتیم میان خود کہ دادہ شدہ است قوت آنحضرت راسی مرد۔ (بخاری) ودر بعضے روایات قوت اربعین مرد از مردان

بہشت وآمدہ است کہ ہر مرد از مرداں بہشت قوت صد کس باشد۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:32)

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول پاک اپنی تمام بیویوں پر ایک رات میں دورہ فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں۔ راوی نے انس سے پوچھا: کیا آپ اتنی طاقت رکھتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ چالیس بہشتی مردوں کی قوت آپ کو عطا کی گئی ہے اور ایک بہشتی مرد کی قوت سو مردوں کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ قوت اور زور بازو عنایت فرمایا تھا کہ دنیا کے نامی گرامی پہلوان آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ مکہ معظّمہ میں رُکانہ نامی ایک مشہور پہلوان تھا، جو بڑا شہ زور، فنِ کشتی میں ماہر اور یکتا تھا۔ مختلف شہروں سے پہلوان اس سے کشتی لڑنے کے لیے آتے، رُکانہ ہر ایک کو گرادیتا تھا۔ ایک روز وہ مکہ معظّمہ کی ایک گھاٹی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، آپ نے فرمایا: رکانہ! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا، کیوں میری دعوت قبول نہیں کرتا؟ رُکانہ نے کہا: محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی صداقت پر کوئی گواہ پیش کرو۔ فرمایا: اگر میں کشتی میں تجھے پچھاڑ دوں تو ایمان لائے گا؟ رُکانہ نے کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تیار ہوجا! کشتی شروع ہوگئی، آپ نے اس کو پکڑ کر زمین پر پچھاڑ دیا، اس کی ساری شیخی خاک میں ملادی، رُکانہ حیران ہوگیا۔ دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست پیش کی، دوسری مرتبہ بھی آپ نے اس کو گرادیا۔ تیسری مرتبہ رکانہ نے پھر کشتی کی، آپ نے تیسری مرتبہ بھی پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے متعجب ہوکر کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیری عجیب شان ہے۔

(مدارج، صفحہ:64، شفا، صفحہ:44، انوار محمدیہ، صفحہ:234)

عرب میں ایک اور پہلوان تھا جس کا نام ابوالاسود جمحی تھا، بڑا شہ زور تھا۔ لکھتے ہیں کہ اگر وہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہوجاتا اور دس مرد اس چمڑے کو کھینچتے کہ چمڑا اس کے قدم سے نکال لیں تو چمڑا پھٹ جاتا مگر اس کے پاؤں سے نہ نکل سکتا۔ اس نے ہمارے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑنے کی درخواست کی اور کہا کہ اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دوگے تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا، آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی، کشتی ہوئی اور آپ نے اس کو خوب پچھاڑا مگر وہ

بدقسمت ایمان نہ لایا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:64، انوار محمدیہ، صفحہ:234)

حضور ﷺ کی طاقت کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِيْ مَشْيِهٖ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاَنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ۔ (ترمذی، مشکوۃ، صفحہ:518)

ترجمہ: میں نے چلنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا، گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی، حالاں کہ ہم اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیتے مگر آپ کو پرواہ بھی نہ ہوتی۔

حضرات! یہ جو کچھ لکھا گیا ہے آپ کی ظاہری طاقت کا ایک کرشمہ تھا۔ مگر آپ کی روحانی اور باطنی طاقت وقوت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایں کمال قوت جسمانی اوست وقوت روحانی آں حضرت خود آنچناں بود کہ آسمان را از حرکت بازمی داشت بلکہ برخلاف حرکتش می برد۔ چنانکہ از روشمس بعد از غروب کہ در احادیث آمدہ است ظاہری گردد۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ:33)

یعنی یہ کمال آپ کی قوت جسمانی کا ہے مگر آپ کی قوت روحانی اتنی تھی کہ آسمان کو حرکت کرنے سے روک دیتے تھے، بلکہ اس کو اس کی حرکت کے خلاف چلاتے تھے جیسا کہ شمس کا غروب کے بعد واپس لوٹانا جو حدیثوں میں آیا ہے ظاہر کرتا ہے۔

تنبیہ: طاقت مصطفی کے منکرو اور حدیث دانی کے دعوے دارو! تم کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عاجز بندہ نظر آتے ہیں، آؤ! محدث دہلوی کے اس کلام کو سنو، جوانھوں نے حدیث پاک سے سمجھی ہے، یہ ہے حدیث دانی اور یہ ہے علم وفضل کا کمال معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکروں کو حدیث کی فہم عنایت ہی نہیں فرمایا، اگرچہ وہ اس کا دعویٰ بھی کرتے ہوں مگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

آپ کی شجاعت

آپ اتنے دلیر اور شجاع تھے کہ جن خطرناک مقامات پر بڑے بڑے دل آور پیٹھ پھیر

جاتے، آپ بڑی دلیری سے ثابت قدم رہتے۔ اب آپ صحابہ کرام کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت سنیے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ اِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِاَبِيْ طَلْحَةَ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِيْ عُنُقِهٖ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهٗ بَحْرًا۔ (متفق علیہ، فی شجاعۃ النبی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت، سخی اور شجاع تھے۔

ایک رات مدینہ شریف کے لوگ ڈر گئے (جیسا کہ کوئی چور یا دشمن آجائے) لوگ آواز کی جانب گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے تشریف لائے۔ فرمانے لگے: کوئی خوف نہ کرو، کوئی خوف نہ کرو۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے جو برہنہ پشت تھا، اس پر کاٹھی نہیں تھی اور آپ کی مبارک گردن میں تلوار تھی۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی میں نے اس گھوڑے کو دریا کی مثل پایا۔

فائدہ: حدیث بالا سے واضح ہے کہ آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بہادر ہیں، نیز واقعہ بیان کر کے ثابت کیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ دلیر تھے۔ ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت معلوم ہوگئی کہ وہ گھوڑا پہلے ست رفتار تھا، آپ کے سوار ہونے کے بعد تیز رفتار ہوگیا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر کس را وہر چیز را کہ یاری ومددگاری از آنحضرت بود، اگر لاشئی باشد شئی می گردد واگر زبون بود غالب شود واگر پست بود بلند گردد واگر ضعیف بود قوی گردد۔ تو مرا دل ودلیرے بود روبہ خویش خواں وشیرے بیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد رابع، صفحہ:494)

ترجمہ: جس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہوجائے، اگر وہ لاشئے ہو تو شئے ہوجائے، اگر عاجز ہو تو غالب ہوجائے، اگر پست ہو تو بلند ہوجائے، اگر کمزور ہو تو قوی ہوجائے گا: یارسول اللہ! مجھے وہ دل عطا فرمائیں کہ میں دلیر بن جاؤں گا اور اگر مجھے اپنی لومڑی بنالیں تو میں شیر بن جاؤں گا۔

حضرات! مضمون کچھ طویل ہوگیا ہے، اس لیے آخر میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو آپ کی شجاعت پر اول دلیل ہے۔ حضرت ابو اسحاق تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَجُلٌ لِلْبَرَآءِ یَا أَبَا عُمَارَةَ أَفَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰهِ! مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ أَصْحَابِهٖ لَیْسَ عَلَیْهِمْ کَثِیْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاةً لَا یَکَادُ یَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَا یَکَادُوْنَ یُخْطُوْنَ فَأَقْبَلُوْا هُنَاكَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَیْضَاءِ وَأَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ یَقُوْدُهٗ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ أَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ ثُمَّ صَفَّهُمْ۔ (مسلم و بخاری معناہ، مشکوٰۃ، صفحہ:534)

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے کہا: ابو عمارہ! (براء کی کنیت ہے) تم حنین کے روز بھاگ گئے تھے؟ فرمایا کہ نہیں، واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری تھی لیکن آپ کے کچھ جوان اصحاب جن کے پاس زیادہ ہتھیار نہ تھے وہ کفار کی تیر انداز قوم سے ملے اور قریب تھا کہ ان کا تیر گر پڑے، تو انھوں نے انھیں تیر مارا، لیکن اس سے پہلے کہ کچھ خطا ہو وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن حارث آپ کو یعنی آپ کی سواری کھینچ رہے تھے۔ آپ نیچے اترے، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور فرمایا: میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، پھر آپ نے ان کی صف بندی کی۔

حضرت براء ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی شجاعت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

کُنَّا وَاللّٰهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِیْ بِهٖ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِیْ یُحَاذِیْ بِهٖ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:534)

واللہ! جب جنگ سخت ہوجاتی تو ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ ڈھونڈتے تھے اور بے شک ہم میں سے بڑا دلیر وہ ہوتا تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر کھڑا ہوتا۔

غرض کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد قوت و شجاعت بے اندازہ ہے۔ انسان کی زبان و قلم کو اس کی طاقت ہی نہیں کہ وہ آپ کی طاقت پورے طور پر بیان کرسکے۔

پندرہواں وعظ

حضور اقدس کا پسینہ اور فضلات کا خوشبودار ہونا

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِکُمْ۔

حضرات! علمائے مفسرین فرماتے ہیں کہ قرأت تو اَنْفُسِکُمْ ضمہٗ فا کے ساتھ ہے اور ایک قرآت میں اَنْفَسِکُمْ فتحہ فا کے ساتھ ہے، اگر فتحہ فا کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ بے شک وہ رسول معظم تشریف لائے جو تم میں زیادہ نفیس ہیں۔ ہمارا پسینہ اور فضلات (پیشاب و پاخانہ) بدبودار ہوتا ہے مگر قربان اس آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ کا پسینہ خوشبودار تھا اور آپ کے فضلات صرف پاک ہی نہیں تھے بلکہ خوشبودار بھی تھے۔ خود اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ تمہارے پاس وہ رسول، پاک تشریف لائے جو تم سب سے زیادہ نفیس ہیں۔

آپ کا مبارک پسینہ

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پسینہ اس قدر خوشبودار تھا کہ مدینے والے اس کو بطور خوشبو استعمال کرتے تھے۔ حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مردے می خواست کہ دختر خود را بخانہ شوہر فرستد، طیب نداشت۔ پیش آنحضرت آمد تا چیزے عطا کند۔ چیزے حاضر نہ بود پس شیشہ طلبید وطیب انداخت دروے۔ پس پاک کرد از جسد شریف خود از عرق در شیشہ انداخت وگفت بیند از دریں شیشہ طیب وبفرما اورا کہ تطیب کند باں۔ پس بود آں زن چوں می کرد بداں مے بوئیدند، اہل مدینہ آں را و نام کردند خانہ ایشاں رابیت المطیبین۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:29)

ترجمہ: ایک مرد نے چاہا کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے گھر بھیجے اس کے پاس خوشبو نہ تھی، وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ کوئی شئے عطا کریں۔ لیکن کوئی چیز حاضر نہ تھی، اس لیے ایک شیشی منگائی اور اس میں خوشبو ڈالی، پھر اپنے جسم پاک کا تھوڑا سا پسینہ شیشی میں ڈال کر فرمایا کہ اس شیشی میں خوشبو ملا دو اور اپنی لڑکی کو کہہ دو کہ وہ اس سے خوشبو استعمال کرے۔ چنانچہ جب وہ خاتون اس شیشی سے خوشبو لگایا کرتی، تو تمام مدینے والے وہ خوشبو سونگھتے تھے، جس کی وجہ اہل مدینہ نے ان کے گھروں کو خوشبو داروں کا گھر نام رکھا تھا۔

حضرت انس کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهٗ فَتَجْعَلُهٗ فِي الطِّيْبِ وَالْقَوَارِيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ! مَا هٰذَا قَالَتْ: عَرَقُكَ اَدُوْفُ بِهٖ طِيْبِي۔ (متفق علیہ، مشکوۃ، صفحہ: 517)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا جس کو اُم سلیم جمع کرلیتیں اور اُس کو خوشبو میں ملالیتیں۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ام سلیم! یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: آپ کا پسینہ! اس کو میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔

فائدہ: حضرات! ہم لوگ گلاب کے پھول کو سونگھتے ہیں اور اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں، بھلا یہ بھی معلوم ہے کہ گلاب کے پھول میں خوشبو کہاں سے آئی ہے۔ دراصل یہ گلاب کے پھول میں بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے کا اثر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بداں کہ در بعضے احادیث آمدہ کہ گل سرخ پیدا شدہ است از عرق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نیز آمدہ است کہ فرمود بعد از رجوع از معراج قطرہ از عرق من بر زمین افتاد و روئید از اں گل سرخ ہر کہ خواہد کہ بوید بوئے مرا باید کہ بوید گل سرخ را۔ (معارج، جلد اول، صفحہ: 30)

ترجمہ: جان لو کہ بعض حدیثوں کے مطابق گلاب کا پھول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے سے پیدا ہوا ہے، نیز روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معراج کی

واپسی کے بعد میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر گر گیا جس سے گلاب پیدا ہوا، چنانچہ جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کا پھول سونگھ لے۔

خون مبارک پاک اور باعث برکت ہے

حضرات! ہمارا خون ناپاک ہے مگر ہمارے رسول پاک کا خون، پاک ہے اور اس کا پینا باعث برکت ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حجامے حجامت کرد آں حضرت را پس بیرون برد خون را فرو بردار را در شکم خود پرسید آں حضرت چہ کار کردی خون را گفت بیرون بردم تا پنہاں کنم آں را نخواستم کہ خون ترا بر زمین ریزم پس پنہاں بردم آں را در شکم خود فرمود بتحقیق عذر کردی و نگاہ داشتی نفس خود را یعنی از امراض و بلا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 31؛ انوار محمدیہ)

ترجمہ: ایک حجام نے آپ کو سنگی لگائی، پھر آپ کا خون باہر لے گیا اور اس کو پی لیا۔ آپ نے پوچھا: خون کا کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: باہر لے گیا تھا، تاکہ اس کو پوشیدہ کردوں مگر مجھے یہ پسند نہ آیا کہ آپ کا خون زمین پر گراؤں، چنانچہ اس کو اپنے شکم میں چھپا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو نے عذر پیش کیا اور اپنے آپ کو بیماریوں سے محفوظ کردیا۔

آپ کا خون، محبت سے پی جانے سے مسلمان جنتی بن جاتا ہے، ایک روایت ہے:

لَمَّا جُرِحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَصَّ جُرْحَهٗ مَالِكٌ وَالِدُ أَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ حَتّٰى اَنْقَاهُ وَلَاحَ أَبْيَضَ، قَالُوْا: وَمُجَّهٗ فَقَالَ: لَا وَاللّٰهِ لَا اَمُجُّهٗ اَبَدًا ثُمَّ ازْدَرَدَهٗ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّنْظُرَ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰذَا۔
(انوار محمدیہ، صفحہ: 29، مدارج، جلد اول، صفحہ: 31، شفا، صفحہ: 41)

ترجمہ: جب (احد میں) سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان نے آپ کے زخم کو چوس کر صاف کردیا جس کی وجہ سے وہ سفید نظر آنے لگا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اس کو اپنے منھ سے باہر ڈال دو، انھوں نے کہا: واللہ نہیں! میں کبھی بھی اس کو اپنے منھ سے باہر نہ ڈالوں گا، پھر اُنھوں نے اس خون کو پی لیا، یہ دیکھ کر سرکار نے فرمایا: جو شخص جنتی مرد دیکھنا چاہے اِس کو دیکھ لے۔

سبحان اللہ! حضور ﷺ کا خون پینے والا جنتی ہوجاتا ہے، حالاں کہ دوسرے انسانوں کا خون پینا حرام ہے اور اِس پر نص وارد ہے۔

آپ کا بول وبراز اُمت کے حق میں پاک ہے

سرورِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول وبراز امت کے حق میں پاک ہے، اگر یہ بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا اور بول کا پینا بھی جائز ہے، شفا شریف میں ہے:

فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِطَهَارَةِ هٰذَيْنِ الْحَدَثَيْنِ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ۔ (جلد اول، صفحہ:41)

ترجمہ: اہل علم سے ایک قوم نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بول وبراز پاک ہے اور یہی قول بعض شوافع کا ہے۔

حضرت یوسف اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَفِيْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى طَهَارَةِ بَوْلِهٖ وَدَمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ حَجَرٍ قَدْ تَكَاثَرَتِ الْأَدِلَّةُ عَلٰى طَهَارَةِ فُضَلَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقَلَ النَّوَوِيُّ عَنِ الْقَاضِيْ حُسَيْنٍ أَنَّ الْأَصَحَّ الْقَطْعُ بِطَهَارَةِ الْجَمِيْعِ وَبِهٰذَا قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمَا قَالَهُ الْعَيْنِيُّ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:219)

ترجمہ: ان حدیثوں میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشاب اور خون کی طہارت کا ثبوت موجود ہے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہت سے دلائل ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی حسین سے نقل کیا ہے کہ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ آپ کے تمام فضلات اور خون پاک ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے جیسا کہ عینی نے کہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دریں احادیث دلالت است برطہارت بول ودم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وبریں قیاس سائر فضلات وعینی شارح صحیح بخاری کہ حنفی مذہب است گفتہ کہ ہمیں قائل است امام ابوحنیفہ وشیخ ابن حجر گفتہ کہ دلائل متکاثرہ

مظاہرہ برطہارت فضلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:32)

ترجمہ: یہ حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں، باقی فضلات کو بھی اِسی پر قیاس کریں۔ علامہ عینی شارح صحیح بخاری جو حنفی مذہب سے ہیں، انھوں نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے اور شیخ ابن حجر نے کہا ہے کہ آپ کے فضلات کی طہارت پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔

آپ کا بول وبراز خوشبودار تھا

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا بول وبراز نگل جاتی جہاں سے خوشبو آتی تھی۔ (مدارج، ج:1، ص:30، شفا، ص:40)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی چیز نہیں دیکھتے، فرمایا: عائشہ! تو نہیں جانتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل جاتی ہے، اس لیے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:31، شفا، صفحہ:40)

حضرات! آپ کا بول (پیشاب) اتنا پاکیزہ اور خوشبودار تھا کہ اگر کوئی باقسمت پی جاتا تو اس کے بدن سے خوشبو آیا کرتی تھی۔

حکایت: ایک شخص حضور اقدس ﷺ کا پیشاب مبارک پی گیا تو جب تک زندہ رہا، اس کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور اس کی اولاد سے بھی کئی پیڑھیوں تک خوشبو آتی رہی۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:31، مظاہر حق، جلد اول، صفحہ:135)

آپ کا بول مبارک باعث شفا ہے

آپ کا بول پی لینے سے پیٹ کی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ رات کو اپنی چارپائی کے نیچے ایک پیالہ رکھتے تھے کہ جس میں رات کو پیشاب کیا کرتے تھے (یہ اُمت کے بوڑھوں کے لیے ایک قسم کی تعلیم ہے) ایک رات اس

پیالہ میں پیشاب کیا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا: ام ایمن! پیالہ میں جو کچھ ہے اس کو باہر گرادو مگر پیالہ بالکل خالی تھا، اس میں کچھ بھی نہ تھا۔ اُم ایمن نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پیاسی تھی لاعلمی میں اس کو پی لیا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا: اُم اَیمن! تیرا پیٹ کبھی درد نہیں کرے گا۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:31، شفا، صفحہ:41، انوار محمدیہ، صفحہ:219)

ایک خاتون برکتہ نام کی تھی جو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی۔ ایک دن اس نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ تو کبھی بھی بیمار نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ خاتون عمر بھر بیمار نہ ہوئی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:31)

☆☆☆

سولہواں وعظ

حضور اقدس کے اعضا کا حسن و جمال

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۔ (سورۂ ضحیٰ)

محبوب کے رخ انور کی قسم اور قسم ہے محبوب کے زلفوں کی جب چہرے پر چھا جائیں۔

حضرات! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر عضو اپنے حسن و جمال میں بے مثال ہے۔

قرآن کریم میں چہرۂ مبارک کا ذکر اس طرح بیان کیا گیا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۔ (پارہ:2)

زبان پاک کا اس طرح ذکر ہوا: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۔ (پارہ:27)

زبان مبارک کا دوبارہ اس طرح ذکر کیا گیا: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ ۔ (پارہ:25)

آنکھ مبارک کا اس طرح ذکر فر کیا گیا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۔ (پارہ:27)

ہاتھ اور گردن کا اس طرح ذکر کیا گیا: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ۔ (پارہ:15)

سینہ مبارک کا اس طرح ذکر کیا گیا: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۔ (پارہ:30)

قلب مبارک کا یوں ذکر کیا گیا: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔ (پارہ:27)

قلب مبارک کا دوبارہ یوں ذکر کیا گیا: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ (پارہ:19)

پشت کا اس طرح ذکر کیا گیا: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِىْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۔ (پارہ:30)

چہرۂ اقدس کا بیان

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور جمال الٰہی کا آئینہ تھا اور انوار لامتناہی کا مظہر اَتم تھا۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہو تو چہرۂ مصطفی کو دیکھ لو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھ لیا۔

کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمال الٰہی کا آئینہ اور مظہر اتم ہیں۔ (مدارج، ج:1، ص:5)

چہرۂ انور، انوارِ الٰہی کی تجلی گاہ تھا کہ غیر مسلم چہرۂ انور دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے چہرۂ انور کو دیکھا تو کہہ اٹھے کہ یہ چہرہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ یہ وہ چہرۂ انور ہے جس کی قسم خالق کائنات کھاتا ہے اور فرماتا ہے:

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ (پارہ:30)

چہرۂ انور کی قسم! اور قسم ہے اُس زلف سیاہ کی جب کہ چہرے پر چھا جائیں۔

وہ چہرۂ اقدس جس کو خود خالق کائنات نظر رحمت سے دیکھتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ۔ (پارہ:2)

واقعی ہم آپ کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں جو بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہے۔

وہ چہرۂ مصطفیٰ جو سورج اور چاند کی طرح چمکدار تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کسی نے پوچھا تو فرمایا: قَالَ رَجُلٌ وَجْهُهٗ مِثْلُ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِیْرًا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:515)

ترجمہ: کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلوار کی مانند تھا؟ فرمایا: نہیں، بلکہ آفتاب اور چاند کی طرح چمکدار اور گول تھا۔

وہ چہرۂ انور جس سے بڑھ کر کوئی حسین چہرہ پیدا نہیں ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:518)

ترجمہ: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا، گویا کہ سورج آپ کے چہرے میں اتر آیا تھا۔

وہ مبارک چہرہ جو وقتِ مسرت چمک اٹھتا تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰی كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّ كُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ:518)

ترجمہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ جگمگانے لگتا تھا، یہاں تک کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا بن جاتا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ۔ (انوار محمدیہ، ص:195، مدارج، ج:1، ص:6)

ترجمہ: جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کے چہرے کی لکیریں اس طرح چمک اٹھتی تھیں گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔

ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حَجَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا شَبِّهِیْهِ وَجْهَهٗ، قَالَتْ: كَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:196، مدارج، جلد اول، صفحہ:6)

ترجمہ: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا۔ پھر اُس خاتون سے کہا کہ حضور کے چہرے کا وصف بیان کرو، اُس نے کہا: (آپ کا چہرہ) چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔ میں نے نہ آپ سے پہلے اور نہ بعد میں کسی کو آپ کی مثل دیکھا۔

حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یَتَلَاْلَاُ وَجْهُهٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:196)

ترجمہ: آپ کا چہرۂ اقدس ایسا چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

مبارک لب

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب باریک اور خوبصورت تھے، گویا گلاب کے پھول کی پتیاں تھیں، ہر وقت ان لبوں پر تبسم رہتا تھا۔ علامہ طبرانی بیان کرتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ عِبَادِ اللّٰهِ شَفَتَیْنِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:200)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب تمام بندوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔

دندان مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نورانی اور چمکدار تھے، گویا موتیوں کی

لڑیاں تھیں اور اُن کے درمیان کھڑکیاں تھیں جن سے نور جھڑتا تھا۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک دانتوں کے متعلق فرماتے ہیں: اَشْنَبُ مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ۔

آپ کے مبارک دانت بارونق (چمکیلے) اور کشادہ تھے۔

آپ کے دانت اتنے چمکیلے اور نورانی تھے کہ اُن سے نور جھڑتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔ (دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ:518)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دو دانت کشادہ تھے، جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا تھا۔

جب آپ ہنستے تو آپ کے دانتوں سے اتنا نور نکلتا کہ دیواریں چمک جاتی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ نُوْرُهٗ فِي الْجُدُرِ۔ (شفا، صفحہ:39، نشر الطیب، صفحہ:118، مدارج، جلد اول، صفحہ:11)

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں سورج جاری ہوتا تھا اور جب ہنستے تو آپ کے نور سے دیواریں چمک جاتی تھیں۔

لعاب مبارک کی خوشبو

آپ کا لعاب دہن خوشبودار، شہد سے زیادہ میٹھا، عاشقوں اور بیماروں کے لیے شفا ہے۔

جس چیز میں آپ کا لعاب مبارک پڑ جاتا وہ خوشبودار ہو جاتی، جیسا کہ روایت ہے:

مَجَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِئْرٍ فَفَاحَ مِنْهَا رَائِحَةُ الْمِسْكِ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:200، مدارج، جلد اول، صفحہ:11)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں کلی فرمائی جس سے اس کنویں سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں: دَخَلَتْ عَلَيْهِ عُمَيْرَةُ بِنْتُ مَسْعُوْدٍ هِيَ وَاَخَوَاتُهَا تُبَايِعْنَهٗ وَهُنَّ خَمْسٌ فَوَجَدْنَهٗ يَاْكُلُ قَدِيْدًا فَمَضَغَ لَهُنَّ قَدِيْدَةً ثُمَّ مَضَغْنَهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ قِطْعَةً فَلَقِيْنَ

اللّٰهَ وَمَا وُجِدَ لِاَفْوَاهِهِنَّ خُلُوْفٌ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:200)

یعنی آپ کی خدمت میں عمیرہ بنت مسعود اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور بیعت حاصل کیا، اس وقت حضور خشک گوشت کھا رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو گوشت منہ سے چبا کر دیا، جس کو اُن میں سے ہر ایک نے ایک ایک ٹکڑا چبایا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شرفیاب ہوئیں اور اُن کے منہ میں بدبو کبھی بھی نہ آئی۔

حضرات! دیکھا جو چیز ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے لگ جاتی ہے، وہ شئے بھی خوشبودار ہو جاتی ہے، بلکہ دوسری چیز کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہے۔

لعاب کی مٹھاس

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں تھا۔ جس چیز میں پڑ جاتا اس کو بھی شیریں اور میٹھا بنا دیتا۔ ایک روایت ہے کہ: بَصَقَ فِيْ بِئْرٍ فِيْ دَارِ اَنَسٍ فَلَمْ يَكُنْ بِالْمَدِيْنَةِ بِئْرٌ اَعْذَبَ مِنْهَا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:220، مدارج، جلد اول، صفحہ:11)

یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے گھر میں جو کھاری کنواں تھا اس میں اپنا لعاب ڈالا، تو وہ اتنا میٹھا ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے زیادہ میٹھا کوئی کنواں نہ رہا۔

لعاب کی شفا

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب ایسا نورانی تھا کہ جس بیمار کو دیا جاتا وہ شفا پاتا جاتا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ: فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:563)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا، جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام صبح سویرے ہی خدمت نبوی میں حاضر ہوگئے۔ اُن میں سے ہر ایک یہی تمنا رکھتا تھا کہ جھنڈا مجھے عطا ہو۔ لیکن حضور نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُن کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، فرمایا: اُن کو بلالاؤ، چنانچہ اُن کو بلایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالدی، تو وہ ایسے اچھے ہوگئے گویا اُن کو درد تھا ہی نہیں، پھر آپ نے ان کو عَلَم عطا فرمایا۔

لعاب مبارک کی غذائیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب شفا کے ساتھ غذا بھی تھا اور وہ بھی نہایت نفیس غذا، جو بھوک اور پیاس میں دودھ اور پانی کا کام دیتا تھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی وعلامہ یوسف نبہانی لکھتے ہیں: یک بار طفلانِ شیر خوارہ رانزد آں حضرت آوردند پس انداخت آب دہن خودرا دردہانہائے ایشاں پس سیراب شدند وشیر نخوردند درآں روز۔ روزے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت تشنہ بود۔ پس آں حضرت زبان شریف خودرا در دہان وے نہاد وبمکید آں راتمام آں روز سیراب بود۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:11، انوار محمدیہ، صفحہ:200)

یعنی ایک دفعہ دودھ پیتے بچوں کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے اپنا لعاب مبارک ان کے منھ میں ڈال دیا، پھر ایسے سیراب ہوگئے کہ اس دن انھوں نے دودھ نہ پیا۔ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ بہت پیاسے ہوگئے تو سرکار نے اپنی زبان اقدس کو ان کے منھ میں رکھ دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے زبان کو چوسا تو سارا دن سیراب رہے۔ (دودھ کی ضرورت نہ ہوئی)

☆☆☆

سترہواں وعظ

مبارک آنکھوں اور زلفوں کا حسن

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (پارہ:27)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

حضرات! انسان ضعیف النسیان ان مبارک آنکھوں کی صفت کیا بیان کرسکتا ہے، جن آنکھوں نے ذاتِ الٰہی کے جلوے دیکھے ہوں اور جن کا وصف خود اس کا خالق فرماتا ہو۔

ارشاد باری ہوتا ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ (پارہ:27)

یعنی آنکھ یار کا جلوہ دیکھتے ہوئے، نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

مبارک آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں اور اُن کی پتلی سیاہ تھی، بغیر سرمہ لگائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرمہ لگا ہوا ہے اور آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے جو آنکھوں کے حسن وجمال کو چار چاند لگاتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَھْدَبُ الْاَشْفَارِ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:517)

یعنی آپ کی آنکھیں بڑی موٹی سیاہ رنگ کی تھیں اور پلکیں دراز تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَلِیْعَ الْفَمِ اَشْکَلَ الْعَیْنِ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:516)

یعنی آپ کا منھ کشادہ تھا اور آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی۔

مبارک آنکھوں کا کمال

آپ کی آنکھیں اندھیرے میں بھی ایسا دیکھتی تھیں جیسے روشنی میں دیکھتی ہوں۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى فِي الضَّوْءِ۔ (شفا، صفحہ:43، انوار محمدیہ، صفحہ:196)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسے روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرَى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرَى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:196، مدارج، جلد اول، صفحہ:8)

ترجمہ: رسول اللہ رات کے اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔

وہ مبارک آنکھیں دور والی شئے کو بھی ایسا دیکھتی تھیں جیسے قریب والی شئے کو دیکھتی تھیں، روایت ہے: كَانَ يَرَى مِنْ بَعِيْدٍ كَمَا يَرَى مِنْ قَرِيْبٍ۔ (نشر الطیب، صفحہ:112)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور سے ایسا دیکھتے تھے جیسے قریب سے دیکھتے ہیں۔

1- آپ نے مدینہ منورہ میں ملک حبشہ کے نجاشی بادشاہ کا جنازہ دیکھا اور صحابہ کرام کے ساتھ اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

2- معراج کے اعلان کے بعد جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ مکہ معظّمہ سے بیت المقدس کو دیکھتے جاتے تھے اور قریش کو اُس کا نقشہ بتاتے جاتے تھے۔

3- جب آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ منورہ میں شروع کی تو کعبہ معظّمہ کو دیکھ کر مسجد کی سمت قبلہ درست فرمائی۔ (شفا، صفحہ:43، نشر الطیب، صفحہ:121)

4- ایک دفعہ سورج گرہن لگا تو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز کسوف ادا فرمائی، فراغت کے بعد صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس مقام میں کھڑے ہو کر کسی شئے کو پکڑنے کا ارادہ فرمارہے ہیں، پھر آپ پیچھے ہٹ گئے، کیا بات تھی؟ فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا اور ارادہ کیا کہ اس کا ایک خوشۂ انگور پکڑوں، اگر اُس کو پکڑ لیتا، تو تم اُسے کھاتے رہتے لیکن وہ خوشہ ختم نہ ہوتا۔ پھر فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا ہے جس کا بہت برا منظر تھا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:129)

سبحان اللہ! وہ مبارک آنکھیں مدینہ طیبہ سے جنت و دوزخ کو دیکھتی ہیں، جنت آسمانوں

کے اوپر اور دوزخ تمام زمینوں سے نیچے ہے۔

5- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو تو اس لیے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرے کو اِس لیے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ:42)

فائدہ: ان حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، خواہ وہ دور ہو یا زمین میں پوشیدہ، اس لیے اُن لوگوں کا قول مردود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایں جا اشکال مے آرند کہ در بعضے روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام، نمی دانم آنچہ در پس ایں دیوار است۔ جوابش آں است کہ ایں سخن اصلی ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:9)

ترجمہ: کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں، میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصلیت نہیں اور اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت وارد نہیں ہوئی۔

قربان جایئے ان مبارک آنکھوں پر جو آگے پیچھے یکساں دیکھتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ: اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ اِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُوْنِيْ بِالرُّكُوْعِ وَلَا بِالسُّجُوْدِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْاِنْصِرَافِ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ اَمَامِيْ وَمِنْ خَلْفِيْ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:101)

ترجمہ: ایک روز ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جب نماز پوری کر لی تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: لوگو! میں تمہارا امام ہوں، مجھ سے پہلے رکوع و سجدہ اور قیام نہ کیا کرو، بے شک میں تم کو اپنے آگے اور پیچھے سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَفِي مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَأَسَاءَ الصَّلٰوةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ أَلَا تَتَّقِي اللهَ أَلَا تَرٰى كَيْفَ تُصَلِّي أَنَّكُمْ تَرَوْنَ أَنَّهُ يَخْفٰى عَلَيَّ شَيْءٌ مِمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللهِ إِنِّي لَأَرٰى مِنْ خَلْفِي كَمَا أَرٰى مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔ (مسند احمد، مشکوۃ، صفحہ:77)

ترجمہ: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آخری صف میں کسی نے نماز میں خرابی کی، جب سلام پھیرا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کیا نہیں دیکھتا کہ تو کیسے نماز ادا کرتا ہے؟ تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے افعال مجھ پر پوشیدہ ہیں۔ واللہ! میں پیچھے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے۔

وہ مبارک آنکھیں جو صرف ظاہر ہی کو نہیں دیکھتیں، بلکہ باطن کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا فَوَاللهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي۔ (بخاری، جلد اول، صفحہ:59)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہے؟ واللہ! مجھ پر تمہارا خشوع اور نہ رکوع مخفی ہے۔ بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

فائدہ: حضرات! خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ مگر نگاہ مصطفی پر قربان جائیے کہ وہ نمازی کے دل کا خشوع بھی دیکھ لیتی ہے۔

وہ نورانی آنکھیں کہ بیک وقت تمام عالم کو دیکھ لیتی ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (مسلم، مشکوۃ، صفحہ:512)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: حَاصِلُهُ أَنَّهُ طَوٰى لَهُ الْأَرْضَ وَجَعَلَهَا مَجْمُوْعَةً كَهَيْئَةِ كَفٍّ فِي مِرْآةِ نَظْرِهٖ۔ (حاشیہ مشکوۃ، صفحہ:512)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے زمین کو لپیٹ دیا ہے اور تمام زمین کو آپ کی آنکھوں کے سامنے ایسا کر دیا ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ تمام عالم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے، ایک ذرہ بھی

نظر پاک سے مخفی نہیں۔ رسول پاک نبی الانبیاء ہیں اور آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم (اولیائے کرام) سے بھی بوسیلۂ نبی، عالم میں ذرہ بھر کوئی چیز مخفی نہیں۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اولیائے کرام کی نظر کے سامنے ہوتی ہیں۔ سیدی حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُوْنَ السَّبْعُ فِي نَظْرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ إِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِّنَ الْأَرْضِ۔ (ابریز شریف، صفحہ:242)

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مرد مومن کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک حلقہ جنگل میں پڑا ہوا ہو۔

علامہ جامی فرماتے ہیں: حضرت عزیزاں علیہ الرحمہ گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ است وما می گوئیم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔ (نفحات الانس)

یعنی حضرت عزیزاں علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ گروہ اولیا کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مثل ناخن کے ہے کہ کوئی چیز اُن کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

بال مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال بہت خوبصورت، بڑے سیاہ، نرم اور تھوڑے پھرے ہوئے تھے، نہ بہت گھونگرالے نہ بالکل سیدھے، جو کبھی دوش مبارک تک رہتے، تو کبھی نرم گوش تک اور بالوں کے درمیان مانگ نکالا کرتے تھے۔

صحابہ کرام اور بال مبارک

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے یہاں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال بڑے محبوب اور معظم تھے۔ ایک بال مبارک اُن کے نزدیک تمام دنیا کے مال و متاع سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ أَنَسٍ، قَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِي شَعْرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:214)

ترجمہ: میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند بال ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے ہم کو حاصل ہوئے ہیں، فرمایا: میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَاَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔ (مسلم، انوار محمدیہ، صفحہ:214)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال اتار رہا تھا اور آپ کے اردگرد آپ کے اصحاب طواف کررہے تھے، وہ یہی ارادہ رکھتے تھے کہ بال مبارک کسی کے ہاتھ ہی میں گرے۔

فائدہ: پتہ چلا کہ صحابہ کرام کے ذہنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک بالوں کی اتنی عظمت تھی کہ زمین پر بال مبارک گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتے، تاکہ وہ بال مبارک ان کے لیے نجات کا ذریعہ بن جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے بال مبارک بطور تبرک اپنے صحابہ میں تقسیم کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْجُمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ نُسُكَهٗ ثُمَّ دَعَا بِالْحَلَّاقِ وَنَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَحَلَقَهٗ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِيَّ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَيْسَرَ فَقَالَ اِحْلِقْ فَحَلَقَهٗ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اِقْسِمْهُ بَيْنَ النَّاسِ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ:232)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ کے پاس تشریف لائے اور کنکریاں ماریں، پھر اپنی منزل میں جو منیٰ میں تھی تشریف فرما ہوئے اور قربانی فرمائی، پھر حجام کو بلوایا اور سر کا دایاں حصہ اس کو پکڑایا، اس نے اس کا حلق کیا، پھر آپ نے ابوطلحہ انصاری کو بلایا، ان کو یہ بال عنایت فرمائے، پھر آپ نے بایاں حصہ حجام کو پکڑایا اور فرمایا کہ اس کو مونڈو، اس نے اس کو مونڈا۔ آپ نے ان بالوں کو بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا کہ یہ لوگوں میں تقسیم کردو۔

مبارک بالوں کی برکت

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال باعث برکت تھے۔ صحابہ کرام ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ حاکم و دیگر محدثین روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہوگئی، آپ گھوڑے سے اتر کر اپنی ٹوپی تلاش کرنے لگے۔ مسلمان فوجیوں کو حضرت خالد کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور کہا کہ تیر برس رہے ہیں، تلواریں چل رہی ہیں، موت وحیات کا سوال ہے اور فوج کا جرنیل گھوڑے سے اتر کر ٹوپی کی تلاش میں ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹوپی کی تلاش کے بعد فوجیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: تمہاری حیرانگی بجا ہے مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میری ٹوپی میں سردار دوجہاں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال ہیں۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ فرما کر اپنے بال کٹوانے لگے تو ہر صحابی آپ کے بال مبارک حاصل کرنے کی کوشش کررہا تھا، میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کیے اور اپنی ٹوپی میں رکھ لیے، پھر فرمایا: فَلَمْ اَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِيَ اِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ۔ (حجۃ العالمین، صفحہ:686، مدارج، حصہ اول، صفحہ:244)

یعنی کسی جنگ میں حاضر ہوتا اور وہ مبارک بال ساتھ ہوتے تو مجھے اللہ کی نصرت حاصل ہوتی۔

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ وَقَبَضَ اِسْرَائِيْلُ ثَلٰثَ اَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ فِيْهِ شَعْرٌ مِّنْ شَعْرٍ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْ شَيْءٌ بُعِثَ اِلَيْهَا مِخْضَبَةٌ۔ (بخاری، صفحہ:875)

ترجمہ: مجھے میرے گھر والوں نے پیالے میں پانی دے کر ام سلمہ کے پاس بھیجا (کہ ان سے حضور کے بالوں کا پانی لاؤں) تو اسرائیل نے تین چلو پانی اس پیالے سے جس میں آپ کے مبارک بال تھے، میرے پیالے میں ڈال دیا۔ چنانچہ جب کسی کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی بیمار ہوتا تو ام سلمہ کے پاس برتن بھیج دیا جاتا۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال

میں شفا ہے اور مریض ان سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

حکایت: بلخ شہر میں ایک مال دار شخص رہتا تھا، اس کے دو بیٹے تھے، جب وہ مالدار شخص مر گیا تو ہر ایک بیٹے نے نصف نصف ترکہ لے لیا۔ اس ترکے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مبارک بال بھی تھے۔ ہر ایک بیٹے نے ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال مبارک باقی رہ گیا، تو بڑے لڑکے نے کہا: اس بال کے دو ٹکڑے کر کے تقسیم کر لیں۔ چھوٹے لڑکے نے کہا کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کے دو ٹکڑے نہیں کر سکتے، کیوں کہ حضور کے بال مبارک معظم ہیں، اس کو توڑنا مناسب نہیں ہے۔

بڑے لڑکے نے کہا کہ تو میراث سے اپنا حصہ صرف بال سے لے لو اور مال مجھے دے دو۔ چھوٹے بیٹے نے کہا کہ ہاں! مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال دے دو اور تم تمام مال لے لو۔ چنانچہ بڑے بیٹے نے تمام مال لے لیا اور چھوٹے بیٹے نے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال لے لیے۔ قدرت الٰہی سے کچھ مدت کے بعد بڑے بیٹے کا سب مال ہلاک ہو گیا اور وہ فقیر بن گیا۔ اس نے ایک روز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس نے رسول پاک کی خدمت میں اپنے مال کی شکایت کی: آپ نے فرمایا: او بدنصیب! تو نے دنیا کے مال کو پسند کیا اور میرے بالوں سے اعراض کیا، مگر تیرے بھائی نے میرے بالوں کو اختیار کیا جب وہ ان کی زیارت کرتا ہے تو مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا و آخرت میں نیک بخت بنا دیا ہے۔ جب یہ خواب سے بیدار ہوا تو وہ فوراً اپنے چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ (نزہۃ المجالس، حصہ دوم، صفحہ:93)

یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی برکت جو دونوں جہانوں میں مومن کو فائدہ دیتی ہے۔

☆☆☆

اٹھارواں وعظ

معراج کا بیان

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝

(سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں خصائص وفضائل، کمالات وکرامات اور معجزات عنایت فرمائی ہے، اُن سب میں اعلیٰ جو خصوصیت وکرامت اور کمال ومعجزہ عنایت ہوا وہ معراج ہے۔

معراج کے متعلق عقیدہ

مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ تک اسرا کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے، اس کا منکر کافر ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کی سیر کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے، اس کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔ دیگر جزئیات عجائب وغرائب کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے، ان کا منکر جاہل، محروم اور بدنصیب ہے۔ (مدارج النبوۃ، حصہ اول، صفحہ:189)

معراج کی کیفیت کا بیان

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیر کے دو حصے ہیں: ایک مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک،

اس کو اسرا کہتے ہیں اور دوسرا حصہ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک ہے، اس کو معراج کہا جاتا ہے۔ مگر عرف عام میں اس ساری سیر پر معراج کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک کا سیر اسرا ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں تک کی سیر کا نام معراج ہے اور آسمانوں سے مقام قاب قوسین تک کا نام اعراج ہے۔

(فوائد الفواد، جلد چہارم، صفحہ:350)

اہل اسلام کا کیفیت معراج میں اختلاف ہے، اس میں تین مشہور اقوال ہیں:

1- بعض کا قول ہے کہ معراج روحانی خواب میں تھا مگر سب کا اتفاق ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب حق اور وحی الٰہی ہوتے ہیں، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، کیوں کہ آپ کے خواب میں آپ کا دل بیدار ہوتا ہے، فقط آنکھ خوابیدہ ہوتی ہے۔

2- بعض کا قول ہے کہ مسجد حرام سے لے کر بیت المقدس تک حالت بیداری میں جسمانی معراج تھی اور بیت المقدس سے آسمانوں تک روحانی تھی۔

3- جمہور علما کا قول ہے کہ آپ کی یہ تمام سیر حالت بیداری میں تھی اور جسمانی معراج تھی، یہی مذہب اکثر صحابہ، تابعین، محدثین وفقہا اور متکلمین ومفسرین کا ہے۔

(شفا، صفحہ:113؛ مدارج النبوۃ، صفحہ:189، جلد اول)

4- بعض عرفا فرماتے ہیں کہ اسرا اور معراج بہت ہیں، یعنی وہ چونتیس ہیں جن میں سے ایک حالت بیداری میں معراج ہوئی اور باقی حالتِ خواب میں روحانی معراج ہوئیں۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ:190)

تفسیر روح البیان میں ہے: قَالَ الشَّيْخُ الْاَكْبَرُ قُدِّسَ سِرُّهٗ أَنَّ مِعْرَاجَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرْبَعٌ وَّثَلَاثُوْنَ مَرَّةً وَاحِدَةٌ بِجَسَدِهٖ وَالْبَاقِيْ بِرُوْحِهٖ۔ (سیرت حلبیہ، صفحہ:404)

یعنی شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ معراج نبوی ۳۴ بار ہوئی، ایک بار جسمانی اور باقی (۳۳ بار) روحانی۔

جسمانی معراج پر دلائل

مذہب جمہور یہی ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی۔

اس جسمانی معراج پر کثیر دلائل ہیں، ان میں سے چند دلیلیں بیان کی جاتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اور عبد، روح وجسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں، اس لیے لفظ عبد کا یہاں استعمال فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔

2- حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے براق کی سواری پیش کی گئی، جس پر آپ سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ براق کا سواری بننا دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی، اس لیے کہ براق جو چوپایہ ہے اس پر جسم سوار ہوتا ہے نہ کہ روح، کیوں کہ روح کو سواری کی حاجت نہیں ہوتی۔

3- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَسْرٰی۔ یہ رات کی سیر کو کہتے ہیں اور اسرا کا اطلاق اس سیر پر نہیں ہوتا جو خواب میں ہو۔

4- اللہ تعالیٰ نے قصۂ معراج میں فرمایا: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ نہ ٹیڑھی ہوئی نگاہ اور نہ بہکی۔ لفظ بصر جسمانی نگاہ کے لیے آتا ہے، خواب میں دیکھنے کو بصر نہیں کہتے۔ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی۔

5- معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عظیم معجزہ ہے، اگر روحانی معراج ہوتی تو یہ معجزہ کیسے بن سکتا۔ معلوم ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔

6- اگر معراج روحانی ہوتی تو کفار مکہ اس کو بعید نہ سمجھتے اور آپ کی تکذیب کے درپے نہ ہوتے، کیوں کہ خواب میں ہر ایک کی روح دور دور تک قلیل عرصے میں سیر کر آتی ہے۔ کفار کی تکذیب اس بات پر شاہد ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ جسمانی معراج کا تھا جس کو کفار نے بعید از عقل سمجھا اور تکذیب کے درپے ہوگئے۔

7- جب آپ نے معراج کا دعویٰ کیا تو ایک جماعت ضعیف ایمان والی یہ دعویٰ سن کر مرتد ہوگئی، اگر روحانی معراج کا دعویٰ ہوتا تو اُن کے ارتداد کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔ اس کے علاوہ مشاہیر علما نے جسمانی معراج کی بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں جو مختلف مطبوعات میں مذکور ہیں:

مَنْ شَآءَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا۔

فلاسفہ کا انکار معراج

فلاسفہ، ملحدین اور نیچری خیال کے وہم پرست واقعہ معراج سے انکار کرتے ہیں اور اس کو محال سمجھتے ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

1- جسم ثقیل کا اوپر جانا عقلاً محال ہے۔

2- آسمانوں پر حضور جا نہیں سکتے، کیوں کہ آسمانوں کا خرق والتیام ممتنع ہے۔

3- راستے میں کرۂ ناری ہے، اس کا عبور ناممکن ہے۔

4- اتنے تھوڑے سے وقت میں آسمانوں پر جانا اور عجائب وغرائب ارضی وسماوی کی سیر کر کے اتنی جلدی واپس تشریف لانا کہ بستر بھی گرم رہے اور دروازے کی کنڈی بھی ہلتی رہے اور وضو کا پانی بھی ٹپکتا رہے، عقل کے نزدیک محال ہے۔

اہل اسلام کی طرف سے ان وہم پرستوں کے تمام اعتراضات کا جواب فقط ایک ہے کہ اگر چہ ان کے نزدیک یہ تمام باتیں محال ہیں مگر قدرت والے رب کے نزدیک یہ محال نہیں ہیں، کیوں کہ یہ سب محالات عادیہ ہیں نہ کہ محال بالذات اور محال بالذات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور محالات عادیہ ممکن بالذات ہوتے ہیں اور ممکن بالذات تحت قدرت ہے، اس لیے یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں اور معراج کرانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اسی لیے فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اور معراج کرانے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی تاکہ منکرین کا کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک معراج ایک معجزہ ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے جس کا وقوع عادتاً محال ہو، اگر یہ امور عادتاً محال نہ ہوتے تو معجزہ کیسے بن سکتے۔

☆☆☆

انیسواں وعظ

آسمانوں پر جانے کے منقولی دلائل

اہل اسلام کے یہاں آسمانوں کی سیر کے لیے جانے پر منقولی دلائل بھی موجود ہیں جن سے اسلام کا دعویٰ کرنے والا معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی جسم کے ساتھ بہشت میں رہے جو آسمانوں سے اوپر ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے: وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْہَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۔ (سورۂ بقرہ، آیت:35)

یعنی ہم نے فرمایا کہ آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ۔

پھر آپ بحکم خداوندی اسی جسم کے ساتھ زمین پر تشریف لائے، ارشاد باری ہے:

وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ۔

(سورۂ بقرہ، آیت:36)

یعنی ہم نے فرمایا کہ اتر جاؤ! تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہے، تمہارے لیے زمین قرار کی جگہ ہے اور ایک وقت تک نفع بخش بھی ہے۔

نتیجہ: اگر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں پر تشریف لے جائیں اور پھر اتریں تو آسمانوں کا خرق والتیام اور ثقالت جسمی اور کرۂ ناری مانع نہ ہو تو پھر محبوب خدا آسمانوں پر تشریف لے جائیں اور واپس آئیں تو کون سی چیز مانع ہوگی۔ حضرت ادریس علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بایں جسد عنصری آسمانوں پر تشریف لے گئے اور بہشت میں داخل ہوئے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ (سورۂ مریم، آیت:56)

ترجمہ: کتاب میں ادریس کو یاد کرو، بے شک وہ سچا نبی تھا اور ہم نے اس کو بلند مکان (جنت میں) بلند کیا۔

جب ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں پر گئے اور جنت میں داخل ہوئے تو آسمانوں کا خرق والتیام اور کرۂ ناری اور ثقالت جسمی مانع نہ ہوئی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر جانے سے کون سی شئے مانع بن سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور اب بھی چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہیں، اسی عقیدے پر صحابہ کرام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور عام مسلمین ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ وَمَا كَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ یعنی انھوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے۔ جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بایں جسد عنصری آسمانوں پر جاسکتے ہیں اور پھر واپس آسکتے ہیں تو سید الرسل احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جاسکتے ہیں اور پھر واپس آسکتے ہیں، کوئی چیز مانع نہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکومت نمرود نے ایک دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا، لیکن جب آپ آگ میں تشریف لائے تو آگ کو اللہ نے گلزار بنادیا۔ رب تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ۔

ہم نے آگ کو حکم دیا کہ آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی پیشانی پر نور مصطفی مخزون تھا آگ میں کود کر اُسے گلزار بناسکتے ہیں تو حبیب خدا بالطریق اولیٰ کرۂ ناری کو گلزار بنا کر آسمان پر جاسکتے ہیں۔

حضرت جبرئیل خادم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخدوم ہیں اور مخدوم کا مرتبہ خادم سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ سے زمین پر آتے جاتے ہیں اور ان کو کرۂ ناری نہ ضرر دے اور نہ ہی آسمانوں کا خرق والتیام مانع ہو تو مخدوم جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمانوں پر جائیں اور تشریف لائیں کچھ مانع نہیں ہوسکتا۔ یہی دلیل پیارے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو دی، جب کہ آپ نے معراج کی تصدیق کی تھی، اس پر کفار نے دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا: جب جبرئیل

علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح وشام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے ہیں تو رسول پاک بھی آسمانوں پر جاسکتے ہیں۔ (معارج النبوۃ، صفحہ:109، حصہ سوم)

بدعقیدوں کے دوسرے سوال کا جواب

بدعقیدہ اور اس جیسے وہم پرست لوگ اس لیے بھی معراج کا انکار کرتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا، پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر عقل باور نہیں کرسکتی۔ اس کے جواب میں ہم ایسے نظائر پیش کرتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں بہت سی مسافت طے ہوسکتی ہے:

1- حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک وقت میں صدہا ارواح مشرق ومغرب میں قبض کرلیتے ہیں، اس لیے حبیب خدا بھی مختصر وقت میں آسمانوں پر پہنچ کر واپس آسکتے ہیں۔

2- ہماری آنکھوں کا نور ایک آن میں آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ ادھر آنکھ کھولی، ادھر آسمان نظر آگیا تو حبیب اللہ جو نور اللہ ہیں، نور نظر سے زیادہ لطیف ہیں، وہ واقعی تھوڑے سے وقت میں آسمانوں پر جاکر واپس تشریف لاسکتے ہیں۔

3- شیطان جو بدترین مخلوق ہے، ایک لمحے میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں پہنچ جاتا ہے، اگر ذات بابرکات جو تمام مخلوقات سے بہترین اور بزرگ وبرتر ہے، تھوڑی دیر میں تمام آسمانوں وجناں کی سیر فرما کر واپس تشریف لے آئے تو کیا قباحت لازم آئے گی۔

4- آفتاب چوتھے آسمان پر چمکتا ہے تو اس کی روشنی فوراً آنِ واحد میں آسمانوں سے گزرتی ہوئی فرش زمین پر پہنچ جاتی ہے، کوئی دیر نہیں لگتی تو آفتاب رسالت جو نور اللہ ہیں، اگر مختصر وقت میں آسمانوں پر تشریف لے جاکر واپس تشریف لائیں تو کون مانع ہوسکتا ہے۔

فائدہ: وہمی لوگ اپنے وہم میں مبتلا ہیں، وہ اسلامی اصول سے واقف نہیں۔ اسلام میں زمان ومکان کا سمٹنا ایک تسلیم شدہ مسئلہ ہے، تمام عرفا اور اولیا اس کے قائل ہیں کہ عام لوگوں پر ایک ساعت گزرتی ہے مگر وہی ایک ساعت محبوبان الٰہی کے لیے کئی برسوں کی بن جاتی ہے۔

حکایت: حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ کا ایک مرید دجلہ ندی پر غسل کرنے کے لیے گیا،

دریا کے ساحل پر کپڑے اتارے اور خود دریا میں غوطہ لگایا، جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ ولایت ہندوستان میں پہنچ چکا ہے، وہاں اس نے شادی کی، اس کی اولاد ہوئی اور کافی مدت وہاں رہا۔ ایک دن پھر اس نے غسل کرنے کے لیے کسی دریا میں غوطہ لگایا، جب باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی دریائے دجلہ ہے، کپڑے اسی طرح کنارے پر موجود ہیں، وہ کپڑا پہنا اور اپنے شیخ کی خانقاہ پر حاضر ہوا، تو دیکھا کہ لوگ ابھی اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:112)

مقولہ حضرت جنید

حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ کا مقولہ ہے کہ جب مرد کامل مسند ولایت پر فائز ہوتا ہے تو ایک سانس میں ہزار سال کی طاعت کرسکتا ہے، نیز بزرگانِ دین سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک ساعت میں تمام قرآن حرف حرف اور آیت آیت پڑھ کر ختم کیا۔ (معارج، حصہ سوم، صفحہ:113)

حکایت دوم: سلطان الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ جب ایک پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن پاک پڑھنا شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھنے سے پہلے تمام قرآن پاک ختم کر لیتے۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:113)

اس طرح امام الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند ساعتوں میں مسجد حرام سے بالائے عرش سیر فرمائی اور واپس تشریف لائے۔

☆☆☆

بیسواں وعظ

معراج کی حکمتیں

معراج کی بہت سی حکمتیں ہیں، ان میں سے چند حکمتیں پیش کی جاتی ہیں:

1- ایک رات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی اُمت کے اعمال پیش کیے گئے، آپ اپنی امت کے گناہ اور جرم بے شمار دیکھ کر بہت ملول ومحزون ہوئے مگر محبوب کے رب کو یہ کب پسند تھا کہ اس کا محبوب غم زدہ ہو۔ چنانچہ رب العالمین نے اپنے محبوب کو شب معراج میں اپنے پاس بلالیا اور اپنے دریائے رحمت وخزائن مغفرت دکھائے اور فرمایا کہ محبوب! کیا آپ کی اُمت کے گناہ زیادہ ہیں یا آپ کے رب کی رحمت ومغفرت زیادہ ہے؟ یہ تھی معراج کی حکمت۔ (ملخص از معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:91)

2- اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے اپنے محبوب کو محشر میں تمام مخلوقات کے لیے شفاعت کرنے والا بنایا ہے۔ قیامت کا دن بڑا خوف ناک ہوگا، ہر ایک پر خوف طاری ہوگا، کسی کو دوسرے کا حال معلوم کرنے کی طاقت نہ ہوگی، بلکہ ہر کوئی اپنے حال میں مشغول ہوگا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شبِ معراج اپنے پاس بلاکر عجائب وغرائب اور درجات بہشت ودرجات جہنم دکھائے، تا کہ کل قیامت کے روز کی ہیبت آپ پر اثر انداز نہ ہو اور آپ بلاخوف وخطر گنہگاروں کی شفاعت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت سب نفسی نفسی بولیں گے اور اللہ کے حبیب اُمتی اُمتی فرمائیں گے۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:92)

3- قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ مجازی کسی کو اپنی محبت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے تو تمام خزائن ودفائن دکھا کر اپنی تمام سلطنت کی اشیا کا مالک ومختار بنا دیتا ہے، اسی طرح بلاتشبیہ بادشاہ حقیقی اللہ جل مجدہٗ نے اپنے رسول پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبت کے ساتھ مخصوص فرمایا

تو اپنے محبوب کو پہلے دنیا کے تمام خزائن ودفائن دکھائے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

زُوِيَتْ لِيَ الْأَرْضُ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ۔ (مدارج، حصہ اول، صفحہ:139)

میرے سامنے تمام زمین سمیٹ دی گئی، میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔

جب زمین کے جملہ خزائن ودفائن دکھادیے گئے تو ان کی چابیاں بھی آپ کو عنایت فرما کر مالک ومختار بنایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ۔ (مدارج، حصہ اول، صفحہ:148، مشکوٰۃ، صفحہ:512)

یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عنایت کی گئی ہیں۔

آسمان کے خزائن باقی تھے، اس لیے رب نے چاہا کہ شب معراج آسمانی خزائن بھی دکھادیے جائیں اور جنت ودوزخ کی کنجیاں دستِ اقدس میں دی جائیں، اس لیے معراج کرایا گیا۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:92-93)

4- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنوں کے مال وجان خرید لیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ خریدار اور مومن بیچنے والے، جان ومال مبیع اور جنت قیمت اور اللہ کے حبیب اس بڑے سودے میں وکیل اعظم اور وکیل اعظم کا کام ہوتا ہے کہ مبیع کو دیکھے اور اس کی قیمت کو بھی دیکھے، اس لیے آپ کو معراج کرایا گیا کہ آپ نے اپنے غلاموں کے جان ومال کو دیکھ لیا ہے، آو جنت کو بھی دیکھ لو اور ان کے باغات اور عمارتیں حور وقصور بھی ملاحظہ فرمالو بلکہ خریدار کو بھی دیکھ لو، کیوں کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، امام کا دیکھنا سب کا دیکھنا ہوتا ہے۔ (ملخص از معارج، صفحہ:92)

5- جب اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تو زمین وآسمان میں مناظرہ ہوا، زمین نے کہا: اے آسمان! میں تجھ سے بہتر ہوں، کیوں کہ مجھ میں اشجار، انہار، اثمار، وحوش وطیور، چرند وپرند اور جن وانس ہیں اور مجھ کو رنگا رنگ پھولوں سے زینت دی گئی ہے۔ آسمان نے کہا: مجھ میں سورج، چاند، ستارے، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ ہیں اور حور وغلماں سے مجھ کو مزین کیا گیا ہے۔ مجھ میں بیت المعمور ہے جس کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور مجھ میں جنت ہے جہاں انبیا، اولیا، صلحا اور شہدا کی روحیں رہتی ہیں اور قیامت کے بعد اسی میں رہیں گے، زمین نے کہا:

اے آسمان! میں تجھ سے بہتر ہوں، کیوں کہ مجھ میں اللہ کے حبیب ہیں جو جنت کے مالک ہیں، یہ سن کر آسمان خاموش ہوگیا اور نہایت تضرع سے اس نے دعا مانگی: یاالٰہی! میں مناظرے میں ہار گیا ہوں، اس لیے ایک دفعہ اپنے حبیب کو آسمان پر بلا تاکہ وہ اپنا قدم مجھ پر رکھیں اور میں زمین کے مقابلے میں شرمندہ نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو آسمان پر بلا کر آسمان کی دعا قبول کی۔ (ملخص از معارج، صفحہ:93)

6- جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرمایا: إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا: أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۔ یعنی تو زمین میں فسادی کو پیدا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنِّيْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی میں ان کی اولاد سے اپنا حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کروں گا۔ اے فرشتو! تمہاری نظر فسادیوں اور خون ریزوں کی طرف ہے اور میری نظر اپنے حبیب کی طرف ہے، جس کے واسطے میں نے چودہ طبق بنائے ہیں۔ فرشتوں نے جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنا تو آپ کے دیدار کے مشتاق ہوئے اور دربار الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے: یاالٰہی! ایک دفعہ اپنے حبیب کو آسمان پر بلا تاکہ ہم بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوسکیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی یہ دعا قبول فرمالی اور آپ کو شب معراج آسمان پر بلا کر فرشتوں کو زیارت کرنے کا موقعہ دیا۔ (مدارج، حصہ سوم، صفحہ:95)

7- آسمان بریں کے فرشتوں میں چند مسائل پر بحث وتکرار رہا اور اس مناظرے میں چار لاکھ سال گزر گئے، مگر بحث ومناظرہ ختم نہ ہوا، نہ کوئی شافی جواب کسی سے بن سکا، اتنے میں اللہ کے حبیب کا ظہور ہوا۔ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا شہرہ سنا تو جان گئے کہ ہمارے ان مسائل کا حل اللہ کے حبیب فرمائیں گے، اس لیے فرشتوں نے دربارِ الٰہی میں دعا کی: مولیٰ! ایک دفعہ اپنے حبیب کو ہمارے پاس بھیج تاکہ ہماری مشکل حل ہوجائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج فرشتوں کی اس مشکل کو حل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔

(معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:97)

8- معراج کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی آسمان والوں اور زمین والوں پر ظاہر ہو، زمین والوں میں سب سے زیادہ بزرگ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوتے ہیں، اس لیے معراج کی رات بیت المقدس میں سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام بنے تو آپ کی بزرگی زمین والوں پر ظاہر ہوگئی اور آسمان میں فرشتے بزرگ تھے، لہٰذا شب معراج بیت المعمور میں ان کے امام بنے تو آپ کی بزرگی ملائکہ پر ظاہر ہوگئی۔ گویا معراج آپ کی بزرگی کا اعلان ہے۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:97)

9- قاعدہ ہے کہ ہر شئے اپنے وطن اور مقام کو جانا پسند کرتی ہے، دیکھو آگ جلائی جائے تو اوپر کو جاتی ہے، کیوں کہ اس کا مقام اوپر ہے، وہ اپنے مقام کا شوق رکھتی ہے۔ بلبل وغیرہ پرندے جن کا مقام اور وطن باغ ہوتا ہے جب شکاری ان کو پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیتا ہے تو بلبل وغیرہ پنجرے میں پھڑکتی ہے، کیوں کہ اسے اپنے وطن باغ کی یاد ستاتی ہے۔ انسان سفر میں کتنا ہی آرام وآسائش میں ہو، پھر بھی اسے اپنا وطن یاد آتا ہے اور اس کا شوق اس کے دل میں باقی رہتا ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے بلا تجزیہ نور مصطفیٰ کو پیدا کیا تو آپ کا نور تین مقاموں میں رہا۔ مقام ہیبت، مقام لطف اور مقام قرب۔

ان تینوں مقاموں میں ہزار ہزار سال قیام فرمایا جو ایک طویل مدت ہے۔ جب وہ نور قالب وجود میں تشریف لایا تو آپ کو اپنا پرانا مقام اور وطن یاد آیا جو مقام قرب تھا۔ اس وطن قدیم کی محبت رہتی کہ اس میں پہنچ کر دل کو قرار حاصل ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شب معراج وطن اصلی میں بلایا، تا کہ آپ کو چین اور قلبی سکون حاصل ہو۔ جب آپ شب معراج اپنے وطن اصلی میں پہنچے جو مقام قرب تھا تو آپ نے عرض کیا: مولیٰ! اب میں واپس نہ جاؤں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محبوب! اگر واپس نہ گئے تو آپ کی اُمت کے سر پر ہاتھ کون رکھے گا اور اُن کی دستگیری کون کرے گا؟ اس واسطے آپ کو واپس بھیجا گیا، اسی لیے اس مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا آسمانوں پر جانا تعجب نہیں کہ ہر کوئی اپنے وطن کو جایا کرتا ہے، بلکہ آسمانوں سے زمین پر واپس آنا تعجب ہے۔ (ملخص از معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:98)

10- اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزات اور درجات تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو الگ

الگ عنایت فرمائے، وہ تمام بلکہ ان سے زائد اپنے محبوب کو عطا فرمائے: ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ درجہ ملا کہ کوہ طور پر آپ کو معراج کرائی گئی۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوتھے آسمان تک معراج کرائی گئی۔ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت تک معراج کرائی گئی۔ لہٰذا حکمت الٰہی مقتضی تھی کہ اللہ کے حبیب کو ایسی معراج کرائی جائے جو اُن سب معراجوں کو شامل ہو اور ان سے بڑھ کر بھی ہو، اس لیے آپ کو ایسی معراج کرائی گئی جس میں اللہ تعالیٰ سے کلام بھی ہے، آسمانوں کی سیر بھی ہے اور جنت میں داخلہ بھی۔

غرض کہ جن مقامات و درجات کو اور انبیا نے الگ الگ طور پر طے فرمایا تھا، آپ نے ان سب کو ایک ساتھ طے فرمایا، پھر بھی ایک بڑا فرق یہ ہے کہ حضرت کلیم اللہ کوہ طور پر، حبیب اللہ عرش عظیم پر اور کلیم اللہ خود جاتے ہیں جب کہ حبیب اللہ بلائے جاتے ہیں۔

(از افادات مفتی صاحب گجراتی)

☆☆☆

اکیسواں وعظ

معراج کے لیے رات کے تعین کی حکمت

اللہ کے محبوب کو معراج رات میں کرائی گئی، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں، ان میں سے چند یہاں پیش کی جاتی ہیں:

1- رات میں معراج کرانے کی یہ حکمت تھی کہ صدیق اور زندیق، مومن اور کافر، مصدق اور مکذب میں امتیاز ہو جائے، اگر معراج دن میں ہوتی تو کوئی انکار نہ کرسکتا، کیوں کہ ہر کوئی یہ دیکھ لیتا کہ یہ براق ہے، یہ جبرئیل ہیں اور یہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا رہے ہیں، مگر معراج رات کو ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر اعلان فرمائیں گے کہ میں آسمانوں کی سیر کر کے آیا ہوں، تو جو تصدیق کرے گا وہ صدیق کہلائے گا اور جو انکار کرے گا وہ زندیق اور ابو جہل بنے گا۔ روایت میں ہے کہ واقعہ معراج سن کر کمزور ایمان والے مرتد ہو گئے، کفار نے تکذیب کی اور ہنسی اڑائی۔ مشرکین کی ایک جماعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے کہ تیرا یار گمان کرتا ہے کہ میں راتوں رات بیت المقدس گیا ہوں اور صبح سے پہلے واپس آ گیا ہوں۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا میرے رسول پاک نے ایسا فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! فرمایا: لَئِنْ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ۔ اگر یہ دعویٰ میرے محبوب کی زبان سے نکلا ہے تو آپ نے سچ فرمایا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے: کیا تم ایسے بعید امر کی تصدیق کرتے ہو؟ فرمایا: نَعَمْ إِنِّيْ لَأُصَدِّقُهٗ فِيْمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ۔ ہاں! میں اس سے بعید امر کی بھی تصدیق کرتا ہوں، تو اس وقت آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ:206، انوار محمدیہ، صفحہ:349، سیرت حلبی، صفحہ:418)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معراج کی تصدیق کی تو آپ کو صدیق کا لقب ملا اور

ابو جہل نے تکذیب کی تو ہمیشہ کے لیے جہالت کا باپ بنا۔

2- معراج کے لیے رات کو اس لیے خاص کیا گیا تا کہ ایک آسمان پر دو آفتاب جمع نہ ہو جائیں، ایک آفتاب رسالت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا آسمانی آفتاب، اگر دو آفتاب جمع ہو جاتے تو کسی کو ممکن نہ ہوتا کہ ان کی روشنی برداشت کرسکتا۔

(ملخص از معارج النبوۃ، صفحہ:105)

3- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حقیقی ہے اور آفتاب کا نور مجازی ہے۔ آفتاب اپنا نور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے حصہ لیتا ہے، اس لیے اگر معراج دن کو ہوتی تو آفتاب کا نور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تاب نہ لاسکتا اور آپ کے نور کے سامنے شرمندہ ہو جاتا، اس لیے معراج دن کو نہ کرائی گئی بلکہ رات میں کرائی گئی۔

(معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:106)

قاعدہ ہے کہ محب جب اپنے محبوب سے راز و نیاز کی باتیں کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے رات ہی کو متعین کرتا ہے، کیوں کہ رات پردہ پوش ہے۔ ایسے ہی بلاتشبیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اسرار مَا أَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى سے مشرف فرمانا چاہا تو رات ہی کو اختیار فرمایا، تا کہ کسی غیر کو بالکل اطلاع ہی نہ ہو۔

(ملخص از معارج، صفحہ:107)

5- چونکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام دَنٰی فَتَدَلّٰی میں جانا تھا، اس لیے آپ کے جسم اقدس پر جو ستر ہزار حجاب بشریت کے پہنے ہوئے تھے ان کو اتارا جانا تھا، یہ آپ کی نورانیت کے ظہور کا وقت تھا، اگر معراج دن میں ہوتی تو کس آنکھ میں طاقت تھی جو آپ کو دیکھ سکتی، اس لیے معراج کے لیے رات کو اختیار فرمایا گیا۔

6- قاعدہ ہے کہ محب یہی چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کے حسن و جمال کو غیر نہ دیکھے۔ محب کی غیرت یہ کبھی گوارا نہیں کرتی کہ میرے محبوب کے حسن و جمال کو میرے سوا اور بھی کوئی دیکھے۔ بلاتشبیہ اللہ تعالیٰ محب ہے اور اس کا پیارا رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کب گوارا کرتی کہ کوئی غیر اس کے محبوب کے حسن و جمال کو دیکھے، جب کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے

محبوب کو مخلوق کی طرف بھیجا تو آپ کو بشریت کا برقعہ پہنا کر بھیجا، تا کہ آپ کا حسن و جمال غیروں سے چھپا رہے اور کوئی بھی آپ کے پورے حسن و جمال کو نہ دیکھ سکے۔ اب معراج میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنی طرف بلایا ہے اور اصلی حسن و جمال میں بلایا ہے، اگر معراج دن کو ہوتی تو مخلوقات بھی آپ کے اصلی حسن و جمال دیکھ لیتی اور یہ غیرت خداوندی کے خلاف تھا۔ اس لیے آپ کو معراج رات میں کرائی گئی تا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

7- یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ رات کا وقت توبہ و استغفار کی قبولیت کا ہوتا ہے، بلکہ خود رب العالمین آخری شب میں ندا فرماتا ہے کہ کوئی ہے توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں اور کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ چوں کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے کہ میرے محبوب کو اپنی اُمت کی ہر وقت فکر رہتی ہے اور اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔ آج معراج میں بھی اپنی اُمت کو فراموش نہ فرمائے گا، ضرور اس کی بخشش کی دعا مانگے گا۔ رات کا وقت ہوگا حبیب اللہ دعا مانگے گا، تو اس کی دعا قبول کروں گا اور اس کی اُمت کو بخش دوں گا۔ گویا معراج کیا تھی آپ کی اُمت کے بخشنے کا ایک بہانہ تھی۔

8- رات کے فضائل اور خصائص بے شمار ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

1- اصحاب اضطرار کا آرام و قرار رات میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ۔ ہم نے رات کو اس لیے بنایا کہ تم اس میں آرام کرو۔

2- صائم (روزہ دار) کو فرحت، وقتِ افطار ملتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاَفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰنِ۔ افطار کا وقت رات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔

ثابت ہوا کہ اصلی فرحت رات میں حاصل ہوتی ہے۔

3- عابدوں کو عبادت میں حلاوت رات میں حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:
قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ رات کو عبادت کے لیے قیام فرماؤ مگر تھوڑا۔

4- سعادت مند لوگ رات میں زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:
اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ۔ یا وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں عبادت کرتے ہیں۔

5- نیک حضرات رات میں قرآن پاک پڑھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ۔ رات کی گھڑیوں میں قرآن پڑھتے ہیں۔

6- اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا رات میں افضل ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:
وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح لمبی رات میں پڑھو۔

7- قرآن مجید و فرقان حمید رات میں ہی نازل ہوا، خود قرآن فرماتا ہے:
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ ہم نے قرآن پاک لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔

8- چہرے کی خوبصورتی رات میں عبادت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ بِالَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهٗ بِالنَّهَارِ۔

جو رات میں زیادہ سے زیادہ نماز ادا کرے، دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا۔

لہٰذا مناسب تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دَنٰی فَتَدَلّٰی میں پہنچنے کا وقت بھی رات ہو، اس لیے معراج پاک کے لیے رات اختیار کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی۔

(ملخص از معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:107)

☆☆☆

بائیسواں وعظ

معراج کہاں سے اور کب ہوئی؟

معراج کہاں سے ہوئی؟

وہ مقام جہاں سے معراج کا سفر شروع ہوا مختلف فیہ ہے:

1- ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھل گئی۔ (صحیح بخاری)

2- ایک روایت میں ہے کہ آپ حطیم میں تھے کہ حضرت جبرئیل آئے۔

3- ایک روایت میں ہے کہ آپ اُم ہانی کے گھر تھے۔

4- ایک روایت میں ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے۔

ابن حجر نے ان روایتوں میں یوں تطبیق دی کہ آپ اُم ہانی کے گھر تھے اور یہ گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ آپ نے بوجہ سکونت اپنا گھر فرمادیا کہ وہاں سے آپ کو مسجد میں لایا گیا، ابھی نیند کا اثر باقی تھا تو وہاں حطیم کے پاس لیٹ گئے۔ (سیرت حلبی، صفحہ:405-406)

معراج کب ہوئی؟

معراج کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے، سنہ میں بھی اختلاف ہے، مہینہ میں بھی اور دن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے:

1- ہجرت سے ایک سال قبل۔ 2- ہجرت سے دوسال پہلے۔

3- ہجرت سے تین سال قبل۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ (سیرت حلبی، صفحہ:405)

دن میں یہ اختلاف ہے:

1- جمعہ کی رات 2- پیر کی رات 3- ہفتے کی رات

مگر ابن وجہہ کا قول ہے کہ پیر کی رات تھی، کیوں کہ آپ پیر کو ہی پیدا ہوئے اور پیر کو ہی وصال فرمایا اور پیر ہی کو نبوت کا اعلان کیا، نیز پیر ہی کو مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور پیر ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ (سیرت حلبی، صفحہ:405)

تاریخ اور مہینہ میں یہ اختلاف ہے:

(1) 17/ربیع الاول (2) 27/ربیع الاول (3) 27/رمضان المبارک

(4) 27/ربیع الآخر (5) 27/رجب المرجب، یہی آخری قول زیادہ صحیح ہے۔

(سیرت حلبی، صفحہ:404)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّهُ قَدِ اشْتَهَرَ بِدِيَارِ الْعَرَبِ فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ أَنَّ مِعْرَاجَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ۔ (ماثبت بالسنۃ، صفحہ:139)

جاننا چاہیے کہ دیارِ عرب میں لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج 27/رجب المرجب کو ہوئی۔

آیت اسرا کے نکات

سُبْحٰنَ: اللہ تعالیٰ نے آیت اسرا کو لفظ سُبْحٰنَ سے شروع فرمایا، جو تعجب کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے، چوں کہ معراج بھی ایک عجیب واقعہ تھا جو انسانی عقل سے بالاتر تھا، اسی لیے کفار نے انکار کیا تو سُبْحٰنَ فرما کر اشارہ فرمایا کہ معراج ایک عجیب واقعہ ہے۔ مگر معراج اس ذات نے کروائی جو سبحان ہے اور عجز وعیب سے پاک ہے، اس کے یہاں یہ کوئی مشکل نہیں، وہ ہر شئے پر قادر ہے، پھر منکر انکار کیوں کرتے ہیں؟ دوسرے سبحن کا کلمہ اس لیے فرمایا کہ کفار مکہ نے معراج کا واقعہ سن کر اللہ کے حبیب کو جھوٹا اور کاذب کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو جواب دیا کہ میری ذات اس بات سے پاک ہے کہ میں کاذب اور جھوٹا رسول بناؤں، اس لیے میرا رسول سچا ہے اور جھوٹے تم ہو۔

اَلَّذِیْٓ اَسْرٰی: یہاں الذی اسری موصول وصلہ ذکر کیا اور اپنا نام ذکر نہ کیا اس لیے کہ اس سیر کا فاعل فقط اللہ تعالیٰ ہی ہوسکتا ہے، یعنی میں نے اپنے حبیب کو معراج کرایا ہے، اب جو

معراج پر اعتراض کرتا ہے وہ مجھ (اللہ) پر کرتا ہے۔

بِعَبْدِہٖ: اللہ تعالیٰ نے بعبدہ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ آپ کی معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی، کیوں کہ عبد کا اطلاق روح وجسم پر ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث اور محاورات عرب میں جب بھی حیات ظاہری میں کسی پر لفظ عبد کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے عبد مع الجسد مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا۔ موسیٰ! میرے بندوں کو رات میں لے جاؤ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔

یعنی کیا تو نے دیکھا اس کو جو عبد مقدس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو روکتا ہے جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ یہاں بھی عبد سے مراد روح مع الجسم ہے، کیوں کہ نماز ادا کرنا روح مع الجسم کا کام ہے، نیز اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے: لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ۔ جب کھڑا ہوا اللہ کا عبد پاک (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت میں لفظ عبد کا اطلاق جسم وروح کے مجموعے پر ہے، پس اسی طرح اسریٰ بعبدہ میں بھی روح مع الجسم مراد ہے، اس سے ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔

بِعَبْدِہٖ کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد (محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) کی اضافت اپنی طرف کی، تا کہ تصریح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب عالم عباد کی طرح عبد نہیں ہے اور ہم بندوں جیسے نہیں ہیں جیسا کہ ابنائے زبان کہتے ہیں، یعنی کامل عابد، باقی عباد اُن جیسے نہیں ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی مضمون کو اپنے شعر میں یوں ادا کیا ہے:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر
او سراپا انتظار ایں منتظر

بدعقیدہ کا لفظ عبد پر اعتراض

بدعقیدہ اس مقام پر لفظ عبد کی آڑ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے انکار

کرتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبد یعنی بشر ہیں نور نہیں ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعبدہ فرمایا ہے اور بنورہ نہیں فرمایا، اگر نور ہوتے تو عبدہ نہ فرماتا۔ مگر بدعقیدہ کا یہ اعتراض اُن کی کج فہمی پر مبنی ہے، وہ نہیں جانتے کہ عبدیت ونورانیت میں کوئی تضاد نہیں کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی ہو جائے، بلکہ عبد بھی ہوتا ہے اور نور بھی ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ۔ بلکہ فرشتے معزز بندے ہیں۔ یہاں ملائکہ پر جو بالاتفاق نور ہیں لفظ عباد کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ عبدہ کے کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی نہیں ہو سکتی، جیسے عبدہ سے رسول ونبی کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

بِعَبْدِہٖ فرمانے کی حکمت

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد فرمایا، رسول یا نبی وغیرہ نہ فرمایا، اس کی ایک حکمت یہ تھی کہ جب آپ خالق سے مخلوق کی طرف تشریف لائے تو آپ کو رسول ونبی فرمایا گیا: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ۔ مگر یہاں مخلوق سے خالق کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں، اس لیے آج شانِ رسالت کے اظہار کا وقت نہیں ہے، بلکہ اظہارِ عبدیت کا وقت ہے، اسی لیے بِعَبْدِہٖ فرمایا گیا ہے۔

دوسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیح روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو ان کے ماننے والوں نے انھیں اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فقط آسمانوں تک ہی نہیں، بلکہ فوق العرش تشریف لے گئے۔ ہو سکتا تھا کہ آپ کو لوگ خود اللہ یا اس کا بیٹا کہہ دیتے تو اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرمایا اور بِعَبْدِہٖ فرمایا تا کہ کوئی آپ کو اللہ کا بیٹا نہ کہے۔

لَیْلًا: اسرا رات ہی کی سیر کو کہتے ہیں، پھر لَیْلًا کا ذکر تاکید کے لیے ہے، منصوب بنا بر ظرفیت ہے۔ لَیْلًا کو نکرہ ذکر فرما کر تصریح فرما دی کہ معراج ساری رات میں نہیں ہوئی، بلکہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں ہوئی۔ یہاں تک کہ بعض نے فرمایا کہ تین ساعتیں تھیں اور بعض نے کہا چار، مگر امام سبکی فرماتے ہیں کہ اس سیر پر فقط ایک لحظہ خرچ ہوا جو کوئی تعجب کی بات نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ قادر

ہے کہ کم وقت کو بھی طویل کر دے اور طویل کو کم کر دے۔ (سیرت حلبی، صفحہ:414)

مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: مسجد حرام مکہ معظمہ کی وہ عزت والی مسجد ہے جس کے وسط میں بیت اللہ واقع ہے، مگر مسجد سے مراد مکہ معظمہ ہے نہ کہ خود مسجد، کیوں کہ معراج اُم ہانی کے گھر سے ہوئی جو حرم مقدس میں ہے۔ (حاشیہ جلالین، صفحہ:228)

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی: یہ بیت المقدس کی مشہور مسجد ہے جو انبیا سابقین کا قبلہ تھی، اقصیٰ کے معنی دور کے ہیں، اس مسجد کو بھی اقصیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی مکہ معظمہ سے بہت دور ہے یعنی یہ مسجد حرام سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔

اعتراض: بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر فقط مسجد اقصیٰ تک ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ قرآن پاک نے مسجد اقصیٰ کو اس سیر کی غایت بیان کی ہے، اگر آسمانوں تک سیر ہوتی تو مسجد اقصیٰ کو غایت اس سفر کی نہ بنایا جاتا۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ سیر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں اور اُن کے اوپر تک بھی تھی، مگر مسجد اقصیٰ کے ذکر کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے مسجد اقصیٰ دیکھی تھی اور اس کے متعلق معلومات رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے معراج کے واقعے کے انکار کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی علامتیں دریافت کیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامتیں بتادیں، جن کو سن کر اُنھیں اپنے دل میں قائل ہونا پڑا کہ واقعی آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ مسجد اقصیٰ تک جانے میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا ہونا ثابت ہوگیا تو آسمانوں کی معراج بھی سچی ثابت ہوگئی، اس لیے کہ جس طرح آسمان پر جانا آپ کے لیے محال ہوسکتا ہے، بالکل اسی طرح رات کے تھوڑے سے حصے میں بھی مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ جاکر واپس آنا، آپ کے لیے محال ہوسکتا ہے مگر ایسا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ایک اعتبار سے مسجد اقصیٰ کا ذکر بطور غایت وانتہا کے ہے مگر ایک دوسرے اعتبار سے مبدا بھی ہے، کیوں کہ آگے آرہا ہے: لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا تاکہ ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں اور وہ نشانیاں فقط مسجد اقصیٰ میں منحصر نہیں بلکہ آسمانوں میں ہیں، اس اعتبار سے مسجد اقصیٰ ان نشانیوں کا مبدا ہے، آسمانوں اور اس کے اوپر کی نشانیاں غایت ہیں، اس لیے آسمانوں

تک کی سیر اسی آیت سے ثابت ہے۔ (مدارج، حصہ اول، صفحہ:109)

اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ: وہ مسجد جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے، یہ مسجد اقصیٰ کی مدح ہے، اس سے خود مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ جب اس کے اردگرد برکت ہے تو خود اس میں بھی برکت ہوگی۔

برکت کی نوعتیں: دنیوی برکت تو یہ ہے کہ پھل پھول بکثرت ہیں اور نہریں بھی بہت ہیں جن سے آب پاشی ہوتی ہے اور دینی برکتیں یہ ہیں کہ وہ مہبطِ وحی ہے اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تمام انبیا کا قبلہ رہا ہے۔ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی قبلہ تھا بعد میں منسوخ ہوگیا اور یہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مدفن بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا کوئی پیارا مدفون ہو تو وہ مقام برکت والا ہوتا ہے اور وہاں جانا برکت کے مقام پر جانا ہوتا ہے۔

لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا: تاکہ دکھائیں ہم ان کو اپنی نشانیاں، یعنی ہم اپنے پیارے کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ سیر کی حکمت بیان کی کہ یہ سیر اس لیے نہیں کہ تفریح طبع کے سوا کوئی فائدہ نہ ہو، بلکہ آپ کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھانا مقصود ہے، مثلاً آسمانوں کا دکھانا، ملائکہ کا دکھانا، سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور، جنت و دوزخ وغیرہ دکھانا ہے۔ گویا اس آیت میں اسرا اور معراج دونوں کا بیان ہے۔

لفظ من سے مغالطہ اور اُس کا ازالہ

اللہ تعالیٰ کے اس قول مِنْ اٰیٰتِنَا میں لفظ من سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ من تبعیضیہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سردار دو جہاں صاحب معراج، شب اسرا کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں اور بعض نہیں دکھائیں۔ اس غلط فہمی کا ازالہ یہ ہے کہ نشانیاں مختلف قسم کی تھیں، بعض کا تعلق سننے، سمجھنے اور چکھنے سے تھا، جیسے صریف اقلام کا سننا اور دودھ کا چکھنا وغیرہ، اگر من تبعیضیہ ہو تو اس کی وجہ سے کل نشانیوں کا بعض مراد ہوں گی اور پھر ظاہر ہے کہ جو نشانیاں دیکھنے کے قابل ہیں وہ کل نشانیوں کا بعض ہی ہیں، اس لیے اس آیت کا

معنی یہ ہوگا کہ کل نشانیوں میں سے جو نشانیاں دیکھنے کے قابل تھیں وہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لیے آسمانوں پر بلند فرمایا۔ اس صورت میں بعض آیات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی ثابت نہ ہوئی۔ (الحمد للہ رب العالمین علی ذالک)

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ: بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ضمیر غائب کا مرجع میں مفسرین کے دو اقوال ہیں: اول یہ کہ مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، دوسرا یہ کہ مرجع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ (تفسیر صاوی، جزدوم، صفحہ:282)

اگر ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو تو ماقبل یعنی معراج کی دلیل ہوگی کہ میں چوں کہ اپنے محبوب کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے افعال کو دیکھنے والا ہوں، آپ کے یہ اقوال وافعال مجھے ایسے پسند ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کو معراج کی نعمت سے سرفراز فرمایا، اگر ضمیر کا مرجع اللہ ہو اور یہ مکذبین معراج کے لیے ایک وعید ہو کہ منکرین! ہم تمہاری تکذیب وانکار کو دیکھتے اور سنتے ہیں اور ہم تمھیں خوب سزا دیں گے، یا ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو اور سمیع بمعنی مسمع یعنی سنانے والا اور بصیر بمعنی مبصر دکھانے والا ہو تو یہ معنی ہوں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ آج شب معراج اپنے حبیب کو اپنا کلام سنانے والا ہے اور اپنی قدرت کی آیات دکھانے والا ہے، اگر ضمیر کا مرجع محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ بے شک وہ حبیب پاک اللہ تعالیٰ کا کلام سننے والا ہے۔ پہلے وہ کلام بذریعہ وحی سنتا تھا، آج بلا واسطۂ جبرئیل سن رہا ہے اور وہ اللہ کے حبیب آج اللہ تعالیٰ کے جمال پاک کو بلاحجاب دیکھ رہا ہے۔

سبحان اللہ! حبیب خدا کی کیا شان ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود دیکھنے کی درخواست فرمائیں اور لَنۡ تَرَانِیۡ کا جواب سن کر دیدار الٰہی سے محروم ہو جائیں اور اللہ کے حبیب کو بغیر درخواست کے مقام دَنٰی فَتَدَلّٰی میں بلا کر اپنے جمال پاک کی زیارت کرایا۔

☆☆☆

تیئیسواں وعظ

حضور اقدس کا براق پر سوار ہونا

منقول ہے کہ سردار کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز سے فارغ ہو کر بستر استراحت پر آرام فرما ہوئے، چشم اقدس خواب میں، دل مولیٰ کی یاد میں، زبان اُمت کے ذکر میں مشغول تھی کہ احکم الحاکمین کا حکم جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا: جبرئیل! آج کی رات طاعت اور تسبیح وتہلیل کو چھوڑ دو، پر طاؤس وزیور فردوسی سے آراستہ ہو جاؤ اور میکائیل سے کہہ دو کہ رزق کی تقسیم موقوف کردے، اسرافیل سے کہہ دو کہ صور نہ پھونکے، عزرائیل سے کہہ دو کہ اپنا ہاتھ ارواح کے قبض کرنے سے روک دے، داروغۂ بہشت کو حکم سنا دو کہ جنت کی آئینہ بندی کردے، حوران خلد بریں سے کہہ دو کہ آراستہ وپیراستہ ہو کر ہاتھوں میں طبق زروجواہر لے کر غرفۂ جنت میں صف بستہ کھڑی ہو جائیں، مالک دوزخ کو حکم سنا دو کہ دوزخ کے دروازے بند کردے، آدم وابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خبر کردو کہ وہ اپنی روحوں کو روائح قدس سے معطر ومعنبر کریں، پھر ستر ہزار فرشتے اپنے ہمراہ لے کر بہشت میں جاؤ اور وہاں سے ایک براق ساتھ لے کر زمین پر جاؤ اور میرے پیارے حبیب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ آج کی رات آپ کے رب نے آپ کو یاد فرمایا ہے اور اپنا دیدار کرانے اور کلام سنانے کے لیے اپنے پاس بلایا ہے۔

چنانچہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب ارشاد رب جلیل بہشت بریں میں براق لانے کے لیے تشریف لائے، دیکھا کہ بہشت میں چالیس ہزار براق چر رہے ہیں اور ہر ایک کی پیشانی پر سردار دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا ہے، ان میں سے ایک براق نہایت غم زدہ سر نیچے ڈالے ہوئے ایک جانب کھڑا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہے،

جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس گئے اور اس کے رنج وغم کا سبب دریافت فرمایا۔ اس براق نے کہا: چالیس ہزار سال ہوئے کہ اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنا تھا، اس وقت سے آپ کی محبت وعشق میں جل رہا ہوں، نہ چرنے کا شوق ہے اور نہ آرام کو دل چاہتا ہے۔ جب جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس براق کو محبت محمدی میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسی براق کو آپ کی سواری کے لیے تجویز کیا۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ:114)

جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام براق کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کو نیند میں پایا، حضرت جبرئیل نے اپنا منہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کفِ پا پر ملا، جب حضرت جبرئیل کے منھ کی ٹھنڈک پہنچی تو آپ بیدار ہوئے اور دیکھا کہ حضرت جبرئیل حاضر ہیں۔

(معارج النبوۃ، صفحہ:106)

حضرت جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ کو ساتھ لے کر مسجد حرام پہنچے، وہاں آپ کا سینہ مبارک اور شکم اقدس کو شق کیا، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: أَتَانِيْ فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّ مَافِي الْحَجَرِ مُضْطَجِعًا إِذَا أَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ إِلٰى شَعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بَطَشْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ إِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ أُعِيْدَ، وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ إِيْمَانًا وَّحِكْمَةً۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:526)

ترجمہ: میں حطیم میں تھا اور بعض دفعہ فرمایا کہ حجر میں، اس حال میں کہ میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس آنے والا آیا اور اس چیز کو چیرا جو حلق سے زیر ناف کے بالوں کے درمیان تک ہے، پھر میرا قلب نکالا، اس کے بعد میرے پاس ایمان سے بھرا ہوا سونے کا ایک لگن لایا گیا۔ اُسے دھویا گیا اور علم وایمان سے بھرا گیا، پھر اپنی جگہ دل لوٹایا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا، پھر ایمان اور حکمت سے بھرا گیا۔

شق صدرِ مبارک کی حکمت

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر چار دفعہ ہوا ہے:

1- جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے، اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے دل سے لہو ولعب اور دیگر ناشائستہ حرکات کی محبت نکال دی جائے۔

2- جب آپ دس سال کے تھے، یعنی بلوغت سے قبل شق صدر ہوا، تا کہ آپ کے دل میں جوانی کے زمانے میں ایسے کاموں کی رغبت نہ ہو جو رضائے الٰہی کے خلاف ہوں۔

3- نزولِ وحی سے قبل سینہ اقدس کو چاک کیا گیا تا کہ دل کو وحی کی قوت کا تحمل حاصل ہو۔

4- شب معراج شق صدر ہوا، تا کہ دل کو ایسی قوت قدسیہ حاصل ہو جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ جمالِ الٰہی سے مشرف ہونے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آنے پائے۔ (ملخص از تفسیر عزیزی، صفحہ:231)

سونے کا طشت

شق صدر کے وقت سونے کا طشت پیش ہونا اور اس میں قلبِ اقدس کو دھویا جانا آپ کی انتہائی تعظیم ہے اور اشارہ ہے کہ آپ تمام عالم میں مکرم ومعظم ہیں، باقی رہا یہ اعتراض کہ آپ کی شریعت میں سونے کا استعمال حرام ہے تو اس کے بہت سے جواب ہیں:

1- سونے کا استعمال دنیا میں حرام ہے اور آخرت میں مومنوں کے لیے سونے کا استعمال جائز ہے، خود سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ یعنی کفار کے لیے سونا دنیا میں ہے، لیکن ہم اسے آخرت میں استعمال کریں گے اور واقعہ معراج بھی عالم آخرت سے ہے۔

2- سونے کا استعمال ممنوع ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال نہیں کیا تھا بلکہ فرشتوں نے کیا تھا جب کہ فرشتے مکلف نہیں ہیں۔

3- جس وقت سونے کا استعمال کیا گیا اس وقت سونے کا استعمال حرام نہیں تھا، کیوں کہ سونے کی تحریم مدینہ منورہ میں ہوئی اور واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ:193)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و

حکمت سے لبریز تھا اور جسے آپ کے سینے میں بھر دیا گیا۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان وحکمت جواہر نورانیہ سے ہیں، جواہر محسوسہ سے نہیں ہیں کہ طشت اُن سے بھرا ہوا ہے تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمادے، جیسا کہ موت کو قیامت کے روز مینڈھے کی صورت میں متمثل کیا جائے گا اور نیک اعمال کو صورت حسنہ دے کر میزان میں تولا جائے گا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ایمان وحکمت کو جسمانی صورت میں متمثل فرمادیا اور یہ تمثیل اللہ کے حبیب کے لیے رفعت شان کا باعث ہو۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:193)

قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا

آپ کے قلبِ اقدس کو زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الطیبین والطاہرین ہیں، ایسے طیب وطاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد آپ کو غسل نہیں دیا گیا، اس لیے قلب اقدس کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو کوثر وتسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہ ہو۔

براق کا حاضر کیا جانا

شقِ صدر کے بعد حضرت جبرئیل نے آپ کا دست اقدس پکڑا اور خانہ کعبہ سے بطحائے مکہ میں لے آئے، آپ نے وہاں میکائیل واسرافیل کو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہوئے پایا، جو آپ کے استقبال وخیر مقدم کے لیے حاضر تھے۔ جب ملائکہ کی نظر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو نہایت ادب سے حضور پر سلام عرض کیا، رضائے الٰہی اور کرامتہائے بے حساب کی مبارک باددی۔ آپ نے بھی ان کو جواب سے مشرف فرمایا پھر ایک سواری پیش کی گئی۔ (مدارج النبوۃ، جلد سوم، صفحہ:116)

اس تعلق سے یہ حدیث بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

ثُمَّ اُوْتِيْتُ بِدَآبَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خُطْوَهٗ

عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ۔ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

یعنی پھر میرے سامنے ایک جانور جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا پیش کیا گیا، وہ سفید رنگ کا تھا جس کو براق کہا جاتا ہے اور جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی وہاں تک وہ اپنا قدم رکھتا تھا، اسی پر مجھے سوار کیا گیا۔

براق کی وجہ تسمیہ

براق کو براق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ برق بمعنی بجلی سے مشتق ہے اور یہ بھی تیز رفتاری میں بجلی کے مانند تھا، یعنی یہ گیا وہ گیا، یا برق بمعنی چمکدار سے مشتق ہے اور اس کا رنگ بھی چمکدار تھا۔

براق بھیجنے میں حکمت

شب اسرا میں براق خدمت والا میں بھیجا گیا، حالاں کہ رب تعالیٰ قادر تھا کہ بغیر براق کے بھی لے جاسکتا تھا، اس کی حکمت یہ تھی کہ جب محب محبوب کو بلایا کرتا ہے تو اس کے لیے سواری بھیجتا ہے، کیوں کہ اس میں محبوب کی تعظیم ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوب رب العالمین ہیں، اس لیے جب آپ کو اپنے پاس بلایا تو آپ کی تعظیم کے لیے سواری بھیجی۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ:194)

براق پر سواری

براق خدمت عالی میں حاضر ہے، حضرت جبرئیل نے رکاب تھام رکھی ہے اور حضرت میکائیل لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ حضرت جبرئیل عرض کرتے ہیں: یا حبیب اللہ! سوار ہوجائیں اور عالم بالا کی سیر کو چلیں، کیوں کہ تمام ملائکہ، ملائے اعلیٰ ومقربان عالم انتظار میں ہیں۔ غمگسارِ امت صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو دیکھا اور غمزدہ ہوکر سر مبارک نیچے کر دیا، اتنے میں حکم الٰہی آیا: جبرئیل! میرے حبیب سے پوچھو، توقف اور رنج وملال کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جبرئیل! آج مجھے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے انعام واکرام سے سرفراز فرمایا اور میری سواری کے

لیے براق بھیجا، کل قیامت کے روز میری اُمت قبروں سے اٹھے گی، بھوکی پیاسی ہوگی، سرتا پا برہنہ ہوگی، گناہوں کا بوجھ سر پر ہوگا، پچاس ہزار سال قیامت کی راہ ہے، تیس ہزار سال پل صراط کی راہ ہے، یہ کس طرح طے کرے گی؟ حکم الٰہی ہوا: اے محبوب! اپنے دل سے رنج وغم نکال دو، میں نے جس طرح آپ کی سواری کے لیے براق بھیجا ہے اسی طرح قیامت کے روز آپ کی ہر اُمتی کی قبر پر ایک ایک براق بھیجوں گا اور سب کو براق پر سوار کر کے طرفۃ العین میں پچاس ہزار سال راہ قیامت کا طے کرا کے پل صراط سے پار لگا دوں گا اور بہشت عنبر سرشت میں داخل فرما دوں گا، پھر حضور نے یہ فرحت بخش خبر سن کر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو براق نے شوخی شروع کر دی اور اچھلنا کودنا شروع کیا۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براق سے کہا: أَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ:141)

ترجمہ: کیا رسول پاک کے ساتھ تو ایسا کرتا ہے؟ تجھ پر کوئی اور سوار نہیں جو رسول پاک سے زیادہ عند اللہ مکرم ہو، یہ سن کر وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

فائدہ: علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ براق کی یہ شوخی بطور سرکشی نہ تھی بلکہ بطور ناز وفخر تھی، جیسا کہ ایک دفعہ آپ 'کوہ ثبیر' پر تشریف لائے تو پہاڑ خوشی سے حرکت کرنے لگا، یہ دیکھ کر فرمایا:

اُثْبُتْ يَا ثُبَيْرُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيْقٌ وَشَهِيْدَانِ۔

یعنی اے کوہ ثبیر! ٹھہر جا، کیوں کہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

چنانچہ وہ پہاڑ یہ سن کر ساکن ہو گیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:194)

شانِ نبوی کا ظہور

منقول ہے کہ شبِ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بطحائے مکہ میں تشریف فرما ہیں، آج آپ کی شان کے مکمل ظہور کا وقت ہے۔ اَسّی ہزار ملائکہ آپ کے داہنی جانب اور اَسّی ہزار بائیں جانب موجود ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں مشعل نوری وشمع کافوری ہے، جن کی روشنی وخوشبو سے تمام بطحائے مکہ روشن ومعطر ہو رہا تھا کہ اتنے میں فرمان الٰہی پہنچا: جبرئیل! میرے حبیب کے چہرۂ انور پر جو ستر ہزار پردے (بشریت کے) پڑے ہوئے ہیں ان میں ایک پردہ ہٹا دو۔

حضرت جبرئیل نے آپ کے چہرۂ اقدس سے ایک پردہ اٹھایا تو اس سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ تمام مشعلوں اور شمعوں کی روشنی اس نور کے سامنے مضمحل ہو گئی۔ (معارج، رکن سوم، صفحہ:118)

فائدہ: اس روایت پر بدعقیدہ کا یہ اعتراض ہے کہ جب حضور نور ہیں تو جب چلتے یا بیٹھتے ہیں تو روشنی کیوں نہیں ہوتی؟ جواب واضح ہے کہ واقعی سرکار دو عالم نور ہیں، روشنی نہیں ہوتی تو اس لیے کہ آپ پر ستر ہزار پردے ڈالے گئے تھے، اگر یہ پردے نہ ہوتے تو کس آنکھ میں یہ طاقت تھی کہ آپ کے نور اور روشنی کو دیکھ سکتا۔

☆☆☆

چوبیسواں وعظ

بطحائے مکہ سے روانگی اور عجائبات کا ملاحظہ فرمانا

سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دولہا بن کر براق پر سوار مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے، آپ کا گزر ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے، حضرت جبرئیل نے خدمت عالیہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! سواری سے اتر کر نماز (نفل) ادا کرلیں، آپ نے اتر کر نماز ادا کی۔ حضرت جبرئیل نے پھر عرض کیا: آپ نے یثرب (مدینہ طیبہ) میں نماز ادا کی ہے، یعنی یہ جگہ آپ کی سکونت بنے گی۔ (مدارج، جلداول، صفحہ:195، انوار محمدیہ، صفحہ:334)

پھر آپ کی سواری ایک سفید زمین پر گزری، حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! یہاں بھی اتر کر نماز ادا کریں، جب آپ نے نماز ادا کرلی تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا: آپ نے مدین میں نماز ادا کی ہے۔ پھر یہاں سے چل کر بیت اللحم پہنچے۔ وہاں بھی حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یا حبیب اللہ! اتریں اور نماز نفل ادا کریں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیدا ہوئے تھے۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:334)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مقام بزرگ میں نماز (نفل) ادا کرنا باعث ثواب ہے اور سنتِ مصطفیٰ ہے۔ چنانچہ اجمیر میں اور حضرت داتا گنج بخش کی مسجد میں نماز ادا کرنا جائز ہے، جب کہ بدعقیدہ منع کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے)

آپ کی سواری جارہی تھی کہ راستے میں ایک بوڑھی خاتون نظر آئی، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! آپ چلیں، آپ چل رہے تھے کہ ایک بوڑھا راستہ میں ملا جو آپ کو بلانے لگا: یارسول اللہ! ادھر تشریف لائیں، مگر حضرت جبرئیل نے عرض کیا:

حضور! سفر جاری رکھیں۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جنھوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام عرض کیا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ۔

حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! ان کے سلام کا جواب دیں، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل نے عرض کیا: آپ نے جو بوڑھی خاتون دیکھی ہے وہ دنیا ہے، اب دنیا کی عمر اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی کہ اس بوڑھی خاتون کی، اگر اس بوڑھی خاتون کو جو دنیا تھی جواب دیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر اختیار کرلیتی اور جس نے آواز دے کر آپ کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو یہ آپ کی اُمت کو گمراہ کردیتا اور وہ جماعت جس نے آپ کو سلام کیا ہے وہ حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔

(مدارج، جلداول، صفحہ:195، انوار محمدیہ، صفحہ:334)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کا گزر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا جو اپنی قبر مبارک میں نماز ادا کررہے تھے، تو انھوں نے آپ کو دیکھ کر کہا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ. میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (مدارج، جلداول، صفحہ:195، انوار محمدیہ، صفحہ:334)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، جیسے جنتی، جنت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ مکلف ہوں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: چوں انبیا زندہ اند نزد خدا تعبدمی کند۔

(مدارج، جلداول، صفحہ:195)

یعنی چوں کہ انبیا اللہ کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اس لیے وہ عبادت بھی کرتے ہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی لکھتے ہیں: لَا مَانِعَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يُصَلُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ لِاَنَّهُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:324)

ترجمہ: اس میں کچھ مانع نہیں ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، کیوں کہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

مجاہدین کا انعام

جب سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے بڑھے تو آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن کھیتی بوتی ہیں اور اُسی دن کاٹ لیتی ہیں، جس کو وہ کاٹتی ہیں وہی کھیتی دوبارہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے کاٹنے کے قبل تھی۔ آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی نیکی سات سو گنا سے زیادہ کی جاتی ہے، یہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عنایت فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

تارکین صلوٰۃ کا انجام

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسی قوم پر گزر فرمایا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں، جب وہ کچلے جاتے تو پھر اپنی سابقہ حالت پر واپس آجاتے اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو نمازِ فرض سے روگردانی کرتے ہیں۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

تارکین زکاۃ کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اُن کی شرم گاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے، وہ مویشیوں کی طرح چر رہے ہیں، کانٹے دار زَقُّوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکاۃ ادا نہیں کرتے تھے، اُن پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا کیوں کہ آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

زانیوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے

اور ایک ہانڈی میں کچا بدبودار گوشت رکھا ہوا ہے، مگر وہ لوگ اس بدبودار کچے گوشت کو کھاتے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ آپ کے اُمت کے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیویاں ہوں، پھر بھی وہ خبیث اور پلید خواتین کے پاس آئیں اور اُن کے پاس صبح تک رات گزاریں، اسی طرح وہ خواتین ہیں جو اپنے حلال طیب شوہروں کے پاس سے اٹھ کر ناپاک مردوں کے پاس آئیں اور رات کو اُن کے پاس رہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

لالچیوں اور حریصوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے ایک بہت بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا، مگر وہ اس میں لکڑیاں لا لا کر رکھتا ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: آپ کی اُمت کا ایک ایسا شخص ہے جس کے ذِمّے لوگوں کے بہت سے حقوق اور امانتیں ہیں جن کی ادا پر وہ قادر نہیں ہے اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

برے واعظوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب کٹ جاتے ہیں تو پھر اسی حالت سابقہ پر آجاتے ہیں اور یہی سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔

(انوارِ محمدیہ، صفحہ:335)

پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے، پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بری بات منہ سے نکالے، پھر اس پر نادم ہو اور اس بات کو منہ میں واپس کرنا چاہتا ہے مگر وہ واپس نہیں کر سکتا۔ (انوارِ محمدیہ، صفحہ:336)

جنت کی آواز سننا

پھر ایک وادی پر گزرے جہاں سے ٹھنڈی پاکیزہ ہوا، اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز

سنی، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہتی ہے: یارب! جوتو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے، کیوں کہ میرے بالا خانے میں استبراق وحریر، سندس وعبقری، موتی ومونگے، چاندی وسونا، گلاس وطشتریاں، دستہ دار کوزے ومرکب، شہد وپانی، دودھ اور شراب بکثرت پہنچ گئے ہیں، تو اَب میرے وعدے کی چیز (مکان جنت) مجھے دے (تاکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے دیا جائے گا ہر مسلم مرد و مسلم خاتون اور مومن مرد و مومن خاتون میں جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، پھر میرے ساتھ شرک نہ کرے، میرے سوا کسی کو اللہ نہ مانے اور مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا، نیز جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کو کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کرتا، بے شک مومن کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے، بابرکت ہے جنت نے (یہ سنکر) کہا: میں راضی ہوں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:336)

دوزخ کی آواز سننا

پھر آپ کا گزر ایک وادی پر ہوا، جہاں ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ جہنم کی آواز ہے، کہتی ہے: یارب! میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب بکثرت پہنچ گئے ہیں، میری گہرائی بہت دراز ہوگئی ہے، میری گرمی سخت ہوگئی ہے اور جو مجھ سے تونے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے۔ ارشاد باری ہوا: ہر مشرک وہر مشرکہ، کافر وکافرہ اور ہر متکبر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا وہ تجھ کو دیا جائے گا، (یہ سن کر) دوزخ نے کہا: میں راضی ہوگئی۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:336)

یہود ونصرانی کا بلانا

آپ نے فرمایا کہ ایک پکارنے والے نے مجھ کو دائیں طرف سے بلایا کہ میری طرف نظر کیجیے! میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں، میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، پھر کسی اور

نے بائیں طرف سے اسی طرح بلایا، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا، پھر آپ نے ایک خاتون دیکھی جو اپنے بازو کھولے ہوئے تھی اور ہر اس شئے سے آراستہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس نے بھی کہا: یا محمد! (ﷺ) میری طرف نگاہ کیجیے، میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی، آپ نے اس کی طرف بھی التفات نہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل نے آپ سے کہا: پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے، تو آپ کی اُمت یہودی ہوجاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہوجاتی اور وہ خاتون دنیا تھی، یعنی اس کو جواب دینے سے یہ اثر ہوتا کہ آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔

(انوار محمدیہ، صفحہ:336)

حرام خوروں کا انجام

پھر آپ نے بہت سے خوان دیکھے جن پر طیب وپاکیزہ گوشت رکھا ہوا ہے مگر ان پر کوئی شخص نہیں ہے، کچھ اور خوان ہیں جن پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے اور بہت سے لوگ وہ گوشت کھا رہے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

سود خوروں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے کوٹھریاں ہوتی ہیں، جب اُن میں سے کوئی اٹھتا ہے، تو وہ فوراً گر پڑتا ہے۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ لوگ سود خوار ہیں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:337)

مالِ یتیم کھانے والوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ اتنے بڑے تھے جیسے اونٹوں کے ہوتے ہیں، وہ آگ کے انگارے نگلتے ہیں لیکن وہ انگارے ان کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ حضرت

جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاجاتے ہیں۔
(انوار محمدیہ، صفحہ:337)

زانی خواتین کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی خواتین پر ہوا جو پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہیں، یہ خواتین زانیہ تھیں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:336)

چغل خوروں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جارہا تھا، یہ لوگ چغل خور اور دوسروں کے عیب نکالنے والے تھے۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:337)

منکرین وبدعقیدے کا اعتراض وجواب

علم غیب مصطفی کے منکرین اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب امور سابقہ میں حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو اِن امور کا علم نہ تھا۔

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی ہی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی حکمت کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ۔ موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے، اس کو بھی علم نہ تھا: تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صورتوں کو پوچھنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر آپ نہ پوچھتے تو اِن صورتوں کی وضاحت کیسے ہوتی اور ہم یہ کیسے جانتے کہ وہ کون لوگ تھے؟ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے پوچھا اور حضرت جبرئیل نے وضاحت کی، جس سے ہم کو معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے مختلف عذابوں میں مبتلا تھے۔

☆☆☆

پچیسواں وعظ

حضور اقدس کا بیت المقدس پہنچنا

آپ کی سواری بیت المقدس کے قریب پہنچی تو آپ سواری سے نیچے اترے اور سواری کو مسجد کے حلقے کے ساتھ باندھا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي تَرْبُطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:528)

ترجمہ: میں بیت المقدس میں پہنچا اور براق کو اس حلقۂ مسجد سے باندھا جس میں انبیاو مرسلین باندھا کرتے تھے۔

فائدہ: ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود براق کو باندھا مگر مراد اس باندھنے سے یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کو باندھنے کا حکم دیا اور اُنھوں نے براق کو باندھا جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ جِبْرَئِيلُ بِأُصْبُعِهِ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهَا الْبُرَاقَ۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ:141)

یعنی جب ہم بیت المقدس تک پہنچے تو جبرئیل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اس سے براق کو باندھا۔

پھر آپ مسجد میں گئے، وہاں آپ کے استقبال کے لیے تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر تھے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک، انھوں نے آپ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی اور آپ پر درود پاک پڑھا اور آپ کے افضل ہونے کا سب نے اعتراف کیا، پھر اذان دی گئی اور تکبیر کہی گئی، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے صفوف بندی کی اور انتظار

کرنے لگے کہ کون امام بنے گا، اتنے میں حضرت جبریئل نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر سب کا امام بنایا اور آپ نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی۔ (مدارج، صفحہ:195)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَعَرَفْتُ النَّبِيِّيْنَ مَا بَيْنَ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَسَاجِدٍ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُمْنَا صُفُوْفًا نَنْتَظِرُ مَنْ يَؤُمُّنَا فَأَخَذَ بِيَدِيْ جِبْرَئِيْلُ فَقَدَّمَنِيْ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:337)

ترجمہ: میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، تمام انبیا کو میں نے پہچانا، کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں تھے، پھر مؤذن نے اذان دی اور نماز کی اقامت کہی گئی، ہم نے کھڑے ہوکر صفیں تیار کیں اور انتظار کرنے لگے کہ کون ہمارا امام بنے گا، اتنے میں جبریئل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، تو میں نے انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ محبوب خدا تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار اور امام ہیں اور سب سے افضل ہیں۔ اس معراج میں اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کی شانِ رفعت دکھانی ہی منظور تھی، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہیں جیسا کہ پہلے بھی ثابت ہو چکا ہے۔

انبیائے کرام کا ثنا کرنا

اس کے بعد انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی ثنا و حمد بیان کی اور اس کے ضمن میں اپنے خصائص و کمالات ظاہر کیے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا وَّاَعْطَانِيْ مُلْكًا عَظِيْمًا وَّجَعَلَنِيْ اُمَّةً قَانِتًا يُؤْتَمُّ بِيْ وَاَنْقَذَنِيْ مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا بَرْدًا وَّسَلَامًا۔

ترجمہ: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا، مجھے ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھے مقتدا صاحب قنوت بنایا کہ میری اقتدا کی جاتی ہے اور مجھے نار جہنم سے نجات دی اور اس کو مجھ پر ٹھنڈک اور سلامتی والی بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی یوں تعریف کی:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَلَّمَنِيْ تَكْلِيْمًا وَّاصْطَفَانِيْ وَاَنْزَلَ عَلَيَّ التَّوْرَاةَ وَجَعَلَ هَلَاكَ فِرْعَوْنَ وَنَجَاةَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى يَدِيْ وَجَعَلَ مِنْ اُمَّتِيْ قَوْمًا يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔

ترجمہ: تمام محامد اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے ساتھ کلام فرمایا، مجھے برگزیدہ کیا، مجھ پر توارت نازل کی، فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر کی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ لِيْ مُلْكًا عَظِيْمًا وَّعَلَّمَنِي الزَّبُوْرَ وَاَلَانَ لِيَ الْحَدِيْدَ وَسَخَّرَ لِيَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ مَعِيَ وَالطَّيْرَ وَاٰتَانِيَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔

ترجمہ: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے زبور کا علم دیا، میرے لیے لوہے کو موم کیا، میرے لیے پہاڑوں کو تابع کیا جو میرے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں، پرندوں کو بھی تسبیح کے لیے تابع کیا اور مجھے حکمت اور صاف تقریر عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی حمد کا خطبہ پڑھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَخَّرَ لِيَ الرِّيَاحَ سَخَّرَ لِيَ الشَّيَاطِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مَا شِئْتُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَعَلَّمَنِيْ مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاٰتَانِيْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّسَخَّرَ لِيْ جُنُوْدَ الشَّيَاطِيْنِ وَالْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالطَّيْرِ وَاٰتَانِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ وَجَعَلَ مُلْكِيْ مُلْكًا طَيِّبًا لَيْسَ فِيْهِ حِسَابٌ۔

ترجمہ: تمام محامد اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہوائیں تابع کیں، شیطانوں کو مسخر کیا جو میں چاہتا ہوں وہ کرتے ہیں، عمارتیں، تصویریں (کہ اس وقت جائز تھیں) اور پرندوں کی بولی کا علم دیا، ہر شئے مجھے دی اور میرے لیے شیطانوں، انسانوں، جنوں اور پرندوں کی لشکریوں کو مسخر کیا، مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جو میرے بعد کسی کو نہیں ملا اور میرے لیے ایسی پاکیزہ سلطنت بنائی جس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَنِيْ كَلِمَتَهٗ وَجَعَلَنِيْ مِثْلَ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ

فَيَكُوْنُ وَعَلَّمَنِيَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَجَعَلَنِيْ اَخْلُقُ اَيْ اُصَوِّرُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا، بِاِذْنِ اللّٰهِ وَجَعَلَنِيْ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِي الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَرَفَعَنِيْ وَطَهَّرَنِيْ وَاَعَاذَنِيْ وَاُمِّيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْنَا سَبِيْلٌ۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا، مجھ کو آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مشابہ بنایا جو مٹی سے بنے ہیں، پھر فرمایا کہ ہو جا، تو وہ ہو گئے اور مجھے کتاب (لکھنا) حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا، مجھے ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندوں کی صورتیں بناتا ہوں، تو جب میں اس میں پھونکتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے، مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مادرزاد اندھوں اور جذامیوں کو اچھا کر دیتا ہوں اور باذن اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہوں، مجھے بلند کیا، پاک کیا، مجھے اور میری ماں کو شیطان رجیم سے پناہ دی، چنانچہ شیطان کا ہم پر کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تک آپ سب نے اپنے رب کی حمد وثنا کی اب میں اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَرْسَلَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّاَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَّجَعَلَ اُمَّتِيْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ اُمَّتِيْ اُمَّةً وَّسَطًا وَّجَعَلَ اُمَّتِيْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ وَرَفَعَ لِيْ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا۔ (مدارج، صفحہ:197)

ترجمہ: تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر بنایا، مجھ پر فرقان اتارا، جس میں ہر شئے کا واضح بیان ہے، میری امت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، میری امت کو اوسط بنایا اور اس کو ایسا بنایا کہ وہ (رتبہ میں) اول اور (وجود میں) آخری ہیں، میرے سینے کو کھول دیا، میرے بوجھ کو ہلکا کر دیا، میرے ذکر کو بلند کیا، مجھے شروع کرنے والا اور سب کا خاتم بنایا یعنی نبوت مجھ سے شروع اور پھر مجھی پر ختم ہو گئی۔

حضور کا سب سے افضل ہونا

جب امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی حمد وثنا کے بیان سے

فارغ ہوئے، تو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام انبیا کی موجودگی میں فیصلہ فرما کر کہا: ان کمالات کے سبب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر فضیلت لے گئے، تمام انبیا نے سنا اور اس کو تسلیم کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام انبیا کا اجماع ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔ (مدارج، صفحہ:197، انوار محمدیہ، صفحہ:339)

☆☆☆

چھبیسواں وعظ

حضور کا آسمان اول پر جلوہ فرمانا

قرآن پاک سے بھی آسمانی معراج ثابت ہے اور حدیث پاک سے بھی۔ اللہ تعالیٰ سورۂ والنجم میں ارشاد فرماتا ہے: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ أَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى ۝ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

ترجمہ: چمکتے تارے کی قسم! جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ ہوئے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو وہی کہتے ہیں جو انھیں وحی کی جاتی ہے۔ انھیں سخت قوت وطاقتور والے نے سکھایا، پھر اس ذات نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کا سب سے بلند کنارہ تھا پھر وہ ذات نزدیک ہوئی پھر اتنی نزدیک آ گئی کہ اس کے اور محبوب میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ پھر اس ذات نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمانا چاہا۔ جو دیکھا اس کے قلب نے نہیں جھٹلایا۔ کیا تم ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو، ارے انھوں نے تو اس ذات کو دوبارہ دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ سدرہ پر چھاتا رہا جو اُس نے چاہا اور نہ آنکھ کسی طرف بہکی اور نہ حد سے بڑھی۔ واقعی اس نے اپنے رب کی بہت بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان مبارک آیتوں کی پوری تفصیل تو آگے ذکر کی جائے گی مگر آسمانی معراج تو ثابت ہی

ہوتی ہے، اب حدیث پاک سے آسمانی معراج کا ثبوت پیش ہے:

آسمان دنیا کی طرف عروج

جب آپ بیت المقدس میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے لیے آسمان پر چڑھنے کے لیے سونے کی ایک سیڑھی اور چاندی کی ایک سیڑھی پیش کی گئی جو بڑی خوبصورت تھی۔ چنانچہ آپ حضرت جبرئیل کے ساتھ سیڑھی پر چڑھے۔

اس تعلق سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فَوُضِعَتْ لَهٗ مِرْقَاةٌ مِّنْ فِضَّةٍ وَّمِرْقَاةٌ مِّنْ ذَهَبٍ حَتّٰى عَرَجَ هُوَ وَجِبْرِيْلُ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:340)

ترجمہ: آپ کے لیے چاندی کی ایک سیڑھی اور سونے کی ایک سیڑھی رکھی گئی یہاں تک کہ آپ اور حضرت جبرئیل (علیہ الصلوۃ والسلام) چڑھے۔

شرف المصطفیٰ میں اس طرح روایت ہے: إِنَّهٗ أُتِيَ بِالْمِعْرَاجِ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَإِنَّهٗ مُنَضَّدٌ بِاللُّؤْلُؤِ عَنْ يَّمِيْنِهٖ مَلَائِكَةٌ وَّعَنْ يَّسَارِهٖ مَلَائِكَةٌ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:340)

ترجمہ: واقعی شان کا یہ عالم ہے کہ آپ کے لیے جنت الفردوس سے ایک سیڑھی لائی گئی جو موتیوں سے جڑی ہوئی تھی، اس کے دائیں طرف بھی فرشتے تھے اور بائیں جانب بھی۔

آسمانِ دنیا پر پہنچنا

سیڑھی پر چڑھتے ہوئے سمائے دنیا تک پہنچ گئے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: فَعُرِجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ، قَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا جِبْرَئِيْلُ، قَالَ: هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ، فَقَالَ: اُرْسِلَ اِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا اِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَلٰى يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ، اِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرَئِيْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا اٰدَمُ، وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ،

فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ، صفحہ:529)

ترجمہ: مجھے آسمان تک چڑھایا گیا، جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے خازن سے کہا دروازہ کھولو، اس نے کہا: کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: جبرئیل، خازن نے کہا: تیرے ہمراہ کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں! میرے ہمراہ محمد رسول اللہ ہیں۔ خازن نے کہا: آپ کو آسمان کی طرف بھیجا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! جب دروازہ کھولا گیا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھے، دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرما ہے جس کی دائیں طرف کچھ لوگ ہیں اور بائیں جانب بھی کچھ لوگ ہیں۔ جب دائیں طرف نظر کرتے ہیں تو خوش ہوتے اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے اور غمزدہ ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نبی صالح اور ابن صالح مرحبا! میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کی دائیں جانب اور بائیں جانب ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں جانب جنتی روحیں ہیں اور بائیں جانب دوزخی روحیں ہیں، اسی لیے جب دائیں جانب نظر کرتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔

بدعقیدوں کا اعتراض وجواب

سوال: حضرت جبرئیل جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آسمانوں پر پہنچے تو ہر آسمان پر محافظ فرشتوں نے یہ سوال کیا کہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: جبرئیل! فرشتوں نے کہا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (ﷺ)، پھر فرشتوں نے پوچھا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: ہاں! فرشتوں نے کہا: مرحبا!

اور دوسری روایت میں ہے: نِعْمَ الْمَجِيْءُ جَآءَ۔ ان تمام سوالات وجوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو معراج کے متعلق حضور ﷺ کے تشریف لے جانے سے پہلے کچھ علم نہ تھا۔

جواب: فرشتوں کو حضور ﷺ کے تشریف لانے سے قبل معراج کا علم نہ ہونا حدیث کے خلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث معراج کے یہ الفاظ موجود ہیں: فَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری آسمانوں والے سنتے تھے۔ (جلد دوم، صفحہ:1120)

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں: كَأَنَّهُمْ كَانُوْا عَلِمُوْا أَنَّهٗ سَيُعْرَجُ

بِهٖ فَكَانُوْا مُنْتَظِرِيْنَ لِذٰلِكَ۔ (فتح الباری، جلد سوم، صفحہ:411)

یعنی فرشتے جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو عنقریب معراج کرائی جائے گی، اس لیے آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتے بھی جانتے تھے کہ آپ کو معراج کرائی جانی ہے، باقی رہا فرشتوں کا سوال کرنا تو یہ لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حکمت کی بنا پر تھا اور حکمت یہ تھی:

1- یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ ہفت سماوات میں عزت وکرامت کے مخصوص دروازے محمد ﷺ کے سوا کسی کے لیے نہیں کھولے جاسکتے، خواہ وہ حضرت جبرئیل ہی کیوں نہ ہوں۔

2- اگر فرشتے یہ نہ پوچھتے کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں تو حضرت جبرئیل 'ہاں' کہہ کر اقرار بھی نہ کرتے، حضرت جبرئیل نے جب اس امر کا اقرار کیا کہ 'ہاں' وہ بلائے گئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ایک اور دلیل قائم ہوگئی کہ حضور خود نہیں آئے بلکہ آپ کو بلایا گیا ہے اور خود سے آنے میں اور بلائے جانے میں بہت فرق ہے، جس کو اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حاشیۂ جلالین میں موجود ہے: لَقِيَ اٰدَمَ أَيْ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ مَعًا كَبَقِيَّةِ الْأَنْبِيَاءِ الْاٰتِيْ ذِكْرُهُمْ فِي السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ فَاجْتَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ بِأَجْسَادِهِمْ وَأَرْوَاحِهِمْ بَعْدَ أَنِ اجْتَمَعَ بِهِمْ كَذٰلِكَ فِيْ جُمْلَةِ الْأَنْبِيَاءِ فِيْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ۔ (صفحہ:229)

ترجمہ: آپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقی ہوئے یعنی ان کی روح اور جسم دونوں کے ساتھ، جیسا کہ باقی انبیائے کرام کے ساتھ جن کا ذکر ساتوں آسمانوں میں آئے گا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے اجسام اور ارواح کے ساتھ جمع ہوئے۔ اس کے باوجود کہ آپ ان کے ساتھ مع روح وجسم بیت المقدس میں جمع ہو چکے تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، جو لوگ ان کو مردہ خیال کرتے ہیں، حقیقت میں ایسے لوگوں کے دل خود مردہ ہیں۔

حضرت جبرئیل کا تمام انبیا سے متعارف کرانا

حدیث پاک میں ہے کہ آسمانوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل نے

متعارف کرایا کہ یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں وغیرہ، تو اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی، کیوں کہ آپ ان سب کو بیت المقدس میں دیکھ چکے تھے، اس لیے حضرت جبرئیل کا تعارف آپ کے عدم التفات کی وجہ سے تھا، یا اپنی شان خادمانہ ظاہر کرنے کے لیے۔

آسمان پر امور عجیبہ کا دیکھنا

آپ نے آسمان اول پر بہت سے امور عجیبہ ملاحظہ فرمائے، ان میں سے بعض یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، مثلاً:

1- آپ نے فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام میں کھڑے تھے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ۔ آپ نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کب سے اس عبادت میں مشغول ہیں؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: جب سے آسمان پیدا ہوا ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک اس عبادت میں مشغول رہیں گے، پھر حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! رب تعالیٰ سے درخواست کریں، تاکہ اس عبادت کا ثواب آپ کی اُمت کو مل جائے، آپ نے درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور قیام، نماز میں فرض فرمادیا۔ آپ نے پوچھا: جبرئیل! ان کی تعداد کتنی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: اللہ کے سوا ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ (معارج، رکن:3، صفحہ:124)

2- آپ نے پہلے آسمان پر ایک فرشتہ دیکھا جو انسانی شکل کا تھا کہ اس کا اوپر کا حصہ آگ کا تھا اور نصف زیریں برف کا تھا، مگر آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی تھی اور اس کی تسبیح یہ تھی: سُبْحَانَ الَّذِیْ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ وَأَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ۔ آپ نے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! اللہ نے اس فرشتے کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرما کر بادل پر مقرر فرمایا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ معلق ہوتا ہے، بارش برساتا ہے اور اس فرشتے کا نام رعد ہے۔ (معارج، صفحہ:127)

☆☆☆

ستائیسواں وعظ

دوسرے آسمان سے چھٹے تک کی سیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان کی سیر کرکے دوسرے آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں عجائب وغرائب ملاحظہ فرمایا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی أَتَی بِیَ السَّمَاءَ الثَّانِیَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِیْلُ، قِیْلَ وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِیْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَیْهِ، قَالَ: نَعَمْ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ، قَالَ: هٰذَا یَحْیٰی وَهٰذَا عِیْسٰی فَسَلِّمْ عَلَیْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: پھر وہ مجھے چڑھا لے گیا، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا، دروازے کھولنے کے لیے کہا، محافظ نے پوچھا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پوچھا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں، پھر پوچھا گیا: کیا اُن کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! تو فرشتوں نے کہا: مرحبا! ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ پھر دروازہ کھولا گیا اور جب میں داخل ہوا تو یحییٰ وعیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام ملے اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل نے کہا: یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں، آپ ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید بھائی صالح اور نبی صالح!

آسمان دوم کے عجائبات

آپ نے دوسرے آسمان میں بہت سے عجائب وغرائب دیکھے اُن میں ایک یہ امر عجیب

بھی تھا کہ آپ نے ملائکہ کی ایک جماعت دیکھی جو صف باندھے رکوع میں کھڑے تھے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سُبْحَانَ الْوَارِثِ الْوَاسِعِ سُبْحَانَ الَّذِیْ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ سُبْحَانَ الْعَظِیْمِ الْعَلِیْمِ۔ یعنی یہ فرشتے تواضع وخشوع سے اس طرح رکوع میں جھکے ہوئے تھے کہ وقت پیدائش سے آج تک اپنا سر اوپر نہیں اٹھایا تھا اور آسمان سوم کو نہیں دیکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ عبادت پسند آئی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر نماز میں رکوع فرض فرمادیا۔ (معارج، رکن سوم، صفحہ:127)

تیسرے آسمان کی سیر

پھر حضور اقدس ﷺ تیسرے آسمان کی طرف تشریف لے گئے، وہاں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ حضور سراپا نور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتٰی بِیَ السَّمَآءَ الثَّالِثَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ، قَالَ: نَعَمْ، قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا یُوْسُفُ، قَالَ: هٰذَا یُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون؟ انھوں نے جواب دیا: جبرئیل! پھر دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا گیا: محمد رسول اللہ (ﷺ) پوچھا گیا: اُن کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا: خوش آمدید، ان کا آنا مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں داخل ہوا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے۔ جبرئیل نے کہا: یہ حضرت یوسف ہیں، ان کو سلام کریں، چنانچہ میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انھوں نے بھی کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

ایک دوسری روایت میں ہے: فِی السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ فَاِذَا اَنَا بِیُوْسُفَ اِذَا هُوَ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرَ الْحُسْنِ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:528)

یعنی تیسرے آسمان میں مجھے حضرت یوسف ملے جن کو نصف حسن عطا کیا گیا ہے۔

شطر حسن کی تشریح

شطر کا معنی نصف ہے، تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نصف حسن سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا اور باقی نصف دوسرے انسانوں کو عنایت فرمایا، مگر یہ حسن جو اُنھیں دیا گیا ہے، یہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور آپ سب سے زیادہ حسین ہیں۔

قصیدہ بردہ میں موجود ہے: فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ۔ (سیرت حلبی، صفحہ:436)

ترجمہ: آپ کا جوہر حسن منقسم نہیں ہے۔

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: مَا بَعَثَ نَبِیًّا اِلَّا حُسْنَ الْوَجْهِ حُسْنَ الصَّوْتِ وَكَانَ نَبِیُّكُمْ اَحْسَنَهُمْ وَجْهًا اَحْسَنَهُمْ صَوْتًا۔ (ترمذی، صفحہ:23)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز مبعوث فرمایا ہے لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خوش آواز ہیں۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ فخر دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ودیگر انبیائے عظام سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔

تیسرے آسمان پر آپ نے بہت سے فرشتے دیکھے جو صف بستہ سجدے میں تھے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سُبْحَانَ الْخَالِقِ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا مَقَرَّ وَلَا مَلْجَاءَ اِلَّا اِلَیْهِ سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی۔ آپ کو یہ عبادت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے نماز میں سجدے کو فرض کردیا۔

(معارج النبوۃ، صفحہ:128)

چوتھے آسمان کی سیر

پھر آپ چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے، جہاں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتٰی بِیَ السَّمَآءَ

الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ قِيْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ: هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: پھر مجھے جبرئیل چوتھے آسمان پر لے کر پہنچے اور دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل، پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (ﷺ) پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا: ہاں! پھر دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے اور اس نے دروازہ کھولا، تو میں داخل ہوا، وہاں ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ حضرت ادریس ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

فائدہ: یہ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی ہیں جو جنت میں اس وقت بھی زندہ ہیں اور ان ہی کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد ہے: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ یعنی ہم نے ان کو زندگی ہی میں بلند مکان (جنت) میں اٹھالیا۔ شب معراج چوتھے آسمان پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ (سیرت حلبی، صفحہ:437)

آخری قعود فرض ہے

آپ نے آسمان چہارم پر فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی جو تشہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: سُبْحَانَ الرَّؤُفِ الرَّحِيْمِ سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْئٌ سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ آپ کو فرشتوں کی یہ عبادت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر نماز میں آخری قعود بھی فرض فرمادیا۔ (معارج، رکن سوم، صفحہ:130)

پانچویں آسمان کی سیر

جب آپ چوتھے آسمان کی سیر سے فارغ ہوئے تو پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے اور

وہاں حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات فرمائی۔ خود صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتٰى بِيَ السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ قِيْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ: هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: پھر مجھے جبرئیل ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا: محمد (ﷺ) پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے اور اس نے دروازہ کھول دیا، پھر میں داخل ہوا تو حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

چھٹے آسمان کی سیر

جب آپ نے پانچویں آسمان کی سیر سے فراغت پائی تو چھٹے آسمان کی طرف پرواز فرمائی اور وہاں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا، جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتٰى بِيَ السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ قِيْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ قِيْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى قَالَ: هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ: اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ۔ (مشکوۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے اوپر لے گئے، چھٹے آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پھر پوچھا گیا: ساتھ میں کون ہے؟ جواب دیا گیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے، پھر جب میں داخل ہوا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید! جب میں آگے بڑھا تو وہ رو پڑے، ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: میں (اس لیے) رو رہا ہوں کہ میرے بعد ایک (مقدس) جوان مبعوث کیا گیا ہے جس کی اُمت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت موسیٰ کا رونا

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا (معاذ اللہ) کسی حسد کی بنا پر نہ تھا، کیوں کہ اس عالم میں تو حسد ہر مومن کے دل سے نکال دیا جائے گا، پھر ایک نبی کے قلب میں کیوں کر ہو اور وہ بھی اولوالعزم نبی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں حسد کا کیا شائبہ ہے بلکہ اپنی اُمت پر تاسف کرتے ہوئے گریہ فرمایا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 197)

حضور کو جوان کہا گیا

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو غلام، یعنی نوجوان کہا کہ آپ کی اتباع تھوڑی مدت میں کہ اس وقت تک آپ شیخوخت تک نہ پہنچیں گے، اتنی کثرت سے ہو جائے گی کہ دوسرے کے سن شیخوخت تک بھی اس قدر اتباع نہیں ہوئی یا آپ کی ہمت مردانہ کے اعتبار سے آپ کو نوجوان کہا۔

☆☆☆

اٹھائیسواں وعظ

ساتویں آسمان کی سیر

شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ساتویں آسمان کی طرف گئی وہاں پہنچے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، ارشاد نبوی ہے:

ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی اَتٰی بِیَ السَّمَآءَ السَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ ,قِیْلَ مَنْ هٰذَا ؟ قَالَ: جِبْرَئِیْلُ قِیْلَ: وَمَنْ مَّعَكَ ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ ,قِیْلَ: وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ ,قَالَ: نَعَمْ ,قِیْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَآءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ ,قَالَ: هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِیْمُ ,فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَرَدَّ ,ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے گئے اور دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پھر پوچھا گیا: تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جواب دیا: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، پوچھا گیا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جواب دیا: ہاں! دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے۔ جب میں داخل ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

ایک دوسری روایت میں ہے: فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِیْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَی الْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ یَدْخُلُهٗ كُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا یَعُوْدُوْنَ اِلَیْهِ. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 528)

ترجمہ: میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس حال میں ملا کہ انھوں نے اپنی پشت بیت المعمور کے ساتھ لگا رکھی تھی، بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو دوبارہ نہیں لوٹتے یعنی نئے فرشتے آتے ہیں اور ان کی پھر باری نہیں آتی۔

بیت المعمور: بیت المعمور آسمانوں پر ایک مسجد کا نام ہے جو خانہ کعبہ کے عین مقابل ہے، بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے پاس گرے، کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتارے گئے تو بیت المعمور آپ کی عبادت کے لیے بھیجا گیا تھا اور آپ کے انتقال کے بعد واپس آسمانوں پر اٹھالیا گیا، ملائکہ کے لیے یہ کعبہ کی منزل میں ہے، وہ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز ادا کرتے ہیں اور ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں جنھیں دوبارہ زیارت کا موقع نہیں ملتا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:199)

نہر الحیاۃ: روایت ہے کہ چوتھے آسمان پر ایک نہر ہے جس کو نہر الحیات کہتے ہیں، حضرت جبرئیل ہر روز سحری کے وقت اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور جب باہر آکر اپنے پر جھاڑتے ہیں تو ستر ہزار قطرہ جدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو بیت المعمور میں نماز ادا کرتے ہیں پھر اس میں واپس نہیں آتے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:200)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت میں ہے کہ آسمانوں پر فرشتے ہیں کہ جب وہ تسبیح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر تسبیح پر ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے، ایسا ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحائے اُمت کی تسبیحات وتہلیلات سے بھی فرشتے پیدا ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ:200)

حضرت ابراہیم کا پیغام

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے کہا کہ اپنی اُمت کو میرا سلام پہنچا کر یہ پیغام دے دینا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور زمین بڑی وسیع ہے، اس میں کثرت سے درخت لگائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بہشت میں درخت کیسے لگائیں؟ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ. پڑھیں اور ایک روایت میں ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ (سیرت حلبی، ص:439، نزہۃ المجالس، ج:2، ص:115)

ساتویں آسمان پر نیکوں اور بدوں کا دیکھنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک

جماعت دیکھی جو سفید چہرہ اور خوش رنگ تھی اور دوسری جماعت دیکھی جن کے رنگ سیاہ تھے۔ یہ جماعت آئی اور ایک نہر میں غسل کیا تو اُن سے کچھ تاریکی اور سیاہی دور ہوگئی، پھر دوسری نہر میں انھوں نے غسل کیا تو سب سیاہی چلی گئی اور سفید رنگ ہو گئے جیسے پہلی جماعت سفید رنگ کی تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ سفید رنگ اور سیاہ رنگ کون ہیں اور یہ مرد خدا کون بیٹھا ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا: یہ مرد آپ کے والد ہیں اور یہ سفید رنگ والی جماعت وہ ہے جس نے اپنے نفس پر کوئی ظلم نہیں کیا، یہ سیاہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نیک اعمال کے ساتھ برے اعمال بھی خلط ملط کر دیے، پھر اُنھوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحمت کی، پہلی نہر رحمت تھی اور دوسری نہر نعمت: وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:201، انوار محمدیہ، صفحہ:344)

حوض کوثر

سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان پر ایک نہر دیکھا جو یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر جاری تھی اور اُس کے برتن سونے، چاندی، یاقوت اور زبرجد کے تھے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا، آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ حوض کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے: إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ۔ (مدارج، جلد اول، ص:199، انوار محمدیہ، ص:344)

ایک جسم کا آنِ واحد میں متعدد جگہ حاضر ہونا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اقدس سے گزرے تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے، پھر مسجد اقصیٰ میں سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے اور اُنھوں نے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، پھر جب آپ آسمانوں پر پہنچے تو دیکھا کہ ساتوں آسمانوں پر انبیائے کرام زندہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ انبیائے کرام آنِ واحد میں متعدد مقامات پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ صرف میں ہی نہیں کہتا بلکہ عارف ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں، آپ فوائد معراج بیان

کرتے ہیں: وَمِنْهَا شُهُوْدُ الْجِسْمِ الْوَاحِدِ فِيْ مَكَانَيْنِ فِيْ اٰنٍ وَّاحِدٍ كَمَا رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهٗ فِيْ اَشْخَاصِ بَنِيْ اٰدَمَ السُّعَدَاءِ حِيْنَ اجْتَمَعَ بِهٖ فِي السَّمَاۗءِ الْاُوْلٰى كَمَا مَرَّ وَكَذٰلِكَ اٰدَمُ وَمُوْسٰى وَغَيْرُهُمَا فَاِنَّهُمْ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فِي الْاَرْضِ حَالَ كَوْنِهِمْ سَاكِنِيْنَ فِي السَّمَاۗءِ فَاِنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ اٰدَمَ رَاَيْتُ مُوْسٰى رَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَطْلَقَ وَمَا قَالَ رَاَيْتُ رُوْحَ اٰدَمَ وَلَا رُوْحَ مُوْسٰى فَرَاجَعَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوْسٰى فِي السَّمَاۗءِ وَهُوَ بِعَيْنِهٖ فِيْ قَبْرِهٖ فِي الْاَرْضِ قَائِمًا يُّصَلِّيْ كَمَا وَرَدَ فَيَا مَنْ يَّقُوْلُ اِنَّ الْجِسْمَ الْوَاحِدَ لَا يَكُوْنُ فِيْ مَكَانَيْنِ كَيْفَ يَكُوْنَ اِيْمَانُكَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔ (الیواقیت والجواہر، جلد دوم، صفحہ:36)

ترجمہ: فوائد معراج میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جسمِ واحد ایک آن میں دو مکانوں میں حاضر ہوسکتا ہے، جیسا کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو نیک بخت بنی آدم کے اشخاص میں دیکھا، جب کہ پہلے آسمان میں ان کے ساتھ جمع ہوئے جیسا کہ گزرا، اور اسی طرح آدم، موسیٰ اور اُن کے غیر کو دیکھا، بے شک وہ حضرات زمین میں اپنی قبروں میں بھی تھے جب کہ وہ آسمانوں میں تشریف رکھتے تھے، کیوں کہ آپ نے فرمایا: میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ مطلق فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم اور موسیٰ کی روح کو دیکھا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان میں اُن کو دوبارہ دیکھا، حالاں کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعینہ اپنی قبر میں نماز ادا کررہے تھے، جیسا کہ وارد ہے، تو اے وہ شخص! جو یہ کہتا ہے کہ جسمِ واحد دو مکانوں میں نہیں ہوسکتا، اس حدیث معراج کے ساتھ تیرا ایمان کس طرح ہوگا؟

فائدہ: حضرات! عرفا، اولیا اور علما کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ انبیا اور اولیا بیک وقت متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں مگر زمانۂ حال کے بدعقیدہ لوگ اس کا سخت انکار کرتے ہیں، یہ ان کی کور باطنی کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

انتیسواں وعظ

حضور کا سدرۃ المنتہیٰ اور جنت میں جانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے پرواز کرکے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے اور عجائبات ملاحظہ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ رُفِعْتُ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرٍ وَّاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ، قَالَ: هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

ترجمہ: مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، تو اس (بیری) کے پھل مقام ہَجَر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے، جبرئیل نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

سدرہ (بیری) کے پتے اتنے بڑے تھے کہ ساری مخلوقات ایک پتے کے سائے میں بیٹھ سکتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا ایک ہی پتہ ظاہر ہو تو ساری کائنات کو ڈھانک سکتا ہے۔ (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ:440)

سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ

سدرہ، بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ تمام ملائکہ جب نیچے سے جاتے ہیں تو اس سدرہ پر ٹھہر جاتے ہیں، سدرہ اُن کا منتہیٰ ہے، کسی نے بھی سدرہ سے تجاوز نہیں کیا، مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:198)

نیز مخلوق کے اعمال زمین سے سدرہ تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے بقدرت الٰہی اوپر اٹھائے جاتے ہیں، اسی طرح جو احکام اوپر سے آتے ہیں، پہلے وہ سدرہ پر نزول کرتے ہیں، پھر وہاں سے عالم دنیا میں لائے جاتے ہیں، اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

إِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْاَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:529)

ترجمہ: سدرہ کی طرف ختم ہوتے ہیں جو (اعمال) زمین سے چڑھائے جاتے ہیں، پھر اس سے ان کو پکڑا جاتا ہے اور اسی کی طرف منتہی ہوتے ہیں، جو (احکام) اوپر سے اتارے جاتے ہیں پھر اُن کو اس سے پکڑا جاتا ہے۔

سدرہ کا حسین منظر

سدرہ ایک خوش منظر درخت ہے جسے انوار الٰہی اور ملائکہ نے گھیر رکھا ہے، اس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔

یعنی جس وقت ڈھنکا رکھا تھا سدرہ کو اس چیز نے جو ڈھنکا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کے ہر پتے پر فرشتہ کھڑا ہے جو تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ (مظاہر حق، صفحہ:492)

ان فرشتوں کے اردگرد پرندے اڑتے رہتے ہیں جو سونے کے پروانوں کی طرح ہوتے ہیں، یا اس کو انوار الٰہی نے گھیر رکھا ہے۔ (تفسیر حسینی، صفحہ:492)

نجم الدین نفسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سدرہ کو سنہری رنگت کے فرشتوں نے گھیرا ہوا تھا جو ٹڈی کی شکل کے تھے اور ہر فرشتے کے پاس لطائف کے بے شمار طبق تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو اُن فرشتوں نے وہ طبق آپ پر نچھاور کیے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ:117)

غرض کہ کوئی اس کی وصف نہیں بیان کرسکتا۔

چار نہریں

سدرہ کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:527)

یعنی وہاں چار نہریں تھیں، دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا: جبرئیل! یہ نہریں کیسی ہیں؟ اس نے جواب دیا: اُن میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل وفرات ہیں۔

نہروں کی تشریح

جو دو نہریں جنت میں ہیں وہ کوثر اور دوسری نہر رحمت ہے۔ جب گنہگار دوزخ سے جلے ہوئے سیاہ ہو کر باہر نکالے جائیں گے تو اس نہر میں غسل کریں گے، پھر اسی وقت تر و تازہ ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:199)

اور نیل وفرات سے مراد کوفہ کی فرات نہر ہے، اس حدیث کے حکم کے مطابق وہ سدرہ کی جڑ سے نکلتی ہیں اور قدرت الٰہی سے زمین پر پڑتی ہیں اور جاری ہوتی ہیں۔

(مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ:485)

جبرئیل کا آگے نہ بڑھنا

جب آپ مقام سدرۃ المنتہیٰ کے عجائبات دیکھ چکے اور اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھے تو حضرت جبرئیل رک گئے، آپ نے فرمایا: جبرئیل! یہ مقام جدا ہونے کا نہیں ہے، ایسے مقام پر دوست دوست کو اکیلا اور تنہا نہیں چھوڑا کرتے، جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ایک انگلی کی مقدار بھی اوپر جاتا ہوں تو جلتا ہوں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے:

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی!
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

حضرت جبرئیل کی حاجت

جب حضرت جبرئیل نے آگے جانے سے معذرت پیش کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جِبْرَئِیْلُ هَلْ لَكَ حَاجَةٌ إِلٰى رَبِّكَ۔ جبرئیل! اگر کوئی حاجت ہو اپنے رب کی طرف تو پیش کرو، میں اسے بارگاہِ الٰہی میں پیش کردوں گا۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک حاجت ہے کہ قیامت کے روز مجھے اجازت ہو کہ میں اپنا بازو پل صراط پر بچھادوں تاکہ آپ کی اُمت آرام سے پل صراط عبور کرجائے۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، ص:198، سیرت حلبی، ص:444، نزہۃ المجالس، جلد دوم، ص:121)

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل سے فرمانا کہ کوئی حاجت ہو تو پیش کرو، اس میں یہ حکمت فہم ناقص میں آتی ہے کہ حضور کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا تو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا: پیارے خلیل! اگر کوئی حاجت ہو تو فرمائیں، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا۔ (ہے لیکن تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں) فرما کر صاف انکار کردیا تھا، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی حاجت دریافت فرما کر اپنے جد کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حضرت جبرئیل کے اس احسان کا بدلہ اتار دیا، یہی مضمون نزہۃ المجالس سے سمجھا جاتا ہے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ:121)

قلموں کی آواز سننا

آپ اس کے بعد اوپر مقام مستوی میں پہنچے، وہاں قلموں کے چلنے کی آواز سماعت فرمائی۔

صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:529)

ترجمہ: پھر مجھے اوپر لے جایا گیا، یہاں تک کہ میں ایک بلند مقام پر چڑھا، جہاں میں قلموں کے لکھنے کی آواز سنتا تھا۔

قلموں کے لکھنے کی تشریح

اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو تقدیریں اور قضائے الٰہی لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے

احکام الٰہی نقل کرتے ہیں، تقدیر و قضا اگرچہ قدیم ہے مگر ان کی کتابت حادث ہے، یہ فرشتے جس کتاب میں لکھتے ہیں اس کو 'صحف ملائکہ' کہتے ہیں اور اس میں محو و اثبات ممکن ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:201)

جنت و دوزخ کا ملاحظہ کرنا

پھر آپ نے جنت کو ملاحظہ فرمایا جو مظہر رحمت الٰہی ہے جس کے دروازے کشادہ تھے۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ:202)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:529)

ترجمہ: پھر مجھے بہشت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک تھی، یعنی خوشبو اس کی مشک کے مثل تھی یا حقیقت میں مشک و کستوری ہے اور بہت خوشبودار ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو کی لپٹ پانچ سو سال کی راہ کی مسافت پر پہنچتی ہے۔ (مظاہر، جلد چہارم، صفحہ:490)

بیہقی کی حدیث میں مذکور ہے کہ جنت کی سیر کے بعد دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی، اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب، عذاب اور انتقام تھا، اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے۔ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ پر رہے، درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھلایا گیا۔ (نشر الطیب، صفحہ:53، سیرت حلبی، صفحہ:448)

☆☆☆

تیسواں وعظ

حضور اقدس کا عرش اعظم پر جانا

اس میں اختلاف ہے کہ جب آپ بیت المقدس سے آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو براق پر تشریف رکھتے تھے یا براق کو وہیں چھوڑ دیا تھا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:194)

بعض روایت میں ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے، لیکن عارف ربانی امام شعرانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ براق سدرۃ المنتہیٰ تک آئی، جہاں جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رک گئے وہیں براق بھی رک گئی تھی۔ (الیواقیت والجواہر، صفحہ:34)

جب حضرت جبرئیل ٹھہر گئے، وہاں سے براق کو آپ نے چھوڑ دیا۔ القصہ! براق رک جانے کے بعد آپ کی خدمت میں رفرف جو سبز رنگ کا بچھونا تھا اور تخت رواں کی طرح چلتا تھا جس کا نور، آفتاب کے نور پر غالب تھا، اس کو پیش کیا گیا، تو آپ اس پر سوار ہو کر عرش بریں پر پہنچے، جیسا کہ حضور فرماتے ہیں: ثُمَّ دُلِّیَ لِیْ رَفْرَفٌ اَخْضَرُ تَغْلُبُ خُضْرَتُهٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ فَالْتَمَعَ بَصَرِیْ وَوُضِعْتُ عَلٰی ذٰلِكَ الرَّفْرَفِ ثُمَّ احْتُمِلْتُ حَتّٰی وَصَلْتُ اِلَی الْعَرْشِ فَاَبْصَرْتُ اَمْرًا عَظِیْمًا لَا تَنَالُهُ الْاَلْسِنَةُ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ:348، نشر الطیب، صفحہ:55)

ترجمہ: پھر میرے لیے سبز رنگ کی رفرف بچھائی گئی کہ اُس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا جس سے میری آنکھیں روشن ہوگئیں اور مجھے اس رفرف پر رکھا گیا پھر مجھے اٹھایا گیا، یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچ گیا، وہاں میں نے ایک ایسی اہم چیز دیکھی جس کی وصف زبانیں نہیں کر سکتیں۔

علم ما کان و ما یکون کا حاصل ہونا

جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوئے تو ایک قطرہ آپ کے حلق اقدس میں

گرایا گیا جس کے فیض سے آپ کو علم ما کان اور ما یکون حاصل ہوگیا۔ فاضل اجل حسین بن علی کاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر حسینی" میں بحر الحقائق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

در بحر الحقائق می بفرماید کہ آں علم ما کان و ما یکون است کہ حق سبحانہ در شب اسرا بداں حضرت عطا فرمودہ چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم قطرہ در حلق ریختند فَعَلِمْتُ بِهَا مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ۔ پس دانستم آنچہ بود و آنچہ خواہد۔ (تفسیر حسینی صفحہ:124)

ترجمہ: بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم ما کان و ما یکون تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، جیسا کہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا، ایک قطرہ میرے حلق میں گرایا گیا تو میں ما کان و ما سیکون جان گیا، یعنی میں نے وہ جان لیا جو کچھ ہوا اور جو عنقریب ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ دُلِّیَ لِیْ قَطْرَةٌ مِّنَ الْعَرْشِ فَوَقَعَتْ عَلٰی لِسَانِیْ فَمَا ذَاقَ الذَّائِقُوْنَ شَیْئًا قَطُّ اَحْلٰی مِنْهَا فَاَنْبَاَنِی اللّٰهُ بِهَا نَبَاَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَنَوَّرَ قَلْبِیْ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:203)

ترجمہ: پھر ایک قطرہ عرش سے گرایا گیا وہ میری زبان پر گرا، پس چکھنے والوں نے کبھی بھی اس سے زیادہ میٹھی چیز نہیں چکھی، اللہ تعالیٰ اس کے سبب مجھے اولین و آخرین کی خبریں بتا دیں اور میرا قلب روشن فرما دیا۔

منکرین کی خیانت

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے "نشر الطیب" میں اس روایت کو جس میں رفرف پر سوار ہو کر عرش پر پہنچنے کا واقعہ ہے، اس کو بیان کیا ہے مگر حلق اقدس میں قطرہ گرائے جانے کا بیان جس میں علم ما کان و ما یکون کا بیان ہے ذکر نہیں کیا، کیوں کہ یہ ان کے عقیدے کے مخالف تھا، معلوم ہوا کہ یہ لوگ بڑے خائن ہیں۔

صاحب تواریخ حبیب الٰہ لکھتے ہیں کہ جب براق کو آپ نے چھوڑا، وہاں رفرف سبز آیا کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب تھی، اس پر آپ کو بیٹھایا گیا وہ آپ کو کرسی وغیرہ سب مکاناتِ آسمانی

اور حجب نورانی طے کرا کے عرش تک لے گیا۔ (تواریخ حبیب الہ، صفحہ:27)

امام شعرانی کا قول

عالم ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواعلی العرش کو اپنی مدح کا موجب قرار دیا، اسی طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر لے جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان کا اظہار فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: حَيْثُ كَانَ الْعَرْشُ أَعْلٰى مَقَامٍ يَنْتَهِيْ إِلَيْهِ مَنْ أُسْرِيَ بِهٖ مِنَ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. قَالَ: وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ بِجِسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (الیواقیت والجواہر، جلد دوم، صفحہ:37)

عارفین کی نظریں عرش پر ہوتی ہیں

جس عرش عظیم پر حضور کے قدم پہنچے، وہاں اولیائے کرام کی نظریں پہنچتی ہیں، عالم ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیائے عظام اور اُن کے سچے تابع دار (اولیا) اتنے بڑے عرش کو ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے ہوا میں اڑتا ہوا ایک ذرہ ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی بن وفا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد خدا وہ نہیں جس کی نظر جنت و دوزخ اور آسمان و عرش پر پہنچے، بلکہ مرد خدا وہ ہے جس کی نظر عرش و جنت سے آگے بڑھ جائے۔

(الیواقیت والجواہر، جلد دوم، صفحہ:36)

☆☆☆

اکتیسواں وعظ

حضور اکرم کا مقام قدس میں پہنچنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر سوار ہو کر عرش اعظم سے آگے تشریف لے گئے، ایک مقام پر پہنچے تو رفرف بھی غائب ہو گیا اور آپ کے ہمراہ کوئی نہ رہا، آپ کو انوار نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔ (الیواقیت والجواہر، صفحہ:35) آپ نے ستر ہزار حجاب طے فرمائے، ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا، ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی، آپ بالکل تنہا جا رہے تھے کہ آپ کو وحشت طاری ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک پکارنے والے نے ابوبکر کے لہجے میں پکارا: قِفْ يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّيْ ۔ یا رسول اللہ! ٹھہریں، آپ کا رب نماز میں ہے، میں نے سوچا کہ کیا ابوبکر مجھ پر سبقت کر گئے ہیں اور میرا رب تو نماز سے بے نیاز ہے، اس وقت میری وحشت دور ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: اُدْنُ يَا أَحْمَدُ اُدْنُ يَا مُحَمَّدُ ۔ اور مجھے میرے پروردگار نے خود سے کافی نزدیک کر لیا جیسے وہ فرماتا ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قریب ہوئے اور کافی زیادہ قریب ہوئے کہ اللہ اور حضور دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ اس صورت میں دَنٰی اور فَتَدَلّٰی کی ضمیروں کا مرجع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، یا دَنٰی فَتَدَلّٰی کا مرجع اللہ سبحانہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہوا، پھر زیادہ قریب ہوا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا، یہ دونوں احتمال 'سیرت حلبی' میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ بخاری میں بھی ان ضمائر کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ بیان کیا گیا ہے جیسے اس عبارت سے واضح ہے: وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى ۔ (بخاری، جلد دوم، صفحہ:1120)

حضرت عبداللہ ابن عباس، امام حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم بھی یہ قرب،

اللہ اور اس کے حبیب کے مابین بتاتے ہیں۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

القصہ! سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں پہنچنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے رب نے سوال کیا، میں جواب نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت بلا تشبیہ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی تو مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور علم کے کئی انواع سے سرفراز فرمایا، ایک ایسا علم تھا جس کے پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا، کیوں کہ اس کی برداشت کی قوت میرے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا تھا، اس علم میں مجھے اختیار دیا گیا جسے چاہوں بتاؤں جسے چاہوں نہ بتاؤں۔ ایک علم ایسا تھا جس کے متعلق حکم تھا کہ اسے خاص و عام میں تبلیغ کیا جائے، پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: مولیٰ! تیری بارگاہ میں پہنچنے سے قبل مجھے وحشت طاری ہوئی تھی، تب میں نے ایک منادی کو سنا جو ابوبکر کے لہجے میں کہہ رہا تھا: قِفْ فَاِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّیْ۔ تو مجھے تعجب لاحق ہوا کہ کیا اس مقام میں مجھ سے پہلے ابوبکر پہنچ گیا ہے اور میرا رب تو نماز سے بے نیاز ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نماز سے بے نیاز ہوں، میں تو کہتا ہوں: سُبْحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ۔

اے محبوب! اس آیت کو پڑھیں: هُوَ الَّذِیْ يُصَلِّیْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔

یعنی تجھ پر اور تیری اُمت پر میری رحمت ہے، باقی آپ کو ابوبکر کی آواز سنائی گئی ہے، یہ اس لیے تھا کہ آپ اپنے دوست کی آواز سن کر مانوس ہو جائیں، اسی طرح جب آپ کے بھائی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا تو ان پر ہیبت طاری ہوگئی تو میں نے ان سے پوچھا: وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى! تو ان کو ذکرِ عصا سے اُنس حاصل ہوا، اسی طرح اے محبوب! میں نے چاہا کہ تجھے اپنے یار کی آواز سے اُنس حاصل ہو، کیوں کہ تجھے اور ابوبکر کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور ابوبکر دنیا اور آخرت میں تیرے انیس و یار ہیں، میں نے ابوبکر کی صورت پر ایک فرشتہ پیدا کیا کہ وہ ابوبکر کے لہجے میں ندا کرے اور آپ سے وحشت زائل ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جبرئیل کی حاجت کیا تھی؟ میں نے کہا: مولیٰ! تو بہتر جانتا ہے، فرمایا: اے محبوب! میں نے جبرئیل کی حاجت قبول کی، لیکن ان لوگوں کے حق میں جو تجھے اور تیرے صحابہ کو

دوست رکھیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:203)

قاب قوسین کی حکمتیں

قاب مقدار کو کہتے ہیں اور قوس کا معنی کمان ہے مگر اس کی پوری حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ بعض عرفا نے اس کی کئی حکمتیں بیان کی ہیں، یہاں صرف دو حکمتیں پیش ہیں:

حکمت اول: عرب میں دستور تھا کہ جب سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے اور آپس میں عقد محبت استوار کرتے تو ہر ایک اپنی کمان کو دوسرے کی کمان سے ملا کر تیر پھینکتے، جو اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ اُن دونوں میں ایسی یگانگت واتفاق ہے کہ ایک کی ناراضگی دوسرے کی ناراضگی اور ایک کی رضا دوسرے کی رضا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی دوستی ہے کہ حبیب کی بارگاہ کا مقبول اللہ تعالیٰ کا مقبول اور حبیب کی بارگاہ کا مردود اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ یعنی رسول پاک کا مطیع اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔

نیز فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ یعنی رسول پاک سے بیعت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے۔ (معارج، حصہ:3، ص:146، تفسیر حسینی، ج:II، ص:358)

حکمت دوم: عرب میں یہ دستور تھا کہ جب دو قبیلوں میں نزاع و جنگ برپا ہوتی تو اس نزاع کو دور کرنے کے لیے ایسا کرتے کہ ایک قبیلہ کا سردار اپنی کمان کا چلہ کھول کر دوسرے قبیلے کے سردار کی کمان پر باندھ دیتا، اسی طرح دوسرا سردار اپنی کمان کا چلہ کھول کر پہلے سردار کی کمان پر باندھتا، پھر وہ ان کمانوں کو اپنے اپنے گھروں میں لٹکا دیتے تھے۔ جب تک وہ کمانیں ان کے گھروں میں لٹکی رہتیں دونوں قبیلے میں امن و امان رہتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب! تیرے پاس کمان شفاعت ہے اور میرے پاس کمانِ رحمت، آپ میری کمانِ رحمت کا چلہ اپنی کمانِ شفاعت پر باندھ دو اور میں تیرے کمانِ شفاعت کا چلہ اپنی کمانِ رحمت پر باندھ دیتا ہوں اور دونوں کو ساقِ عرش پر لٹکا دیتا ہوں تا کہ جب تک عرش باقی رہے گا، تیرے

اور میرے درمیان صلح ومحبت باقی رہے گی اور تیری اُمت امن وامان میں رہے گی۔

(معارج، حصہ سوم، صفحہ:147)

حبیب پاک کا صفاتِ باری سے متصف ہونا

عالم ربانی حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معراج کی حکمتیں بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے:

إِنَّهُ إِذَا مَرَّ عَلٰى حَضَرَاتِ الْأَسْمَاءِ الْإِلٰهِيَّةِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِهَا فَإِذَا مَرَّ عَلَى الرَّحِيْمِ كَانَ رَحِيْمًا أَوْ عَلَى الْغَفُوْرِ كَانَ غَفُوْرًا أَوْ عَلَى الْكَرِيْمِ كَانَ كَرِيْمًا أَوْ عَلَى الْحَلِيْمِ كَانَ حَلِيْمًا أَوْ عَلَى الشَّكُوْرِ كَانَ شَكُوْرًا أَوْ عَلَى الْجَوَّادِ كَانَ جَوَّادًا وَّهٰكَذَا إِنَّمَا يَرْجِعُ مِنْ ذٰلِكَ الْمِعْرَاجِ إِلَّا هُوَ فِيْ غَايَةِ الْكَمَالِ۔ (الیواقیت والجواہر، صفحہ:36)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو ان اسما کی صفات کے ساتھ متصف ہوتے گئے، جب رحیم پر گزرے تو رحیم ہوگئے، غفور پر گزرے تو غفور ہوگئے، کریم پر گزرے تو کریم ہوگئے، حلیم پر گزرے تو حلیم ہوگئے، شکور پر گزرے تو شکور ہوگئے، جواد پر گزرے تو جواد ہوگئے، اسی طرح دیگر اسمائے الٰہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے اور جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائی کمال کے ساتھ یعنی پورے کامل ہو کر آئے۔

☆☆☆

بتیسواں وعظ

رویت باری کا امکان

اس میں اختلاف ہے کہ رویت باری ممکن ہے یا ممتنع ہے، فلاسفہ اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ رویت باری ممتنع ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ رویت باری ممکن ہے۔ فلاسفہ اور معتزلہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ کسی شئے کی رویت کی یہ شرطیں ہیں کہ وہ شئے رائی کے مقابل جہت میں ہو اور امکان میں ہو، زمان میں ہو، مگر اللہ تعالیٰ جہت اور زمان ومکان سے پاک ہے، اس لیے اس کی رویت ممتنع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی ان شرائط کا پایا جانا عادتاً ضروری ہے، عقلاً ضروری نہیں، یعنی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جہت مقابلہ اور زمان ومکان کے بغیر کوئی چیز دیکھی نہیں جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ خرق عادت کے طور پر ان شرائط کے بغیر بھی رویت کو واقع کردے اور معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رویت، خرقِ عادت کے طریقے پر ہوئی، اس لیے کوئی اعتراض وارد نہ ہوا۔

دوسری دلیل امتناع کی یہ ہے کہ اگر رویت باری ممکن ہوتی تو جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا: رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ تو اللہ تعالیٰ لَنْ تَرٰنِیْ کے ساتھ جواب نہ دیتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے رویت باری کا امتناع ثابت نہیں، بلکہ اسی آیت سے امکان رویت ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سوال اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رویت باری کے امکان کا اعتقاد رکھتے ہیں، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا محال ہوتا تو یہ اعتقاد ضلالت وگمراہی قرار پاتا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہو اُس کو ممکن ماننا ضلالت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کلیم اللہ ہیں اور اولوالعزم رسول ہیں، وہ کس طرح گمراہی کا اعتقاد رکھ سکتے ہیں، اسی لیے عارف ربانی امام شعرانی لکھتے ہیں:

دَلِيْلُ جَوَازِهَا فِي الْيَقْظَةِ هُوَ إِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَلَبَهَا حَيْثُ قَالَ

رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ وَهُوَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا یَجۡهَلُ مَا یَجُوۡزُ وَیَمۡتَنِعُ عَنۡ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ۔ (الیواقیت والجواہر، جلد اول، صفحہ:119)

ترجمہ: بیداری میں رویت باری کی امکان کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رویت کا سوال کیا جب کہ عرض کیا: رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ۔ حالاں کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چیز سے جاہل نہ تھے جو اللہ کے لیے جائز اور ممتنع ہے۔

اسی طرح قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا میں لکھتے ہیں: وَالدَّلِیۡلُ عَلٰی جَوَازِ مَافِی الدُّنۡیَا سُوَالُ مُوۡسٰی عَلَیۡهِ السَّلَامُ لَهَا وَمُحَالٌ أَن یَّجۡهَلَ نَبِیٌّ مَا یَجُوۡزُ عَلَی اللّٰهِ وَمَا لَا یَجُوۡزُ عَلَیۡهِ بَلۡ لَمۡ یَسۡأَلۡ اِلَّا جَائِزًا۔ (شفا، جلد اول، صفحہ:121)

ترجمہ: دنیا میں رویت باری کے جواز کی دلیل موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رویت کے لیے سوال ہے، کیوں کہ محال ہے کہ نبی اس چیز سے لاعلم ہو جو اللہ کے لیے جائز و ناجائز ہو، بلکہ نبی تو جائز امر کا ہی سوال کرتا ہے۔

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعینہ امکان رویت باری میں یہی دلیل بیان کی ہے۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

دوسری دلیل امکان رویت پر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاظِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔ اس دن کچھ چہرے ہوں گے، (مومن) اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے اور تروتازہ ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، اگر اللہ تعالیٰ کی رویت محال ہوتی تو قیامت کے روز بھی مومن رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے۔

حضور اکرم کا دیدار الٰہی سے مشرف ہونا

حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوئے، تو اپنے پروردگار کو بلا حجاب و بلا جہت و بلا کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیدارِ جمالِ الٰہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰی عِنۡدَ سِدۡرَةِ الۡمُنۡتَهٰی۔ (سورۂ نجم)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دوبارہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

فائدہ: اس آیت میں پوشیدہ ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور ضمیر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، اگرچہ بعض مفسرین نے حضرت جبرئیل کی طرف راجع کی ہے، مگر محققین اس ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ (شرح مسلم، جلد اول، صفحہ:98)

تفسیر روح المعانی میں بھی ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ کو بتایا گیا ہے۔ (روح المعانی، صفحہ:46)

اسی طرح فاضل اجل علامہ حسین بن علی کاشفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بتفسیر مشہور معنی آنست کہ خدا تعالیٰ را دید بار دیگر وقتیکہ خود نزدیک سدرہ بود۔ (تفسیر حسینی، صفحہ:358)

یعنی مشہور تفسیر میں معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا، جب کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک تھے۔

باقی دوبارہ اس لیے فرمایا کہ نماز کی تخفیف کی درخواستوں کے لیے چند بار عروج و نزول ہوا، اس لیے دوبارہ فرمایا۔ ماقبل کی تفسیروں کے حوالوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کا دیدار کیا۔

حضور کی کمال قدرت

جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدار کا شوق ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ نے لَنۡ تَرٰىنِیۡ فرما کر فرمایا، پہاڑ کی طرف دیکھو! جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے ہوش ہوکر گر پڑے، مگر جب حضور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے تو کسی طرف نہ التفات کی، نہ مشاہدۂ جمالِ الٰہی کے سوا کسی طرف پھری، بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ، حضور کی اس کمال قوت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

مَازَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ یعنی آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا، تو اس رویت میں آپ کو کسی قسم کا شک وتردد نہ رہا بلکہ قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ (سورۂ والنجم) یعنی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَا رَاٰى کیا تھا۔ بعض نے فرمایا: وہ صورت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی۔ بعض نے فرمایا: مَا رَاٰى اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ (صاوی، صفحہ:116)

تفسیر حسینی میں ہے کہ: ایں مرئی بقول اول جبرئیل است وبقول ثانی حق سبحانہ۔ (تفسیر حسینی، جلد دوم، صفحہ:358)

امام نووی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ذَهَبَ الْجُمْهُوْرُ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ إِلَى أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهٗ رَاٰى رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

یعنی جمہور مفسرین کا مذہب ہے کہ آپ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا ہے

ان تفسیروں سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

رویت باری کے متعلق جمہور کا مذہب

اس میں اختلاف ہے کہ آیا حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو شب معراج دیکھا تھا یا نہیں، بعض حضرات اس رویت سے انکار کرتے ہیں، مگر جمہور صحابہ، تابعین، محدثین اور متکلمین کا یہی مذہب ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں: اُخْتُلِفَ فِيْ تِلْكَ الرُّؤْيَةِ فَقِيْلَ رَاٰهُ بِعَيْنِهٖ حَقِيْقَةً وَّهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ۔ (تفسیر صاوی، صفحہ:116)

یعنی اس رویت باری میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً اپنی آنکھ سے دیکھا اور یہی قول جمہور صحابہ وتابعین کا ہے۔

علامہ حسین بن علی کاشفی ہروی لکھتے ہیں: اکثر صحابہ برآں اند کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا را در شب معراج دیدہ۔ (تفسیر حسینی، جلد دوم، صفحہ:258)

ترجمہ: اکثر صحابہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ

کو دیکھا ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی رقم طراز ہیں: نُقِلَ عَنِ الدَّارِمِيِّ الْحَافِظِ أَنَّهٗ نَقَلَ إِجْمَاعَ الصَّحَابَةِ عَلٰى ذٰلِكَ وَنَظَرَ فِيْهِ وَذَهَبَ إِلَى الرُّؤْيَةِ إِلَى الْمَذْكُوْرَةِ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ وَكَثِيْرٌ مِّنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ بَلْ حَكٰى بَعْضُ الْحُفَّاظِ عَلٰى وُقُوْعِ الرُّؤْيَةِ لَهٗ بِعَيْنِ رَأْسِهٖ الْإِجْمَاعَ۔ (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ:451)

ترجمہ: حافظ دارمی سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ اجماع صحابہ رویت پر ہے، نیز اکثر صحابہ، بہت سے محدثین اور متکلمین رویت کی طرف گئے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اجماع کی حکایت کی اس بات پر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

مزید فرماتے ہیں: اُخْتُلِفَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَأَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى وُقُوْعِ ذٰلِكَ أَتٰى أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ عز وجل بِعَيْنِ رَأْسِهٖ۔ (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ:450)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج دیدار الٰہی کرنے میں اختلاف ہے، اکثر علما دیدار کرنے پر متفق ہیں، یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھ سے دیکھا ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: إِنَّ الرَّاجِحَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ بِعَيْنِ رَأْسِهٖ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

یعنی اکثر علمائے کرام کے نزدیک راجح یہی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

فائدہ: ان مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اکثر امت مسلمہ کا مسلک یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جمال الٰہی کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور یہی مسلک علمائے اہل سنت ہے۔

☆☆☆

۳۳واں وعظ

رویت باری کا ثبوت

(احادیث پاک اور اقوال بزرگاں دین سے)

احادیث کریمہ سے ثبوت

حدیث اول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَمَرَّةً بِفُؤَادِهٖ۔

(طبرانی فی الاوسط باسنادہ صحیح، مواہب اللدنیہ، جلد دوم، صفحہ:37، نشر الطیب، صفحہ:55)

ترجمہ: واقعی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کو دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ اپنی آنکھ سے اور ایک دفعہ اپنے دل سے۔

حدیث دوم: حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَأَلَهٗ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: اَنَا بَنُوْ هَاشِمٍ. فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ۔

(ترمذی، جلد دوم، صفحہ:160)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب رضی اللہ عنہ سے عرفات میں ملے، تو ابن عباس نے، کعب سے کوئی سوال کیا، اس پر کعب نے کہا: اللہ اکبر! یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ سن کر ابن عباس نے فرمایا: ہم بنی ہاشم ہیں، (یعنی جلال میں نہ آؤ) حضرت کعب نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رویت اور کلام کو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم و موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ کلام کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو

دفعہ رب کریم کو دیکھا۔

حدیث سوم: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ:160)

ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

فائدہ: حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قول اپنے ظن اور اجتہاد سے کہا ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہا ہے، اس لیے یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگی۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

حدیث چہارم: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: أَتَعْجَبُوْنَ أَنْ تَكُوْنَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيْمَ وَالْكَلَامُ لِمُوْسٰى وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (نسائی باسناد صحیح)

ترجمہ: کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے، کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے؟

(مواہب، جلد دوم، صفحہ:27، شرح مسلم، صفحہ:97، شفا، جلد اول، صفحہ:120)

حدیث پنجم: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ۔ (مواہب، جلد دوم، صفحہ:37، شرح مسلم، صفحہ:97)

یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اس کو ابن خزیمہ نے بھی قوی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بزرگوں کے اقوال سے ثبوت

۱۔ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں! (شفا، جلد اول، صفحہ:120)

۲۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو دیکھا۔ (شفا، صفحہ:120، شرح مسلم، صفحہ:97)

۳۔ حضرت ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ہزاروں خصوصیتیں عطا کی گئیں، ان میں ایک رویت اور بارگاہ الٰہی کا قرب ہے۔ (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ:452)

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث (کہ حضور نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا) کا قائل ہوں، پھر فرمایا: حضور اقدس نے دیکھا ہے، دیکھا ہے، یہاں تک کہ آپ کا سانس رک گیا۔

(شفا، جلد اول، صفحہ:120، مدارج، صفحہ:208)

۵۔ بعض نے امام احمد سے پوچھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ زعم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افترا کیا۔ اب کون سی دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب دیا جائے، انھوں نے فرمایا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے، آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بڑا ہے۔

(سیرت حلبی، صفحہ:452، مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ:208)

۶۔ حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شفا، جلد اول، صفحہ:121)

۷۔ شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ اکثر علما کے نزدیک یہی راجح ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح مسلم، صفحہ:97)

۸۔ حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دیدار الٰہی اور رویت باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا۔

(الیواقیت والجواہر، جلد اول، صفحہ:128)

۹۔ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے آداب رسول اللہ سے حاصل ہوتے ہیں، کیوں کہ آپ تمام ظاہری و باطنی آداب کے مخزن ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں آپ کے حسن ادب کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ٭ نہ نگاہ بہکی نہ حد سے آگے بڑھی۔ (عوارف المعارف، صفحہ:334)

۱۰۔ حضرت شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے مشاہدے کے ساتھ رجوع نہیں کیا، بلکہ سراپا اپنے پروردگار کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ (عوارف المعارف، صفحہ:335)

۱۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ مکتوبات میں لکھتے ہیں:

إِنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَسْرٰى لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ بِالْجَسَدِ إِلٰى مَا شَاءَ اللهُ تَعَالٰى وَعُرِضَ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَاُوْحِيَ إِلَيْهِ مَا اُوْحِيَ وَشُرِّفَ ثَمَّةَ بِالرُّؤْيَةِ الْبَصَرِيَّةِ۔

(مکتوبات دفتر، اول حصہ، صفحہ:18)

یعنی واقعی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج جسمانی سیر کرائی گئی جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی، وحی کی گئی اور مشرف کیے گئے اس جگہ رویت بصری سے۔

☆☆☆

۴۳واں وعظ

مخالفین کا عدم رویت پر استدلال اور اس کا جواب

جولوگ عدم رویت کے قائل ہیں، ان کے پاس بڑی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے، جس کی امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مَّنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ۔ (مسلم، جلد اول، صفحہ:98)

ترجمہ: تین باتیں ایسی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کلام کرے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا، میں نے پوچھا: وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا: جو یہ زعم کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کریم کا دیدار نہیں کیا۔ مخالفینِ رویت کے پاس یہی ایک بڑی دلیل ہے۔

حدیث مذکورہ کا جواب: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو رویت کی نفی فرمائی ہے وہ محض ان کی اپنی رائے ہے، انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں فرمایا، اگر آپ سے سنا ہوتا تو حدیث مرفوع ضرور بیان کرتیں مگر آپ نے عدم رویت کے بارے میں کوئی حدیث سرکار سے ذکر نہیں کی، جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے اور اپنا قول ہے جو انھوں نے بعض آیتوں کے عموم سے استنباط فرمایا ہے، جن کا ذکر حدیث پاک میں ہے۔ بعض صحابہ نے ان کی مخالفت کی اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایک صحابی قول کرے اور دیگر صحابہ سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو وہ قول بالاتفاق حجت نہیں رہتا۔ یہ جواب امام نووی

وابن خزیمہ کا ہے جو شرح مسلم صفحہ:97 پر مذکور ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ والی حدیث نافی ہے اور حدیث ابن عباس مثبت ہے اور اصول کا قاعدہ ہے، مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر۔ (تفسیر صاوی، جلد چہارم، صفحہ:116)

لہٰذا رویت کا ثبوت ہوا، یہی ہمارا مسلک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عدم رویت کے اثبات میں دو آیتیں بیان کی ہیں:

پہلی آیت: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔

یعنی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

جواب اول: یہ ہے کہ ایک ادراک حقیقت کا اور ایک رویت حقیقت اور کنہ کی، ادراک خاص ہے، رویت عام ہے۔ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی، تو ادراک کی نفی سے رویت کی نفی کیسے ہوگی؟ جیسے کوئی قمر کو دیکھتا ہے اور اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرتا، دیکھو یہاں قمر کی رویت حاصل ہے اور اس کی حقیقت کا ادراک منفی ہے، ایسے ہی آیت پاک میں ادراک حقیقت ذات باری کی نفی ہے اور حقیقت رویت کی نفی نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ اس سے اس رویت کی نفی ثابت نہیں ہے جو مطلوب ہے، صرف ادراک کی ہے جو غیر مطلوب ہے۔ یہی جواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ:207)

جواب دوم: یہاں ادراک کا معنی رویت نہیں، بلکہ احاطہ ہے اور عدم احاطہ سے عدم رویت کب لازم آتی ہے؟ جیسے علم کے ساتھ عدم احاطہ سے عدم علم لازم نہیں آتا۔ جب ادراک کا معنی احاطہ ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو گھیرے میں نہیں لے سکتیں، اللہ تعالیٰ قدرت وعلم سے آنکھوں کو محیط ہے، لہٰذا آیت کا مستفاد صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بطور احاطہ نہیں دیکھ سکتا اور رویت بغیر احاطہ کی نفی نہیں ہے اور ہم رویت بلا احاطہ کے قائل ہیں، دیکھو یہ حدیث: لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ اس میں ثنائے الٰہی کی احصا واحاطہ کی نفی ہے، تو احاطہ ثنائے الٰہی کی نفی سے مطلق ثنا جو بغیر احاطہ کے ہے، اس کی نفی لازم نہیں آتی ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کوئی ثنا ہی نہیں

کی، چنانچہ ثابت ہوا کہ احاطہ ثنا کی نفی سے مطلق ثنا کی نفی لازم نہیں آتی، ایسا ہی رویت بالاحاطہ کی نفی سے مطلق رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ (مدارج، جلد اول، ص: 207، شرح مسلم، ص: 97)

دوسری آیت: مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ یعنی کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے، لیکن وحی کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی پیغمبر بھیج کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ رویت کی نفی ہے۔

جواب اول: اس آیت میں جس کی نفی ہے وہ بے حجاب کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر سے بلا حجاب کلام نہیں فرماتا، اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ بغیر کلام کے اپنا دیدار بھی کسی کو نہیں کراتا، لہٰذا یہ آیت قائلین رویت کی مخالف نہیں ہے اور منکرین رویت کے لیے کچھ مفید نہیں ہے۔

جواب دوم: یہ نفی کلام کی من حیث البشر کے لیے ہے اور جب انسلاخ عن البشریت کا حال طاری ہو اور بشریت کا کوئی حجاب باقی نہ رہے تو پھر یہ حکم نہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیدار الٰہی نصیب ہوا تو آپ اس وقت باوجود بشریت مقدسہ کے منسلخ عن البشریت تھے، یعنی بشریت مقدسہ موجود تھی مگر قدرت الٰہی سے اوصاف اور خواص بشریت کا ظہور نہ تھا اور حجاب بشریت اٹھ چکا تھا، لہٰذا سرکار دو عالم نے بلاواسطہ کلام بھی کی ہو اور اسی وقت دیدار الٰہی سے بھی مشرف ہوئے ہوں۔ (برکت از علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی)

سوال: مخالفین رویت نے اپنے دعویٰ پر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دلیل بنایا ہے، وہ حدیث یہ ہے، جس میں حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ۔ (مسلم، جلد اول، صفحہ: 99)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، فرمایا کہ وہ نور ہے میں اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الٰہی نہیں کیا۔

جواب: ہاں حدیث ابوذر میں تین روایتیں ہیں: ایک تو یہی نُوْرٌ أَنّٰى أَرَاهُ۔ دوسری روایت میں ہے: رَأَيْتُ نُوْرًا۔ تیسری روایت میں ہے: نُوْرٌ إِنِّي أَرَاهُ۔ دوسری اور تیسری روایت کا معنی ایک ہی ہے کہ میں نے نور دیکھا اور پہلی روایت کا معنی یہ ہے کہ وہ نور ہے میں

اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ یہ آخری دونوں روایتیں اس کے بالکل معارض ہیں، کیوں کہ پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نور ہے میں نے نہیں دیکھا اور دوسری و تیسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نور ہے جو میں نے دیکھا ہے، لہٰذا مخالفین رویت حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دعویٰ کی دلیل نہیں بنا سکتے ہیں۔

انصاف کی بات

انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ اقوال سب صحیح ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ، ابوذر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب حق پر ہیں اور اپنے اپنے مقام سے خبر دے رہے ہیں۔ مواہب للدنیہ کی ایک عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین پیش کیا جاتا ہے جس سے اس مسئلے کی حقیقت سامنے آجاتی ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ہر ایک کو اس کی عقل اور مرتبے کے موافق حالات بتائے۔ کفار کو جو سب سے نیچے اور انتہائی پستی میں تھے، انھیں صرف عالم اجسام کی باتیں بتائیں، مثلاً: مسجد اقصیٰ کا حال جو ان کو پہلے سے معلوم تھا، یا راستے میں قافلے کے حالات بتائے جو جلد ہی ان کے سامنے آگئے، جن کی وجہ سے ان کے دل اس واقعے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے مجبور ہوگئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعاتِ معراج بیان کرنے میں کچھ ترقی فرمائی اور آسمانوں پر تشریف لے جانے اور وہاں کے عجائب و غرائب مشاہدہ فرمانے کو بیان فرمایا، لیکن ہر صحابی کو اُس کے حسب حال خبر دی جو جس کا مرتبہ تھا اس سے اسی کے لائق کلام فرمایا اور ساتویں آسمان تک بغیر تنگی کے حالات بیان فرمائے۔ دو واقعات بیان فرماتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مقام جبرئیل پر پہنچے تو اُفق مبین کی بات بیان کی اور اس کے مافوق مقام دَنٰی فَتَدَلّٰی اور فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَآ أَوْحٰى۔ کا وہ بلند مقام جہاں مخلوقات کے تصورات ختم ہو جاتے ہیں اور اللہ کے سوا کی تمام صورتیں ساقط ہو جاتی ہیں، اس بارگاہ اقدس کی خبر بھی صحابہ کرام کو اُن کے مرتبہ مقام کے حساب سے دی۔ یہ بیانِ معراج گویا سننے والے صحابہ کرام کے لیے بمنزلہ معراج تھا، اس لیے ہر ایک نے اس سے اپنے مرتبے کے موافق حصہ پایا، کوئی مقام جبرئیل تک رہا، کوئی

رویت قلبی تک پہنچا، کسی کو رویت عینی کے بیان کا حصہ نصیب ہوا، اس لیے جس نے یہ کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اس نے بھی سچ کہا، جس نے یہ کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اس کی بات بھی حق ہے اور پھر جس کے حصے میں رویت قلبی کا بیان آیا اس نے رویت قلبی کو بیان کیا۔ جس نے رویت عینی کی بات سنی، اس نے صاف طور پر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اقدس کی مبارک آنکھوں سے اپنے رب کریم کو دیکھا۔

مختصر یہ کہ ہر ایک نے اپنے مرتبے ومقام کے اعتبار سے بات کی اور یقیناً سچی بات کی۔
جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو بخوبی معلوم ہوگیا کہ رویت جبرئیل اور رویت باری، نیز رویت قلبی اور رویت عینی کے جملہ مقامات اور ان کے بارے میں اختلافِ اقوال سب ٹھیک ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود، عائشہ صدیقہ، کعب، ابوذر، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب حق پر ہیں۔" (مواہب للدنیہ، جلد دوم، صفحہ: 37-38)

☆☆☆

پینتیسواں وعظ

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں وہ قرب حاصل کیا جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا، نہ کوئی فرشتہ اس قرب میں پہنچا۔ یہ وہ مقام ہے جو آپ ہی کے لیے خاص تھا، اس لامکاں میں اپنے رب کریم کا دیدار فقط بلا حجاب ہی نہیں کیا بلکہ اپنے رب کریم سے واسطے کے بغیر کلام کرنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اگرچہ بلاواسطہ کلام کی تھی مگر ایک تو کوہ طور اور دوسرے درمیان میں حجاب تھا، مگر جب اللہ کے حبیب، اللہ سے ہم کلام ہوئے تو فوق العرش اور بلا حجاب۔ قرآن پاک اس کلام کو بیان فرماتا ہے: فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ۔ وحی کی اپنے خاص بندے کی طرف جو وحی کرنی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا تو بتادیا کہ میں نے اپنے حبیب کے ساتھ کلام فرمایا مگر یہ ظاہر نہ فرمایا کہ کلام کیا تھا، کیوں کہ دوستوں کے درمیان اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے اس میں ابہام رکھا مگر اس ابہام کی وسعت بہت زیادہ ہے۔

محقق عصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس ابہام کی وسعت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

بتمام علوم ومعارف وحقائق وبشارت واشارت واخبار وآثار وکرامات وکمالات کہ در حیطۂ ایں ابہام داخل است وہمہ را شامل از کثرت وعظمت اوست کہ مبہم آورد وبیان نہ کرد۔ اشارت باآنکہ جز علم علام الغیوب ورسول محبوب بدآں محیط نتواند شد۔ مگر آنچہ آں حضرت بیان کردہ یا آنچہ از مقابلہ ومحاذات روح اقدس وے بر بواطن بعضے از کمالِ اولیا کہ بشرف اتباع وے مستعد و مشرف تافتہ اند۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 205)

ترجمہ: رب تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو سارے علوم، معرفت، بشارتیں، اشارے، خبریں، کرامتیں اور کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل

ہیں، ان کی کثرت اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر فرمایا اور بیان نہ فرمایا۔
اس میں اس طرح اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو رب اور اس کے محبوب کے علاوہ کوئی احاطہ نہیں کرسکتا مگر جو کچھ بھی حضور نے بیان فرمایا، یا جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض کامل اولیا کے بواطن پر چمکا وہ آپ کی اتباع کی وجہ سے مشرف ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے سلام سے مشرف ہونا

جب صاحب معراج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیدار اور کلام سے مشرف ہوئے تو آپ نے بالہام الٰہی بارگاہ الٰہی میں کہا: اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ۔
یعنی تمام عبادتیں زبانی، بدنی اور مالی اللہ کے لیے ہیں۔
چنانچہ بارگاہِ الٰہی کی جانب سے سلام کا انعام دیا گیا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔
یعنی اے پیارے نبی! آپ پر سلام اور رحمت و برکت نازل ہو۔
سبحان اللہ! سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بلند مقام ہے۔ ہم لوگوں کو اگر کوئی بڑا افسر سلام دیتا ہے تو ہمارے لیے باعث فخر وانبساط بن جاتا ہے۔ اب بتاؤ، اس حبیب پاک کا کتنا بلند مقام ہے جس کو خود بادشاہوں کا بادشاہ اور احکم الحاکمین سلام پیش کررہا ہے۔ اللہ اکبر! سرکار نے جب ملاحظہ فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ رحمتیں اور برکتیں تقسیم کررہا ہے اور مجھ پر بے شمار خسروانہ انعامات نثار کیے جارہا ہے، اسی وقت آپ کو اپنی اُمت یاد آجاتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں:
اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔
اللہ کے محبوب نے اس مقام پر جہاں نہ کسی نبی مرسل کی پہنچ اور نہ ہی جبرئیل امین کی رسائی، وہاں اپنی اُمت کا ذکر پہنچا دیا، مگر عجیب رنگ سے، صلحا کو تو صراحتاً ذکر فرما کر اور ہم گنہگاروں کو عَلَیْنَا کی ضمیر متکلم مع الغیر میں چھپا کر جو اہل علم پر مخفی نہیں۔
فرشتوں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ حقیقی نے اپنے محبوب کو مقام قرب میں ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے، تو فرشتے بے اختیار ہو کر بادشاہ حقیقی کی حمد وثنا اور اس کے حبیب کی مدح سرائی

کرتے ہوئے کہنے لگے: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔
یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔
جب اللہ کے حبیب نے واپسی کا اظہار فرمایا تو خطاب الٰہی ہوا: محبوب! قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا ہے تو اپنے دوستوں کے لیے تحفہ لایا کرتا ہے، تم اپنی امت کے لیے اس سفر کی واپسی پر کیا تحفہ لے جاؤ گے؟ عرض کیا: یاالٰہی! جو تو عطا فرمائے وہی لے جاؤں گا۔ فرمایا: جو تو نے کہا اور میں نے کہا اور فرشتوں نے کہا وہ تم اپنی اُمت کے لیے تحفے کے طور پر لے جاؤ تاکہ وہ اس کو ہر نماز میں پڑھیں اور سعادت ابدی سے مشرف ہوں۔ (معارج، جلد سوم، صفحہ: 152)

فرضیت نماز

اسی بارگاہ قدس سے نماز کا تحفہ ملا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دن رات میں آپ پر اور آپ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض ہیں، بعض روایات میں چھ ماہ روزے بھی آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الٰہی سے یہ تحفہ لے کر خوشی خوشی واپس تشریف لائے۔
سرکار دوعالم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:
فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوۃُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 528)
ترجمہ: مجھ پر (اور میری اُمت) پر دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، پھر میں واپس آیا۔

حضرت موسیٰ سے ملاقات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دربارِ الٰہی سے نمازوں کا تحفہ لے کر خوشی خوشی واپس آرہے تھے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے انتظار میں تھے کہ کب حضور امام الانبیاء تشریف لائیں تاکہ ملاقات کا شرف ہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیدار الٰہی کے شائق تھے، مگر وہ حاصل نہ ہوسکا، اب وہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے دیکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے، کیوں کہ وہ چہرہ ذاتِ الٰہی کو دیکھ کر آیا ہے۔ حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ؟ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ، قَالَ: اِنَّ اُمَّتَكَ لَاتَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ وَاللہِ! قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی، فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی، فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی، فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی، فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلٰواتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلٰی مُوْسٰی، فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ؟ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلٰوۃٍ کُلَّ یَوْمٍ، قَالَ: إِنَّ اُمَّتَكَ لَاتَسْتَطِیْعُ خَمْسَ صَلَاتٍ کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ إِلٰی رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِكَ، قَالَ: سَئَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی إِسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنِّیْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ۔ (مسلم و بخاری)

ترجمہ: میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گزرا تو اُنھوں نے کہا: آپ کو کس چیز کا حکم کیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے ہر دن پچاس نمازوں کا حکم کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہیں ادا کر سکے گی۔ واللہ! میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو بہت ہی آزمایا ہے، اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کریں، میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دس نمازیں معاف کر دیں، پھر میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف واپس آیا تو اُنھوں نے پھر وہی بات کہی، میں پھر واپس گیا تو دس نمازیں اور معاف ہو گئیں، پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف واپس آیا تو انھوں نے وہی کہا، پھر میں واپس گیا تو دس اور نمازیں معاف ہوئیں، پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو انھوں نے اسی طرح کہا، پھر میں واپس آیا دس اور معاف ہو گئیں اور دس نمازیں ہر دن پڑھنے کا حکم ہوا، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس واپس آیا، تو انھوں نے وہی بات کہی، میں واپس آیا تو ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا، پھر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو کہا کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا ہر دن پانچ نمازوں کا ہوا، کہنے لگے آپ کی اُمت ہر روز

پانچ نمازوں کی بھی طاقت نہیں رکھے گی، کیوں کہ میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کو خوب آزمایا ہے، اس لیے اپنے رب کی طرف پھر جائیں اور اُمت کے لیے تخفیف کا سوال پیش کریں، آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اتنا مانگا، اب مجھے شرم آتی ہے اور میں اسی پر راضی برضا ہوں۔ جب میں آگے بڑھا تو منادی نے پکارا: میں نے اپنے فرض کو جاری کیا اور اپنے بندوں پر تخفیف فرمائی۔

امام مسلم کی روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسَ صَلٰوۃٍ کُلَّ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ لِکُلِّ صَلٰوۃٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوۃً مَنْ هَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا کُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَۃٌ فَإِنْ عَمِلَهَا کُتِبَ لَهٗ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا لَمْ تُکْتَبْ لَهٗ شَیْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا کُتِبَتْ لَهٗ سَیِّئَۃٌ وَاحِدَۃٌ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 528)

ترجمہ: محبوب! یہ ہر روز پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کے لیے دس نمازیں ہوں گی، تو یہ (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہیں جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور نہیں کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور نہیں کرے تو کچھ بھی نہیں لکھا جاتا، اگر اس کو کر لے تو اس کے لیے ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ اور تخفیف نماز کا مشورہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا کہ میری اُمت پچاس نمازیں نہ ادا کر سکے گی تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بغیر کہے خود تخفیف طلب فرماتے لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے از خود ایسا نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہنے سے واپس گئے اور نمازیں کم کرنے کی درخواست کی، اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجربہ کی بنا پر علم تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم الغیب ہونے کے باوجود پچاس نمازیں فرض فرمائیں اور اولاً از خود کوئی تخفیف نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں، اللہ تعالیٰ کے اس فعل میں جو حکمت تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاموش رہنے میں بھی وہی حکمت تھی، حکمت کو لاعلمی کہنا جہالت ہے۔ اس واقعے میں یہ

حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات ظاہری کے بعد بھی ہم دنیا والوں کے فائدہ کا وسیلہ بن گئے۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہلِ قبور خواہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کیوں نہ ہوں، دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس قول کو رد فرما دیا اور وہ اس طرح کہ پینتالیس نمازیں معاف فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور معاف کرانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معافی حاصل کرنے کے لیے بھیجنے والے اور معافی کا وسیلہ بننے والے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو صاحب قبر ہیں اور غالباً اسی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ۔ جب میں مسجد اقصیٰ جا رہا تھا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر سے گزرا، وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے، خاص طور پر لفظ قبر ارشاد فرمانے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اہل قبور کا دنیا والوں کو فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے مل کر بھی وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، دیکھو! اگر سارا جہان بھی زور لگا لے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کرا سکتا، لیکن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالواسطہ پینتالیس نمازیں معاف کرا دیں، اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں معاف کرانے کے لیے بار بار بھیج رہے تھے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مرتبہ اللہ کا دیدار کریں اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کریں اور اس طرح آئینہ مصطفی میں اپنے رب کریم کا دیدار ہو سکے۔ (از بعض مشائخ)

☆☆☆

چھتیسواں وعظ

واپسی پر قافلوں کا ملاحظہ فرمانا

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہندہ ہے، معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ جب آپ کو معراج ہوئی، آپ میرے گھر میں سوئے تھے، آپ نے عشا کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر سے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا، جب آپ صبح کی نماز ادا کر چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی، فرمایا: ام ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا، پھر بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز ادا کی، پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جیسا تم دیکھ رہے ہو، پھر آپ باہر جانے کے لیے اٹھے، میں نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں سے یہ قصہ بیان نہ کریں، کیوں کہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے، آپ نے فرمایا: واللہ! میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا، میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جائے، تاکہ جو آپ، لوگوں سے کہیں وہ اس کو سنے۔

جب آپ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو معراج کی خبر دی، تو انھوں نے تعجب کیا اور کہا: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی کوئی نشانی ہے؟ (تاکہ ہم کو یقین آئے) کیوں کہ ہم نے ایسی بات کبھی نہ سنی۔

آپ نے فرمایا: نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلے کے قافلے پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا، اس وقت میں شام کو جا رہا تھا، پھر میں واپس آیا، یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلے کے قافلے پر پہنچا تو ان کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا، میں نے ڈھکنا اتار کر اس کا پانی پیا، پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ان کا قافلہ اب بیضا سے تنعیم کو آ رہا ہے، سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے، اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں، ایک

کالا اور دوسرا دھاری دار، لوگ تنعیم کی طرف دوڑ کر گئے تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا، انھوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا ملا مگر اس میں پانی نہیں تھا اور ان دوسروں سے پوچھا جن کا اونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا اور یہ لوگ مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے، انھوں نے کہا: واقعی صحیح فرمایا ہے، اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا، ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا تھا، یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (وکذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے نشانی مانگی تو آپ نے بدھ کے دن قافلے کے آنے کی خبر دی، جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا، یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا آ گئے۔

بیت المقدس کی نشانیاں بتانا

پھر کفار نے آپ سے واقعہ معراج تصدیق کے لیے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں، آپ نے ان کو وہ نشانیاں پوری پوری بیان کر کے ثابت کر دیا کہ میں سچا رسول ہوں اور واقعی میں بیت المقدس کو دیکھ کر آیا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَقُرَیْشٌ تَسْئَلُنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَئَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کُرْبَةً مَا کُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ مَا یَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ بِهٖ۔ (مسلم، باب فی ذکر المسیح ابن مریم)

ترجمہ: سرکار فرماتے ہیں کہ میں مقام حطیم میں تھا، قریش مجھ سے میری سیر (معراج) سے متعلق پوچھتے تھے، وہ مجھ سے بیت المقدس کی چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگے جن کو میں اپنی عدم توجہ کے باعث یاد نہ رکھ سکا تھا، بایں سبب میں ایسا غم زدہ ہوا کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا غم زدہ نہیں ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا، تو میں اس کو دیکھتا جا رہا تھا اور جس شئے کے بارے میں وہ مجھ سے پوچھتے جاتے اُن کو بتاتا جا رہا تھا۔

فائدہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اور بیت المقدس

کے درمیان جو حجابات تھے وہ سب اٹھا دیے گئے اور وہ حضور ﷺ کو سامنے نظر آ رہا تھا، یا یہ کہ خود بیت المقدس اٹھا کر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا ہو، جیسا کہ ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ بیت المقدس کو اٹھا کر دار عقیل کے پاس رکھا گیا اور یہ کوئی محال نہیں، کیوں کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تخت بلقیس لایا گیا تو حضور ﷺ کے سامنے بیت المقدس پیش کی گئی۔ سبحان اللہ! محبوب خدا کی کیا شان ہے کہ آپ کی تھوڑی سی توجہ ہٹنے سے مسجد اقصیٰ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر خدمت والا میں حاضر ہو گئی۔

(مدارج، جلد اول، اشعۃ اللمعات، صفحہ:540)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۙ

یعنی اے غیب کی خبر دینے والے! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

شاہد کے لیے مشاہدہ درکار ہے، جب کوئی کسی شئے کو دیکھے نہیں، اس کی شہادت کیسے دے سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے لیے شاہد ہیں، اس لیے آپ کے ملاحظے اور مشاہدے میں ہر شئے کا ہونا ضروری ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام زمینوں کو آپ کے مشاہدے میں کر دیا: حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:512)

ترجمہ: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے لیے روئے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک دیکھ لیا۔

حضور زمین کے خزائن کے مالک ہیں

، تمام زمین حضور ﷺ کے مشاہدے میں ہے اور اس زمین میں جتنے خزائن اور دفائن موجود ہیں وہ بھی نگاہ نبوی سے پوشیدہ نہیں ہیں، کیوں کہ ان خزائن کی چابیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہیں: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ اُتِیْتُ

بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِيْ يَدِيْ۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ، صفحہ:512)

ترجمہ: سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا اور رعب دے کر میری مدد کی گئی ہے، ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی تمام چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

اب زمین اور اس کے خزائن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے، باقی آسمان، جنت و دوزخ اور وہاں کی مخلوقات رہ گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج سے سرفراز فرمایا اور تمام آسمان اور وہاں کی مخلوقات دکھائی، دوزخ و جنت اور وہاں کے جملہ موجودات دکھائے۔ جب تمام موجودات کا مشاہدہ کرا دیا، پھر اپنی بارگاہِ قدس میں بلا کر اپنا جمال دکھایا، تاکہ آپ پر لفظ شاہد کا اطلاق متحقق ہو جائے اور کوئی ایک شئے بھی آپ کی نگاہ اقدس سے اوجھل نہ رہے۔

معراج سے واپسی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تک براق پر تشریف لے جانا متفق علیہ ہے، آگے آسمانوں تک مختلف فیہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ براق سے آسمانوں پر نہیں گئے اور بعض کے نزدیک آپ آسمانوں پر بھی براق سے تشریف لے گئے، یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک براق پر سوار رہے، پھر وہاں سے رفرف پر سواری فرمائی اور عرش تک پہنچے، پھر آگے رفرف بھی رک گئی اور اکیلے بارگاہِ الٰہی میں پہنچے، اسی طرح واپسی میں بھی اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ واپسی بغیر براق کے تھی، تاکہ اللہ کی قدرت کا پورا ظہور ہو، لیکن بعض نے فرمایا کہ واپسی بھی براق پر تھی۔

(حیواۃ الحیوان لکمال الدمیری، صفحہ:147)

☆☆☆